

ہندوستانی کتابوں کا سلسلہ

پہلا راجا آدم ادهوے

جلد شیش چندر ماتھر (۳)

موہن راکیش

مترجم

قیصر قلندر



نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا
نئی دہلی

© جگدیش چندر ماتھر

U 2

© انتہاراکیش

© برائے اردو ترجمہ: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا 42 پ

Original Titles:

1. PEHLA RAJA (Hindi) by J.C. Mathur
2. ADHE ADHURE (Hindi) by Mohan Rakesh

قیمت = 11/-

KASHMIRI UNIVERSITY
Iqbal Library

Acc. No. 225478
23.12.82



ALLAMA IQBAL LIBRARY



225478

ڈائریکٹر نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا A/5 گرین پارک نئی دہلی 110016 نے
برٹل آرٹ پریس، پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی 110002 میں چھپوا کر شائع کیا۔

پیش لفظ

اس بات سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ آزادی ملنے کے بعد سے ہمارے ملک میں تخلیقی عمل میں ترقی ہوئی ہے۔ قریب قریب ہر قسم کے تخلیقی و تعمیری وسیلے میں شعور اور اظہار کے ایسے ذرائع واضح ہوتے ہیں جو پہلے کم سے کم اس رُوپ میں نمایاں نہیں ہو سکتے تھے۔ ڈرامہ اور اسٹیج میں بھی اس کی استثناء نہیں بلکہ جہاں تک ہندی ڈرامہ کا سوال ہے آزادی کے بعد ہی پہلی بار ناٹک نے تخلیق کاروں کو اپنی طرف مائل کیا۔ اس سے پہلے ڈرامے زیادہ تر نصابی کتابوں کے لیے ہی لکھے جاتے تھے۔ ان کا اسٹیج سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ہندی کا اپنا کوئی اسٹیج ہی نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ڈرامے لکھے بھی گئے ان میں اس ذریعے کی ضروریات اور امکانات کی جستجو ہی ٹھیک طرح سے نہیں ہوتی۔ ڈرامہ نگاروں نے اکثر مکالموں میں لکھی گئی حکایت کو ہی ڈرامہ تصور کیا اور اسٹیج کی غیر موجودگی میں وہ اپنے احساسات کو تمثیلی عمل کے رُوپ میں دیکھ سکے اور نہ ہی پرو سکے! زندہ اسٹیج کے بغیر نہ تو زندگی کا صحیح ڈرامائی رنگ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی احساسات کو اسٹیج کے دستور اور قاعدوں کی پوری گرفت میں لیا جاسکتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اسٹیج اور اس پر کام کرنے والوں کی اہلیت کے اثر نے کئی بے حد ذہین مصنفین کو ڈرامہ کی طرف راغب کیا اور ہندی ڈرامہ عصری سچائی کو پوری طاقت اور اثر آفرینی کے ساتھ پیش کرنے کے لیے موزوں تمثیلی زبان کی تلاش کرنے لگا۔ اس سے اسٹیج کی توانائی بھی بڑھی اور ڈرامہ کو بھی فروغ ملا۔ اس پوری کاوش کے ساتھ حالیہ برسوں میں ایک عنصر اور بھی منسلک ہوا جو کسی بھی تخلیقی کوشش کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور وہ ہے روایت کی تلاش۔ اسٹیج کے میدان میں یہ تلاش بنیادی اہمیت کی ہے کیوں کہ اظہار کے لیے کئی کرداروں کے توسط سے اسٹیج کے سامنے موجود

تماشائیوں سے سیدھا رابطہ ہوتا ہے اور اس طرح سے تماشائی مختلف ذاتی اور انفرادی روپ میں بالواسطہ طور سے تخلیق کی تدوین کا ضروری جز بن جاتا ہے۔ اس لیے جب تک کسی نہ کسی مقام پر ڈرامہ نویس اور اداکار اپنے ناظرین اور روایتی تخیلی دنیا کے ساتھ کوئی گہرا لگاؤ یا وابستگی محسوس نہیں کرتے تب تک ان کا تخلیقی عمل کسی گہری اصلیت تک نہیں پہنچ سکتا۔

ہندی ڈرامے کی ترقی کے لیے ان بڑی اہم باتوں کی تلاش آزادی کے بعد جن ڈرامہ نگاروں کے ہاں زیادہ واضح رہی ہے ان میں جگدیش چندر ماتھر اور موہن راکیش خصوصی مرتبہ رکھتے ہیں۔ کئی محنوں میں ان دونوں ڈرامہ نویسوں کی نگارشات نے ہی ہندی ڈرامہ کو ایسا مقام دیا ہے کہ آج وہ ایک بلند اور اعلیٰ صورت میں موجود ہے اور ملک کے سارے تمثیلی ادب میں قابلِ قدر بن چکا ہے۔ جہاں جگدیش چندر ماتھر نے پانچویں دہائی سے ہی خاص طور سے ایکانکی (ایک ایکٹ کے ڈراموں) کے ذریعے ہی سے ہندی ڈرامے کے لیے موثر زبان اور توانا اسٹیج کی تلاش سب سے پہلے شروع کی وہاں موہن راکیش کے ڈراموں نے اُسے آگے بڑھانے میں بڑی کوشش کی۔

جگدیش چندر ماتھر کے صرف تین مکمل ڈرامے ہی اب تک شائع ہوئے ہیں یعنی کونارک، شادیا اور پہلا راجا۔ ان تینوں ڈراموں میں جگدیش چندر ماتھر نے ماضی کی وساطت سے عصری زندگی کی سچائی کی تلاش کی ہے لیکن کئی زاویوں سے ان کا کام خاص تاریخی اہمیت کا ہے۔ سب سے پہلے ان کی تحریروں میں زور دار تمثیلی پیش کش کے ساتھ ساتھ ایسی بامعنی ڈرامائی زبان کی تلاش شروع ہوئی ہے جو اعلیٰ ہو اور جس کا محاورہ روزمرہ کی بول چال کے قریب ہو۔ جس وقت ہندی کے دوسرے ڈرامہ نگار چھوٹی موٹی سطحی مشکلوں سے کتنی طور سے اُلجھے ہوئے تھے اس وقت جگدیش چندر ماتھر نے انسان کے گہرے اور تیکھے مذہبی مرحلوں اور نفسیاتی تناؤ کو اپنے ڈراموں میں پیش کرنے کی سعی کی۔ کونارک اور شادیا، دونوں میں ہی تخلیقی کرداروں کی اندرونی کش مکش اور بیرونی دنیا سے ٹکراؤ کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی الجھنوں کے کئی روپ ملتے ہیں جو شاید ہندی دنیا کے فکر میں بڑا بھاری اثاثہ بھی رہے ہیں کیوں کہ یہ اس پورے دور کی شاعری اور افسانوی ادب میں بھی کئی طریقوں سے نمودار ہوئے ہیں، بعد میں یہی چیز موہن راکیش کے ”اساڑھ کا ایک دن“ میں آگئی۔ جگدیش چندر ماتھر کی اہمیت اس بات سے ہے کہ انھوں نے ڈرامے میں سب سے زیادہ انسانی ذہنی کش مکش کو سامنے لا کر ڈرامہ نگاری کو فن و ادب کی بڑی دھارا سے جوڑنے کی شروعات کی۔

پہلا راجا ان کا تیسرا نمک ہے۔ اس میں وہ پہلے دو نمکوں کے مقابلے میں اور بھی زیادہ

ماضی کی سمت لوٹ گئے۔ پہلا راجا ویدک زمانے کا مطالعہ ہے جس میں سلطنت اور فرد، حکومت اور آزادی، عوام کی بھلائی اور انصاف جیسے عصری مسئلوں کو اٹھایا گیا ہے۔ کہانی کے موضوع کے اعتبار سے یہ ڈراما بہت اہم ہے۔

جگدیش چندر ماتھر کی اس ملک میں ڈرامے کی روایت کے مطالعہ میں بڑی دل چسپی رہی ہے اور وہ کئی طریقوں سے روایات کی تلاش بھی کرتے رہے ہیں۔ پہلا راجا میں بھی ان کے تفکر کے نتائج موجود ہیں۔ انھوں نے اتصال کے ایسے ذریعے کی کوشش کی ہے جو ایک ساتھ معانی کے کئی رنگ پیش کر سکے اس لیے انھوں نے روایتی تمثیلی ادب کے کئی قاعدوں، طور طریقوں اور اندازوں کو استعمال کیا ہے جیسے سوتر دھار، نٹی، رنگ پٹی، تمثیلی اداکاری کے ذریعے ملک اور زمانے کی خیالی تصویر کو یک جا کرنا وغیرہ۔ اس طرح ایک نئے ڈرامے کی تلاش اور اس کے لیے روایتی طریقے اور ان کو یک جا کرنے کے نظریے سے پہلا راجا ہم عصر ہندی ڈرامائی ادب میں دل چسپ تجربہ ہے۔ لیکن ایسا جان پڑتا ہے کہ ڈرامہ نگار ایک نئے ڈرامے کی تلاش میں اتنا الجھ گیا ہے کہ وہ جذبات اور ان کی تسکین اور آنے والے کرداروں کی کھوج میں پوری گہرائی، باریکی اور توانائی کے ساتھ سوچ نہیں سکا۔ پہلا راجا میں واقعات کو یک جا کر دینا ایک ڈرامائی روپ ضرور ہے لیکن وہ قاعدوں اور جدت میں ایسا الجھ جاتا ہے یا حالات اور ذہنی کش مکش کو ایسے مقام پر لاکھڑا کرتا ہے کہ ان کے گہرے معانی نہیں ابھر پاتے اور ایک طرح کا سطحی ڈرامہ بن ظاہر ہوتا ہے۔ ڈرامے کی باریکی اور بغور مطالعہ کے سبب، ان کے ڈرامائی تخلیق و تعمیر میں خاص کرداروں اور حالات کے اجتماع پر کئی بار پارسی اسٹیج کے طریق کار کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح ریڈیو سے کافی مدت تک وابستہ رہنے کے سبب ان کے ڈراموں میں صوتی اثرات اور صداؤں کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کہانی کے مفہوم اور واقعات میں ایک نئے ڈراما کے روپ میں اپنائیت اور خود سپردگی کی تلاش کے ساتھ ساتھ ڈرامے والی تیزی اور اضطراب ہوتا تو پہلا راجا اور بھی اہم ناٹک تصور کیا جاتا۔

زبان کے نظریے سے بھی پہلا راجا دل چسپ ہے۔ اس کی زبان میں روایتی ادبی زبان اور شاعری کے ساتھ بول چال کی زبان کی روانی بھی موجود ہے۔ بے شک اس میں کئی جگہ رومانی رجحان دکھائی دیتا ہے اور ہندی کی عصری تخلیقی تحریروں کی بے باک اور بے رحمی سے دو ٹوک بات کہنے والی تڑاں اس میں نہیں ملتی لیکن فکری اور ڈرامائی انداز اس میں کافی حد تک ہے۔ مجموعی طور سے

پہلا راجا ہندی ڈراما کے لیے کئی نئے امکانات روشن کرتا ہے۔

در اصل، ہندی ڈراما کی نگارشات کو سب سے زیادہ تخلیقی افادیت اور اہمیت موہن راکش کے ڈراموں سے ہی ملی ہے۔ راکش کے بھی کل تین ہی مکمل ڈرامے ہیں اگرچہ چوتھا شاید جلدی ہی شایع ہو جائے۔ اس میں سے پہلے دو — ”اساڑھ کا ایک دن“ اور ”لہروں کے راج ہنس“ — میں بھی جگہ لیش چندر ماتھر کی طرح ایک بیٹے یگ کے تصور اور امداد سے عصری انسان کے تقاضوں اور کش مکش کا اظہار ہے۔ ”اساڑھ کا ایک دن“، اگر ایک طرف ایک اور تخلیق کار کے اضطراب و تذبذب کو، تخلیقی عمل اور محبت کے اختلاط اور مخالف کھنچاؤ کے تصادم کو پیش کرتا ہے تو دوسری سمت بلکہ کئی زاویوں سے خاص طور سے مصنف کی اس کش مکش کے اضطراب میں گہری ہوئی ایک بھولی اور لامحدود سے پریم کرنے والی عورت کی زندگی کی تشنگی دکھاتا ہے۔ ”لہروں کے راج ہنس“ میں ڈراما نگار کئی قسم کے تناؤ اور دباؤ سے گھرے ہوئے انسان کی اپنی ذات کی تلاش، اپنا راستہ، اپنے آپ چننے کا استحقاق پیش کرتا ہے۔ اس طور سے یہ دونوں ہی ڈرامے بیٹے ہوئے زمانے کے معروف کرداروں سے منسلک ہو کر بھی، حقیقتاً آج کے آدمی کی الجھنوں، کمٹنائیوں اور ہراس سے متعارف کرتے ہیں۔ راکش کے ڈراموں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اہم دلی جذبات کے ساتھ واقعات اور کردار نگاری میں اندرونی تذبذب اور انسانی خیالات کو بھی پیش کرتے ہیں۔ ”اساڑھ کا ایک دن“ میں ہی مصنف اور سرکار کے مابین انسانی ضمیر اور حکومت کے بیچ کش مکش کی تصویر تو ہے ہی، مگر اس کے ساتھ ہی زندگی کے کئی عصری مسئلوں اور اُمید و بیم کا اضطراب بھی دکھایا گیا ہے!

کئی زاویوں سے ”اساڑھ کا ایک دن“ راکش کے ہی نہیں، جدید ہندی ڈراموں کی بہت جامع اور جذباتی تصنیف ہے لیکن کرداروں اور حالات کی واضح تصویر پیش کرنے میں کئی بار اس کو پوری کامیابی نہیں ہو پاتی تھی۔ راکش اپنے تیسرے ناول ”آدھے ادھورے“ میں عصری زندگی کے تضاد کو صاف طور سے دکھانے کی کوشش کرتا ہے، یہ ممکن ہو سکا اور اسی سے وہ بہت ہی مفید اور ہر دل عزیز ثابت ہوا۔ ”آدھے ادھورے“ کی نمائش اور اشاعت کے بعد راکش کی ڈراما نویسہ کو بہت نمایاں طور پر تسلیم کیا گیا۔ کئی زاویوں سے ”آدھے ادھورے“ میں بھی کچھلے دو ڈراموں کی طرح عورت اور مرد کے تعلقات کو، ان کی ضرورتوں اور اختلاط کو، پہچاننے کی ہی کوشش ہے۔

”آدھے ادھورے“ کی ساوتری اوسط درجے کے گھرانے کی ملازمت پیشہ عورت ہے جو اپنے لیے پورا جیون اور پورا شوہر چاہتی ہے! ظاہر ہے کہ ”کمبیل“ کا اس کا تصور بالکل نجی نہیں ہے بلکہ

تضادات سے پرہیز کرنے کے ساتھ ضمیر کش بھی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ چاہت اور تلاش اُس کی زندگی کو اور بھی توڑتی اور ادھوری کر دیتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ وہ جن جن مردوں کی پناہ میں جاتی ہے اور ان کے ساتھ تعلقات بڑھا کر اپنی امنگوں کو پھیلنے پھولنے دیکھنا چاہتی ہے وہ سب اسے مایوس کرتے ہیں اور اسے یوں لگتا ہے کہ ان سب کا چہرہ بشرہ ایک ہے، خول اور نقاب خواہ الگ الگ ہوں اور جن سماجی اور نجی حالتوں کے گھیرے میں وہ زندہ ہے وہ ایسی ہیں کہ اُن سے کوئی چھٹکارا ہی نہیں۔ یہی نہیں، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی اولاد کی زندگی میں بھی اُن کی بازگشت نظر آئے گی! ساوٹری اور مہندرناتھ کے تعلقات کے کشیدہ ہونے سے پوری خاندانی زندگی ہی ٹوٹی نظر آتی ہے۔ یہ ڈراما ہماری عصری زندگی کے ایک ایسے کرب اور المیہ کے رُخ کو پیش کرتا ہے کہ عام تماشا یوں کو کئی سطحوں پر اپنی زندگی کا عکس دکھا پڑتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس پہچان میں کوئی بڑی گہرائی یا جدت نہیں ہے۔ عصری زندگی میں عورت مرد کے تعلقات ٹوٹنے یا بننے یا ان کے اختلافات کے ابھرنے میں کسی باریک توانا یا دھماکہ خیز راز کے افشاء کا اظہار نہیں ہوتا لیکن محدود ہونے کے باوجود ڈراما کا کرب آفاقی اور دل گداز ہے اور ہندی ڈراموں کے سلسلے میں تو ایسی توانائی ہے جو خود بخود اپنی طرف سوچ کا رُخ پھیر دیتی ہے۔ ڈرامے کی ایک بہت بڑی خوبی ہے اس کی زبان جو نہ صرف اسٹیج کے لیے موثر ہے بلکہ بولنے میں لطیف اور آسان ہے، موثر محاورہ 'آدھے ادھورے' میں موجود ہے بلکہ اس میں ایسی توانائی، جاذبیت، نراش اور جدت کی قوت موجود ہے جو ہندی ڈراموں میں بہت ہی کم دکھائی دیتی ہے۔ راکیش نے اس میں ایک خصوصیت کو بھی ظاہر کیا ہے۔ ایک ہی اداکار سے پانچ مردوں کے کردار کراتے گئے ہیں۔ اس کا ما حاصل یہی دکھانا ہے کہ خول چاہے الگ الگ ہوں لیکن چہرہ اصل میں ایک ہی ہے اور مسئلہ کسی ایک مرد یا ایک عورت کا نہیں بلکہ کسی بھی مرد اور کسی بھی عورت کا ہو سکتا ہے۔ اس طریقے سے اسٹیج کا بلاشبہ ایک نیا معیار قائم ہوتا ہے لیکن ڈرامے میں جذبے کو جس رُپ میں پیش کیا گیا ہے وہ اتنا مفصل اور سہل نہیں ہے۔ اسی لیے ظاہری جدت سے زیادہ اس کا یہ اندازِ باطنی نہیں بن سکتا بلکہ کئی زاویوں سے ڈراما کی شدت و توانائی کو محدود کر کے پوری طرح سے ظاہر ہونے میں رکاوٹ پڑتی ہے اور تماشا ئی اور قاری کا دھیان دوسری ہی سمت بھٹکنے لگتا ہے۔ پھر بھی مجموعی طور پر ڈراما کا رُپ اپنے کرب انگیز ڈھانچے کے اندر کافی جاذب اور توانا ہے اور اُس کی بناوٹ میں اطمینان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'آدھے ادھورے' جہاں بھی کھیلا گیا ہے بہت ہی مقبول اور

اثر انداز ہوا ہے۔ اسی وجہ سے ملک کی کئی زبانوں میں اس کے تراجم بھی اتنے ہی مقبول ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اپنی ساری حدوں کے باوجود موہن راکیش کا ”آدھے ادھورے“ آسانی سے آج کے بھارت کے ایسٹج کی ایک قابل ذکر اور اہم تخلیق ہے۔

ہندی کی ڈراما نگاری جن حالات میں پچھلے پندرہ بیس برس میں آگے بڑھی ہے ان کی ساری حدیں اور طاقت، ان دو ڈراموں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے ہندی کے پاس اپنا کوئی باقاعدہ اور ترقی پذیر ایسٹج نہیں رہا اس سے ہندی ڈراما نگار کو بھی آسانی ہوتی تھی، کیوں کہ اُسے کسی وقتی حاجت کے دباؤ سے اپنی تخلیق کو توڑنا موڑنا یا بگاڑنا نہیں پڑتا جیسا کہ بنگالی، مراٹھی، گجراتی اور دیگر ڈراما نگار کو اکثر کرنا پڑتا ہے۔ دوسری طرف اُسے وہ با اثر آوازیں بھی نہیں ملتیں جن کے بھروسے ناطک شروع کرنے کا کام کوئی نیا ادیب آسانی سے ہاتھ میں لے سکے۔ ہندی کا آج کا ناطک کار ایک طرف تو المیہ ڈراما کی طرح انسانی کیریکٹر کو نمایاں کرنے والے اندرونی اور باہر اثرات کو اپنی تخلیق میں مجتمع کرنا چاہتا ہے یعنی اپنے ناطک کو ایک انسانی دستاویز کے روپ میں مشہور اور آفاقی بنانا چاہتا ہے دوسری جانب وہ ایسے روپ کی تلاش کے لیے بے چین ہے جو مغربی ناطکوں کی نقل وغیرہ نہ ہو اور کئی اونچے درجے پر اُسے ہمارے ملک کے روایتی جمال اور ڈراما کی عظیم روایت سے جوڑا جاسکے۔ یہ ایک طرح سے تماشائی سماج سے جڑنے اور اپنی ذات کو اُس تک پہنچا سکنے کی مانگ بھی ہے اور پوری دنیا میں ناطک کے بدلتے ہوئے روپ اور فلم اور ٹیلی ویژن جیسے دل چسپ ذرائع کے ساتھ اپنی افرادیت قائم رکھتے ہوئے وہ زندہ رہنے کی ضرورت کے لیے موزوں بھی ہے۔ ”آدھے ادھورے“ اور ”پہلا راجا“ ہندی کے ڈرامائی ادب کے ان دونوں رجحانات کے مظہر ہیں!

نیمی چندر جین

پہلا راجا

جگدیش چندر ماتھر

پس منظر

مرحلے

بچھلے دنوں کچھ ایسی مشکلیں اور الجھنیں رہ رہ کر میرے ضمیر سے پوچھتی رہی ہیں جن کی جانب ہندی ڈراما نگاروں کا دھیان کم ہی گیا ہے۔

جیسے وہ گرد و پیش کے حالات جس میں عمل (اکیشن) میں آدمی بصیرت یا تحصیل نہیں توجہ اور علاج تلاش کرتا ہے۔ کیا انسانی عمل بھی ایک طرح سے فطرت سے بچنے کے لیے فرار ہے؟ اور کیا با عمل انسان میں تخیل کا استعجاب اور شعور کا احساس اُس کے ارتقا کا سد باب کر دیتا ہے؟

یا انسان اور فطرت کے اصولوں کا باہمی رشتہ! فطرت کی عظمت اور فرحت افروز پہلوؤں کو دیوتاؤں کے رُوپ میں دیکھ کر آدم کی آواز میں شاعری اور ناٹک بہت پھوٹے! لیکن فطرت کی آن گزشت سہولتوں کو اپنے استعمال کے لیے تلاش کرنا اور ان کا صحیح اور جائز مصرف کرنے والے آدم کے سعی و عمل اور تشکیک میں جو ڈراما بکھر پڑا ہے وہ کیا کلیتہً مفقود ہے؟

یا کسی بھی سماج کی ترویج و ترقی امتزاج و اشتراک کی ایسے ہی مرہونِ منت ہے جیسے پیوندی (ہاتی برڈ) بیج کی فراوانی پیداوار کو! پھر بھی کیسی ہے وہ لاعملی اور احمق پن جس کے شکار ہو کر انسان خون کی آمیزش کے باوجود خون بہاتا رہا ہے؟ بھارت ورش کی تاریخ میں آریہ اور غیر آریہ فرقوں کے اختلاط کا ردِ عمل بھی کیا ان ہی بھنوروں میں سے ہو کر نہیں گزرا؟

یا عامیانہ اور شاہی وقار کے درمیانی رشتوں کی بنیاد! راجا میں خدائی جلال کی پرچھائیاں

کی وجہ یا تعلقات سے عاری ہوتے یا اختلاط کے ساتھ باہمی مفاد میں سمجھوتہ ہوا؟
یا بلند فطرت آدم میں عمل کا اضطراب و عجلت اور جنس (سیکس) کی اُبلتی حرص کا فطری
باہمی تعلق! کیا فرائڈ اور دوسرے ماہرین نفسیات نے لیڈو میں جنسی تسکین اور من شکیستی کے لیے جس
صحت کو پایا ہے اس کا اشارہ سنسکرت ڈراموں کے ان نایکوں میں نہیں ملتا جو شرنگار رس میں شرابور
ہوتے ہوئے شاذ ہی ویر رس سے متاثر ہوتے ہیں؟

ان مسئلوں کو اسٹیج پر پیش کرنے کے لیے علامتوں کا ذریعہ مجھے بہت دل چسپ لگا۔ ایسی
علامتیں اور تلمیحیں مجھے ایک پورانک داستان میں ملیں! مہا بھارت اور پوران میں یہ کتنا اس
طرح سے ہے:

بنیادی داستان

بہت قدیم زمانے میں راجا نہیں تھے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آریوں کو بھارت میں
آئے بہت دن نہیں گزرے تھے اور ہڑپا تہذیب کے پُرانے اساطیری باشندوں سے اُن کا تصادم
چل رہا تھا۔ دیوتاؤں کی مرضی کے مطابق بھگوان وشنو نے اپنے جلال سے وراجی نامی ایسے گوشت
پوست والے بیٹے کی تخلیق کی جو انسانی سماج میں اعلیٰ اور ارفع مقام کا حق دار ہوا! اس کے بعد
برہما ورت (ہریانہ پنجاب میں سرسوتی کا پردیش) میں چار یا پانچ دوسرے حکمران ہوئے لیکن سبھی نے
سنیاس لیا۔ حکومت کا بوجھ وہ سنبھال نہ سکے۔

چوتھے (یا پانچویں) تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف ہے) کا نام تھا انگ۔ انگ کی بیوی
کا نام تھا سینتھا جسے مرتیو دیوت کہا گیا ہے۔ ان دونوں کا بیٹا وین تھا۔ وین بچپن سے ہی مغرور
اور بد اخلاق تھا۔ اس کے وطیرہ سے تنگ آکر انگ ایک رات سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چپ چاپ
جنگل کی سمت چل پڑا۔

برہما ورت میں ڈاکوؤں (قزاقوں) جو شاید ہڑپا تہذیب کے پُرانے باشندے تھے) کے
ڈر سے اترے، بھیرگو، شکر آچاریہ، گرگ اور دوسرے بے شمار مینوں نے سینتھا کی رائے سے وین
کو حاکم کے روپ میں تسلیم کیا۔ وین بڑا ظالم تھا۔ اُس نے یگیہ ہون وغیرہ سب بند کر دیے۔ وہ
اپنے آپ کو ایشور گردانے لگا۔ اس نے برہمن جاتی کے مینوں کی صلاح کو ٹھکرا دیا اور اختلاط و
امتزاج کی ترویج کی۔

تب مٹیوں نے اپنے منتروں، طلسم اور منتر پوت کشا کے ٹکوں اور لاتوں سے اس کو ہلاک کر دیا۔

وین کی ماں سینتھانے اس کے لاشہ کو منتروں (اور شاید کسی طرح کے لیپ) سے محفوظ رکھا۔ ادھر برہما ورت میں پھر ڈاکوؤں کے حملے ہونے لگے۔ مٹیوں کو اپنے آشرم کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہوئی۔

آخر مٹیوں نے وین کے لاشہ کو لے کر پہلے منتروں کی بدولت اس کی داہنی لات کا منتھن کیا۔ اس سے ایک پستہ قد کا آدمی ظہور میں آیا جس کی شبیہ بڑی بے ڈول تھی۔ رنگ جلے ہوئے کھبے کے مانند آنکھیں لال، بال کالے سینتھانے اس سے کہا — ”نی شید“ (بیٹھ جاؤ) اسی لیے وہ نشاد کہلایا۔ اس نے جنم لیتے ہی وین کے سارے گناہوں کو اپنے اوپر لے لیا۔ اسی کے اخلاف، پریتوں اور جنگلوں میں رہنے والے: نشاد کہلاتے!

اس کے بعد رشی مٹیوں نے وین کے دائیں بازو کا منتھن کیا۔ اس سے ایک دوسرا انسان پیدا ہوا جو دیو راج اندر حبیباً خوب صورت تھا۔ ہتھیاروں سے آراستہ پر جلال اور بارعب دکھائی دیتا تھا۔ اس کا نام تھا پرکھو — سوت اور ماگدھ نے اُس کا گن گانا شروع کیا۔ پرکھو نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ ابھی تو میں نے کوئی سودمند کام نہیں کیا۔ ابھی سے میری توصیف اور تعریف کیسے ہو رہی ہے؟

بعد ازاں پرکھو نے رشی مٹیوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی مجھے کس نوعیت سے خدمت کرنی ہوگی اور کس طرح بامقصد اور بہبودی کے کام کرنے ہیں؟ — یہ مجھے بتا دیجیے! تب شکر آچار یہ اور دوسرے مٹیوں نے پرکھو سے کچھ حلف اٹھوائے اور وعدے کروائے جن میں اہم یہ وعدہ تھے — ”من، اظہار اور عمل سے وید کا پالن۔ وید میں بتائی گئی سزا کو حکمت عملی میں چلانا۔ جملہ انسانوں کے نیکی خیالات رکھنا البتہ برہمنوں کو سزا نہ دینا۔ سماج کو اختلاط سے بچانا، وغیرہ

ان قسموں سے بندھ جانے کے بعد ہی پرکھو، سینتھانے کی وساطت سے ’راجا‘ مشہر ہو گیا۔ پرکھو ہی پہلا راجا تھا۔ ’راجا‘ یعنی جو ساری مخلوق اور رعایا سے شفقت برتے۔ پرکھو نے اپنی وزارت میں شکر آچار یہ کو پروہت بنایا۔ گرگ کو منجم اور سرسوتی کے کنارے اونچے منصب پر متعین کیا۔ اترے اور دوسرے مٹیوں کو دیگر وزارتیں عہدے دیے۔ سوت اور ماگدھ سے خوش ہو کر انھیں انوپ اور مگدھ دیش میں تعینات کیا۔ سینتھانے انہیں آجگونا می ترکش بھی دیا۔ پرکھو

نے ڈاکوؤں کو زیر کیا۔ برہمادرت میں امن قائم ہوا۔ سرسوتی کے کنارے پر رشی مونیوں کے آشرموں میں پھر سے یگیہ وغیرہ ہونے لگے !

پر تھو کی بیوی کا نام ارچی (ارچنا) تھا اور جب پر تھو کا دین لاشہ سے ظہور ہوا تبھی ارچی بھی نمودار ہوئی تھی۔

کچھ دنوں بعد اُن کی سلطنت میں گرانی اور قحط پڑا۔ زمین سے پیداوار ناپید ہوئی۔ بھوک کے سبب رعایا سوکھ کر کاٹا ہو گئی۔ پر تھو کو معلوم ہوا کہ زمین نے خود ہی جان بوجھ کر اناج اور دوسری غذائیں اپنے اندر چھپالی ہیں۔ بہت دل برداشتہ ہو کر آنکھوں نے تیر و ترکش اٹھایا اور دھرتی کو مارنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ڈر کر دھرتی نے گائے کا روپ دھار لیا اور چاروں جانب سڑگ لوک، پاتال اور انترکھش میں بھاگنے لگی لیکن پر تھو ہر جگہ اس کا پیچھا کرتے رہے اور اُسے تر لوک میں کہیں بھی پناہ نہیں ملی۔

تب دھرتی نے پر تھو کے سامنے آکر پُر اثر آواز میں استدعا کی — ”میں بے گناہ ہوں۔ آپ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہیں؟ مجھے نابود کر کے آپ اپنے کو اور اپنی رعایا کو کہاں مجتمع کریں؟ راجانے کہا — ”تو ہر دن ہری گھاس کھا جاتی ہے لیکن اپنے بھتن کا دودھ نہیں دیتی میں تیرو سے تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی قوتِ بازو سے رعیت کو بخش دوں گا۔“

دھرتی نے جواب دیا — ”آپ لوگوں نے میری پرورش اور عزت کرنا چھوڑ دیا۔ زراعت اور دوسرے طریقوں کو بھلے طور سے نہیں اپنایا۔ اسی سے میں نے اجناس کی پیداوار کو اپنے اندر چھپا لیا ہے۔ اگر آپ کو بے شمار جانداروں کی سلامتی اور قوت کی ترقی کرنے والے اناج کی ضرورت ہے تو آپ میرے لائق بچھڑا، دوہن پاتر اور دوہنے والے کا انتظام کیجیے تبھی میں دودھ کے روپ میں آپ کو وافر اشیاء دے دوں گی۔ ایک بات اور ہے۔ آپ کو مجھے ہموار کرنا ہوگا جس سے برسات گزر جانے پر بھی میرے اوپر اندر کا برسایا ہوا پانی قائم رہے۔ میرے اندر کی نمی سوکھنے نہ پائے۔“

پر تھو نے ترکش کی نوک سے چاروں سمت اونچائیوں کو اکھاڑ کر دھرتی کو ہموار کر دیا۔ اس ہموار زمین میں بستیوں اور کھیتی وغیرہ کا انتظام کیا۔ آدم کو بچھڑا بنا کر اپنے ہاتھوں سے پر تھو نے سترہ طریقوں سے دھانیوں کو دوہا اُن کے پیش نظر اکثر عالموں نے طرح طرح سے فطرت کو دودھ کر حسبِ منشاء اشیاء حاصل کر لیں۔ رشیوں نے برہمپتی کو بچھڑا بنا کر آواز و ساز کی بدولت وید

دوہ لیے۔ دیوتاؤں نے اندر کو بچھڑا بنا کر طلائی ظروف میں تینوں طریقوں کی شکستوں (توتوں) کو دوہا۔ جن و اہرمن نے پہلا دو آلہ کار بنا کر لوہے کے ظرف میں بادہ کے روپ میں دو دھ کو دوہا۔ گندھروؤں اور اپسراؤں نے اقرار حق کو بچھڑا بنا کر کنول کے روپ میں موسیقی اور حُسن کو حاصل کیا۔ کان، نباتات، دھات، سبزہ ہر طرح کی اشیاء کا دھرتی میں سے استحصال ہوا۔ سب سے زیادہ ہری بھری، جنت نشاں زمین، پرکھو کے نام پر پرکھوی کہلائی !

اس کے بعد پرکھو نے سواشومیدھ لگیوں کے انصرام میں ہاتھ ڈالا۔ ان کے ننانوے لگیہ تو پورے ہو گئے البتہ سوویں لگیہ کو اندر نے پورا نہیں ہونے دیا۔ اُس نے ریاکاری کا لباس زیب تن کر کے اشومیدھ کے گھوڑے کا کٹی بارہن کیا۔ پرکھو نے اندر کا خون کرنا چاہا لیکن رشی مَنیوں نے مشورہ دیا کہ لگیہ میں اندر کی قربانی دے کر اُسے بھسم کر دیا جائے ! تب برہمانے پرکھو کو یہ کہہ کر روکا کہ راجن آپ تو رستگار مذہب کے جاننے والے ہیں، آپ کو لگیہ کے رسوم کی ضرورت نہیں ہے۔

کچھ تاریخی حقائق اور استدلال

پرکھو کی داستان مہا بھارت کے ”راج دھرم انوشاسن پیرو“ میں نمایاں طور سے دی گئی ہے اور بھاگوت پوران (چوتھا باب، اُنیشواں ادھیائے) اور وشنو پوران میں اُس کے کئی جُز جوڑ کر اُسے وسیع و عریض کر دیا گیا ہے۔ البتہ پرکھورگ وید اور اتھروید دونوں میں ملتا ہے بڑت بہتہ برہمن میں اُسے ”پہلا راجا“ کا خطاب دیا گیا ہے۔ انہی تحریروں کو مہا بھارت اور پورانوں میں سلسلہ وار بیان کا روپ دیا گیا ہے۔

پرکھو کی کتھا میں نشاد اور سرسوتی کی چرچا جس ڈھنگ سے کی گئی ہے اُس کی تحقیق کرتے کرتے مجھے دو صداقتیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ نشاد لفظ برہمن یا کھشتری پتا اور شودر مانا سے کثیر اولاد کے لیے مستعمل ہوتا رہا ہے۔

کوش نامی نشاد کارگ وید اور اترے برہمن کے مطابق سرسوتی کے کنارے پر جب کچھ رشی لگیہ کر رہے تھے تب کوش بھی اُن لوگوں کے ساتھ تھا اور چوں کہ وہ داسی کی اولاد تھا اس لیے مَنیوں نے اُسے اپنے آشرم سے نکال دیا۔ رنجیدہ نشاد — کوش — رگستان کو چلا گیا۔ وہاں اُس نے سرسوتی کی حمد کی جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ رگستان میں ہی سرسوتی کا پانی اُس کے چاروں جانب پھیل گیا۔ جب رشیوں نے نشاد کے حمد کی تاثیر دیکھی تو انھوں نے اپنے آشرم میں بلایا اور لگیوں میں شامل کر لیا۔

ڈاکوؤں کا ذکر رگ وید میں کئی بار آیا ہے۔ اُن نگروں کے سلسلے میں جن کی بربادی کے لیے رگ وید کے آریہ بار بار اندر اور دیگر دیوتاؤں سے استدعا کرتے ہیں۔ حال ہی میں سرسوتی کی دھارا جس وادی میں سے ہو کر بہتی تھی اُس کے کنارے ہڑپا تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ جن میں نمسیاں راجستھان میں سورت گڑھ کے قریب ہی کالی بھنگ میں ہڑپا۔ موہنجو داڑو کی طرح ہی ایک شہر کے کھنڈر ہیں۔ میں نے اُن کھنڈروں کو دیکھا ہے اور اُونچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر سرسوتی کی دھارا سے مسحور ہونے کا احساس بھی کیا ہے۔ کیسے اوپر سے بہہ کر آئی ہوئی مٹی نے سرسوتی کے بہاؤ کو روک دیا ہوگا اور محاکالی بھنگ کی نگری کا ہراس ہوتا گیا ہوگا۔ آثارِ قدیمہ کے ماہر شری تھا پر نے مجھ سے ایک دل چسپ بات بیان کی۔ ماہرِ ارضیات نے سرسوتی کی سُوکھی دھرتی میں مٹی کی جانچ کر کے یہ یقین دلایا ہے کہ قدیم سرسوتی میں ایک اور دھارا ملتی تھی جو بعد میں جمنا کی سمت مڑ گئی اور سرسوتی کو اس کا پانی ملنا بند ہو گیا۔ یہ بھی سرسوتی کے خشک ہو جانے کی وجہ تھی۔

سرسوتی کے ریگستانی علاقے میں کالی بھنگ اور دوسری جگہوں میں اُجڑتی ہوئی بستیوں کے باشندے ہی وہ ڈاکو نہیں تھے جو سرسوتی کے بالائی کنارے پر واقع آریہ مٹیوں کے آشرموں پر حملہ کرتے تھے؟ ان لوگوں میں ماں کی پوجا عام تھی۔ ہڑپا۔ موہنجو داڑو میں دستیاب مٹی کی صورتوں وغیرہ سے اس کا تعین ہوتا ہے۔ ایک صورت میں بھونی دیوی کی کوکھ میں سے ایک شجر نکلتا دکھایا گیا ہے۔ پر تھوی کی روئیدگی کا روپ! ماما پوجا، پہاڑی آریہ زندگی میں گھل مل گئی البتہ اس کی تصویریں کبھی کبھی عجیب صورتوں میں ملتی ہیں جن کی وہ لوگ آج بھی تعظیم کرتے ہیں۔ (ان صورتوں کا خوب صورت مجموعہ اودے پور کے بھارتیہ لوک کلامنڈل میں دیکھا جاسکتا ہے)۔ راجستھان ہی میں ماما (امبا) کی پرستش کے وقت پوجا کرنے والے مرد اور عورتوں پر دیوی کے چڑھنے کی روایت اور متعلقہ موسیقی اور رقص اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

یہ بھی جان پڑتا ہے کہ ان دنوں (شاید عیسوی سن کی سولہویں اور بارہویں صدیوں کے آس پاس) تین قسم کے بین الاقوامی انقلاب آریوں کی زندگی میں آئے۔ پہلی تبدیلی آئی ان کی سیاسی صورت حال میں۔ اقتدار مٹیوں اور برہمنوں کے ہاتھ میں تھا۔ البتہ اپنے آشرموں کی حفاظت کے لیے اپنے بگبگ کے قاعدوں کی تکمیل کے لیے انھوں نے قبیلوں کے سرداروں کو حاکموں کے روپ میں قبول کیا حالانکہ حاکم کے اقتدار اور حقوق کی روپ رکھا واضح اور متعین نہ تھی۔ مٹیوں اور برہمنوں میں تصادم ہوئے۔ حاکم ہٹ بھی گئے۔ کسی کسی کا خون بھی ہوا۔ بالآخر حاکم کو راجا کا سر روپ دیا گیا اور مٹیوں اور برہمنوں

سے راجا کارا بطہ کچھ معین کاموں (یعنی راج دھرم) کے آدھار پر واضح ہوا۔ ان تعلقات کو ہی بعد میں ”شکر نیتی“ سے منسوب کیا گیا۔

دوسری سب سے بڑی تبدیلی یہ تھی کہ بھارت کی قدیم جاتیوں سے آریوں کا رابطہ اور انھیں اپنے سماج میں یا سماج کے ارد گرد جگہ دینا۔ ہڑپا، موہنجو دڑو تہذیب کی جاتیوں کے علاوہ بھارت میں دیگر جنگلی قبیلے اور فرقے تھے۔ آریوں نے کچھ رسوم کو جو کاتوں قبول کیا اور کچھ کی عورتوں کے اختلاط سے اولاد پیدا کر کے انھیں نئے البتہ پس ماندہ فرقوں کا مناسب مقام دیا اور کچھ کو سماج سے یکسر خارج کر دیا۔ متعدد مناظرے اور بحثیں ہوئیں خاص طور سے نسلی اختلاط و امتزاج کی مشکلوں کو لے کر۔ نشا دناں ہی اس نسلی امتزاج سے پیدا شدہ اولاد کے لیے استعمال کیا گیا جس کا باپ آریہ اور ماں جنگلی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ ماں کی پوجا اور طرح طرح کے رسم و رواج، تہواروں اور طور طریقوں کا بھی آریوں کے سماج میں ادغام ہوا۔ متنوع قسم کے تعلقات اور کاوشوں کو لیجی ٹی بیٹائیز کرنا (جائز روپ دینا) آسان کام تھا۔ اس روش سے جہاں جہاں ایک جانب آریہ سماج میں کچھ تنوع پیدا ہوا وہاں آریائی مزاج میں بھی پھیکا پن پیدا ہوا۔

تیسری اہم بات تھی مشترکہ زراعت، بستیوں اور شہری تہذیب کے متنوع اور اس طرح کے طرز رہائش سے درجہ بدرجہ آفت کرنا۔ آریہ لوگ حیوانوں کی پرورش کے طریقوں واقف تھے اور نت نئے چراگاہوں کی تلاش میں ہی انھیں انسانی زندگی کی ترقی سے شغف رہا تھا۔ آغاز میں اُن کی کھیتی باڑی کا طریقہ بھی آج کل کی ناگا اور آدسی باسی قبیلوں کے ”جھوم“ طریقہ سے ملتا جلتا تھا، یعنی جنگلوں کا باقاعدگی سے جلانا۔ کچھ برس پیداوار کرنا اور جب زمین بخر ہو جائے تو اُسے چھوڑ کر پھر نئے جنگل کاٹنا۔ جنگلوں میں چراگاہوں کی کھوج کرنے والے آریوں کے ذریعے یہ طریقہ بھارت کے گھنے جنگلوں میں اپنانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن ملک کے کچھ حصوں میں اس طریقہ کا اثر مہلک ثابت ہوا ہوگا۔ سرسوتی ندی کے کنارے کے شہروں اور گاؤں کے قدیم باشندوں (یعنی ہڑپا۔ موہنجو دڑو تہذیب کے آثار) نے ریگستانوں کے درمیان دریائی وادیوں میں زراعت کی ہریالی اور پیداوار کی اسی طرح ترویج ہوئی تھی جیسے اُن کے ہم عصر و جلد۔ فرات اور دریائے نیل کی وادیوں کے قبیلوں نے کیا تھا۔ آب پاشی کے طریقے اور زمین کی قوت نشوونما کا احساس اُن کے لیے ناگزیر تھے۔ لیکن آریوں کے لیے یہ نئے تھے۔ کیا آریوں کی جنگل جلانے کی رسم کی وجہ سے ہی سرسوتی ندی سوکھتی چلی گئی؟ اغلب ہے کہ ایسا ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے کچھ قحط بھی پڑا ہو! سوکھا بھی

پڑا ہوا اور جنگل جلانے والے رشتی مینوں کے سماج کو دھرتی کی اُچ اور اُس کی مختلف النوع پیداواروں کی نشوونما کے لیے نئے طریقے بھی اپنانے پڑے ہوں !
جس شخص نے دھرتی کی یوں نشوونما کی، اُس کی پیداواروں کے طریقوں کی صورت پیدا کی، اُسے ہموار کر کے اس کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کیا، اس کا نام مہا بھارت اور پورانوں کے مطابق پرکھو تھا !

پرکھو — اصل میں ایک علامت رہا ہوگا اُن تینوں آفاق گیر تبدیلیوں کا جن کا اُپر بیان کیا گیا ہے۔ پرکھو اور پرکھوی، لفظوں میں پہلے کس کی فکر ہوئی یہ مبہم ہوتے ہوئے بھی واضح ہے کہ پوران کاروں نے کہیں تو پرکھوی کو پرکھو کی لڑکی، کہیں اس کی رفیقہ حیات (زوجہ) اور کہیں اس کی ماں کا سُرُوپ دے کر اُس صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا جس نے آریہ جیون اور بھارت کی کاپلیٹ کر دی !

ضروری نوٹ

خاص کھوجنے والے قارئین کی تفریحِ طبع کے لیے مندرجہ ذیل نوٹوں میں نائٹک کے کچھ ایسے مضامین کا بنیادی مواد فراہم کر رہا ہوں جن کے بارے میں عموماً کچھ شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔
کُشاکی رستی اور ہنکاروں کے ذریعے وین کا خون

مہا بھارت میں (راج دھرم انوشاسن پرو) شلوک ہے۔

مثال کے طور پر وین مناصمت سے مغلوب ہو کر لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ تب وید جاننے والے رشتیوں نے منتر لپت کُشوں کی وساطت سے اُسے مار ڈالا۔ شریکد بھاگوت میں اگرچہ کُشا کا ذکر نہیں ہے، پھر بھی برا فروختہ ہو کر رشتیوں کا وین کو مار ڈالنے کا اعلان واضح طور سے تحریر کیا گیا ہے (چوتھا باب ادھیائے چودہ)۔ ”اس طرح سے اپنے چھپے ہوئے غصے کو ظاہر کر کے اکھوں نے اُسے مارنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ تو بھگوان کی ناراضگی کی وجہ سے پہلے ہی مر چکا تھا اس لیے صرف ہنکاروں سے ہی اکھوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔“ ایک اور بھی شلوک ہے جس میں منی لوگ ”مار ڈالو“ اس اچھے ڈھب سے ہی کہنے پاپی کو مار ڈالو !“ چلاتے ہوئے اپنے غصے کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس طرح کی ہنکاروں اور موجودہ نعرہ بازی اور اندولنوں میں مجھے کافی مناسبت نظر آتی

ہے۔ منتر پوت کُشاؤں سے خون کرنا تو صاف طور سے رسی کی بدولت گلا گھونٹنے اور کُشاؤں کے حملوں سے ہی قتل کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔

وین کے لاشہ کا سینٹھا کے ذریعے بچاؤ

شرمید بھاگوت میں کہا گیا ہے: ”محزروں سینٹھا علم اور مہز کے بل سے اپنے بیٹے کے لاشہ کی حفاظت کرنے لگی۔“ یہ کون سا علم اور کون سا مہز تھا جس کے ذریعے سے سینٹھا نے وین کے لاشہ کو سڑنے لگنے سے بچا لیا تھا؟ ————— مصر بعید میں انہی دنوں مُردہ انسان کی لاش پر ایک عجیب سالیپ کر کے اسے محفوظ رکھنے کی رسم عام تھی۔ مصر کے اہراموں میں موجود ہزاروں ممیاں اس کا ثبوت ہیں۔ کیا بھاگوت کا اسی طرح کسی طریق کار کی طرف اشارہ کرتا ہے؟ سینٹھا کو پرتھو کی بیٹی کہا گیا ہے۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی اور ملک کی لڑکی تھی جہاں اس نے ایسے طریقوں کو سیکھا؟

جسمانی منتھن: جنگھاپتر، بھوجاپتر

رشی مَنیوں کی بدولت وین کی جنگھا (ران) کا منتھن اور اُس میں سے ایک کالے قبیج اور پستہ قد شخص کا نکلنا۔ اس حصہ میں حقیقتاً وین کی حرامی بے پدر اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ جنگھا (ران) کے منتھن سے اور کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ وین کے کسی آریائی دوشیزہ سے تعلقات رہے ہوں گے اور اس کی اولاد آریہ مَنیوں کو ناقابل قبول رہی ہوگی اُسے اپنے اختیارات سے فریب دینے کے لیے وین کے جسم کے منتھن کی سبیل سوچی گئی اور یوں ایک آریہ کل کے ویر کو وین کا بھوجاپتر مشہر کر کے راجا کے رُوپ میں ظاہر کیا گیا۔

مہا بھارت کے شلوکوں اور اسی طرح سے پورانوں میں جنگھا اور بھوجا کے منتھن کی رسم کے بیانات درج ہیں۔ یہ سب پرانے زمانے کے جاتیوں کے امتزاج و اختلاط کی شکل کو برہمن گرنٹھ کاروں کے ذریعے واضح صورت میں بیان کرنے کے طریقے ہیں۔

نِشاد، کُوش۔ نخلستان میں کُوش کے ذریعے سرسوتی کا احترام

ڈاؤسن کی کلاسیکل ڈکشنری کے مطابق نِشاد، لفظ پربتوں اور جنگلوں میں رہنے والی جاتیوں

کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور ایسے سماج راندہ شخص کے لیے بھی جس کا باپ دوسرے فرقے کا ہو اور یاں شودر۔ وین کی جنگھا سے اگنے والا نشاد ہی اُن کا جسمانی رُوپ مانا گیا ہے۔

مہا بھارت اور پورانوں میں کوش کی داستان کا وین اور پرکھو کی داستانوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کوش کا بیان اترے برہمن میں ہے۔ وہ غلام زادہ تھا۔ رگ وید میں اُس کے پتا کا نام الوش کہا گیا ہے۔ سرسوتی کے کنارے پر اس نے رشتی مہینوں کے ساتھ یگیہ میں حصّہ لینا چاہا لیکن غلام زادہ ہونے کے سبب اُسے سرسوتی کے پانی سے طہارت کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ تب رگستان میں جا کر اُس نے تپسیا کی۔ سرسوتی کا پانی وہیں ظہور پذیر ہوا۔ اس سلسلے میں رگ وید کے دسویں باب میں کوش کے نام سے منتروں کے نمونے اس طور سے ہیں: ”مہربان سودمند پانی، میری عرض سُنو! میری تپسیا میں یگیہ کے لیے پاکیزگی رکھی جاتی ہے اور تمہاری حمد گائی جاتی ہے۔“

سب طریقوں سے پانی آ رہا ہے۔ یہ دھن کا آدھار ہے اور زندگی کے لیے مفید ہے۔“

کوش نے رگستان میں جا کر سرسوتی کے پانی سے استدعا کی اور پانی وہاں نمودار ہوا۔ اس باب میں شاید رگستان تک سرسوتی کے پانی کو کسی طریقے سے شاید نہر کی صورت میں لے جانے کی کاوش کا اشارہ ہے۔ کالی بھنگ کے پاس مرو بھومی کے قریب سرسوتی کی سوکھی دھارا کو دیکھ کر مجھے اس اشارہ کا احساس ہوا۔ اسی لیے میں نے اس ناٹک میں وین کو ایک ہی شخص کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔

تجربہ کار قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ناٹک میں کوش پرکھو کی ادھوری شخصیت کا مطلوبہ حصہ ہے۔ ایک ہی شخص کے دو جز تو باہم دیگر کی گونج بن کر رہ جاتے ہیں۔

سرسوتی پار کے ڈاکو

رگ وید میں ڈاکوؤں اور تاجروں، دونوں کو آریہ مخالف کہا گیا ہے۔ یہ لوگ گائے چرانے والے اور یگیہ سمار کرنے والے کہے گئے ہیں۔ ان ڈاکوؤں اور ان آسوروں، راکھشوں میں جن کے شہروں کا اندر نے خاتمہ کیا کوئی تعلق تھا یا نہیں، یہ بات رگ وید میں واضح نہیں ہے۔ شریکد بھاگوت میں برابر کہا گیا ہے کہ سرسوتی کنارے پر آشرموں میں رہنے والے مہنی، ڈاکوؤں سے ڈرتے رہتے تھے۔ جب وین جیسا سنگ دل حاکم برہما ورت میں جلوہ گر ہوا تب یہ ڈاکو لوگ خاتے کے ڈر سے خوف زدہ چوہوں کی صورت میں چھپ گئے لیکن جب وین مر گیا اور کوئی مزاحمت کرنے اور دباؤ ڈالنے والا نہ

رہا تو معاً ان ڈاکوؤں کا اثر پھیل گیا اور ریشیوں نے سب اطراف سے دھاوا کرنے والے ڈاکوؤں کی وجہ سے پیدا شدہ دھول دیکھی۔

یہ کون سے پوریا نگر تھے جن کا آریوں اور اُن کے نیا اندر نے خاتمہ کیا — اس سوال پر بے شمار عالموں نے غور کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے ہڑپا تہذیب سے مغلوب شہریوں کو ہی آریوں کا دشمن مانا ہے۔ سرسوتی کی وادی میں کالی بھنگ اور لگ بھگ اٹھارہ دیگر مقاموں میں اس قدیم تہذیب کے آثار کے ظہور کے بعد یہ معین ہو گیا ہے کہ آریوں کے آنے سے پہلے سندھ، راوی اور سرسوتی کے کناروں پر ایک شہری تہذیب لہلہا رہی تھی جسے شاید آریوں نے نیست و نابود کیا۔ بچے کچھے لگ بھی مایوس ہو کر ڈاکو بننے کے لیے تیار ہو گئے۔ بالآخر آریوں کی تہذیب میں اُس شہری تہذیب کے کئی جوہر اور روپ شامل ہو گئے۔

شکر آچاریہ، اترے، گرگ وغیرہ

مہا بھارت کے مطابق شکر آچاریہ نے سیاسیات کو ایک ہزار شلوکوں میں بیان کیا۔ اس بیان کے بعد اُسی راج دھرم شناسن (ملکی طرزِ عمل) کے باب میں پرہتو کے سب سے پہلے راجا بنائے جانے کی تفصیل ہے۔ اُس تفصیل کا ظاہری حصہ وہ ہے جہاں رشی مہنی پرہتو سے سیاست، قانون و سزا اور راجا کے کاموں کے بارے میں کچھ عہد و پیمان کرتے ہیں۔

میں نے اُس عہد و پیمان کو بہت کچھ مہا بھارت، ہی کے الفاظ میں نائٹک میں شامل کیا ہے اور انھیں ایک طرح کے قانون قاعدوں کا سروپ دیا ہے۔ جب یہ عہد و پیمان پرہتو نے کیے تھے وہ راجا ہوئے اور ریشیوں نے متحد اور یک زبان ہو کر انھیں آشیر واد دیا۔ رموز دان شکر آچاریہ اس تحریک کے پیشوا تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ فوراً ہی پرہتو نے انھیں اپنا پر دہت بنایا اور ساتھ ہی گرگ اور باقی ماندہ مہنیوں کو دوسرے مختلف منصب عطا کیے۔

شکر آچاریہ کے علاوہ پرہتو کی داستان میں اترے مہنی کا ذکر شرمیہ بھاگوت میں خاص طور سے کیا گیا ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ جب اندر نے پرہتو کے اثنو میدھ لگیوں میں رکاوٹ ڈالی تب اترے نے ہی پرہتو کو اندر کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اترے ترغیب دینے والے اور آگاہ کرنے والے کے روپ میں اُن داستانوں میں ظاہر کیے گئے ہیں اور اسی لیے میں نے ان میں جدید

فصیح لیڈروں سے کچھ مشابہت پائی۔ شکر آچار یہ اُن کو لازمی ڈپلومیٹ اور دُور اندیش جان پڑے۔
میں نے بھرگو وِش اور اترے وِش کی باہمی رقابت کا موضوع بنایا اور اسے وِش سٹھ اور وِشوامتر
کی واضح چٹقلش کے مطابق لکھا ہے۔ آشرموں کے مابین اس قسم کی رقابت تختیلی ہوتے ہوئے بھی جائز
معلوم ہوتی ہے۔ مینوں کے مابین اس طرح کا اختلاف اپنی طاقت اور اثر کو عوام میں قائم رکھنے کے
لیے کبھی کبھی ظاہر ہوتا رہا ہو، اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں!

ڈرامہ میں جس طرح باندھ کے کام میں رخنہ ڈالنے کا خود غرضانہ خفیہ منصوبہ بنتے دکھایا گیا ہے
وہ ایک حقیقی واقعہ پر مبنی ہے۔ میری دانست میں کچھ سال پہلے بارٹھ کو روکنے کے لیے ایک باندھ کی
مرمت میں ایک مقامی لیڈر کے متعصبانہ مشورہ پر اسی لیے ڈھیل ڈالی گئی کہ اگر زیادہ مزدور بھیجے
جاتے تو اُن مقامی نیتا کی پارٹی کے مزدوروں کی اجرت میں کمی ہو جاتی۔

سُوت اور مالگدھ

سُوت اور مالگدھ نے پرکھو کے ظاہر ہوتے ہی اس کی تعریف کے گُن گانے شروع کیے اور
اُن سے خوش ہو کر پرکھو نے انھیں اَنوپ پر دلش سوئپ دیا۔ یہ باب مہا بھارت میں آتا ہے۔ البتہ
شرمید بھاگوت میں اس کا خاصا دل چسپ رُوپ ہے۔ جب ان دونوں نے پرکھو کی قصیدہ خوانی شروع
کی تو پرکھو نے انھیں ٹوکا۔

میں نے سُوت اور مالگدھ کا موازنہ آج کل کے پرچارک اور اشتہار بازی کرنے والوں سے
کیا ہے۔ یوں تو پرانی کتابوں میں حمد و توصیف اور قصیدوں کی بہت بھرمار ہے البتہ کسی شخص نے
اس طرح کے قصیدہ خوانوں کو یہ کہہ کر روکا ہو کہ بنا موقع محل کے چاپلوسی کرنا غلط ہے، ایسا بیان
مجھے کوئی زیادہ واضح نہیں دکھائی دیا۔

ارچی — ارچنا! پرکھو کی بیوی کیسے اور کہاں سے آئی؟ اس بارے میں مہا بھارت
اور پُورانوں کی کہانیوں میں مجھے کوئی آگاہی نہ مل سکی۔ شرمید بھاگوت میں اتنا ہی کہا گیا ہے کہ جس وقت
داہنی ران سے پرکھو نمودار ہوئے اسی وقت سب خُوبیوں اور خُوب صورتیوں سے مزین ان کی رانی بھی
پیدا ہو گئی۔ میں نے ارچی کو ایک آشرم کنیا اور گرگ مُنی کی گود لی ہوئی بیٹی کے طور پر پیش کیا ہے۔
اس طرح کی آشرم کنیاؤں کے تذکرے تو قدیم بیانیوں میں کثرت سے ملتے ہیں جن میں شکنتلا کا ذکر سب
سے نمایاں ہے!

اُروی۔ دھرتی۔ پرتھوی

پرتھوی کی کہانی غیر معمولی چیز ہے۔ دھرتی کا پرتھو کو آگاہی دینا۔ دھرتی گاتے کا رُوپ دھار کر پرتھو سے پناہ لینے کے لیے بھاگی اور بے بس ہو کر اُس کے سامنے حاضر ہوئی اور تب اُس نے اُسے بتایا کہ وہ اپنا دھن، نشوونما اور بیج باہر نہیں لا رہی ہے۔ یہ علامتی کہانی نرالی ہے۔ پہلے تو میں نے اس جُز کو خواب کے انداز میں ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ البتہ جب مہا بھارت اور پُوران خود ہی کہتے ہیں کہ پرتھو نے دھرتی کو ہموار کیا اور کھیتی باڑی کا مناسب منصوبہ بنایا اور مختلف طریقوں سے پرتھوی کی پیداواری صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تو مجھے یوں لگا کہ خواب ناک منظر کی نسبت کسی کردار کے خاص رُوپ میں نمایاں کرنا بہت مناسب ہوگا!

اُروی لفظ کا مطلب بھی دھرتی ہی ہے۔ یہ کردار پُر خلوص، آزاد خیال اور علامتی عمل اور تخیل کے مابین گھومتا ہے۔ اُروی دھرتی کی آتما ہے۔ اُروی انسانیت کے لیے چیلنج ہے۔ اُروی عوامی زندگی کی اندرونی آواز ہے۔ اس لیے اُروی کے ہی ذریعے سے میں نے لوک گیتوں کی تان بکڑنے کی سعی کی ہے (سونے کی تھالی اور ڈمکتی ہوئی کٹوریوں کے پرتو پر ایک میتھلی گیت کی چھاپ ہے) اور بھوجپڑی یا دیوبی کی مجنونانہ روش اور دھرتی کے دوہنے کا نقشہ پیش کیا ہے۔

پرتھو۔۔۔۔۔ پرتھو کے خاندان کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ ہمالیہ سے بیاس اور ستلج کی وادیوں کے درمیان ترگرت اور کلوٹ (جسے آج کل کانگرہ اور کلو کہتے ہیں) کے کسی آریہ خاندان سے آیا تھا اور وین کے بعد حکمران کی تلاش کرنے والے مینوں نے اُس میں حکمرانی کے گُن دیکھ کر اُسے وین کا بھوجا پتر مشہر کیا۔ ڈاکٹر واسد یو شرن اگر وال نے اپنی کتابوں ”بھارت ساوتری“ اور ”بھارت کا بنیادی اتحاد“ میں ترگرت کا ذکر کیا ہے۔ اُن کے مطابق کانگرہ۔ کلو کا علاقہ پُورانی جغرافیہ کا پہاڑی صوبہ تھا۔ یہاں کے آباد علاقوں میں ترگرت اور راوی، بیاس اور ستلج ان تینوں دریاؤں کی وادیوں کا ملحقہ علاقہ نمایاں تھا۔ اُنھوں نے کلوٹ کے دیو پرستہ و نش کا بھی بیان کیا ہے۔ اس کے قریب ہی کنوڑوں کی بستی تھی جن میں کئی طور کے تیوہاروں اور تقریبوں اور میلوں کی روایت تھی۔

پُورانوں میں پرتھو کی ایک واضح تصویر، حق پرست، عظیم فاتح، برہمن بھگت، پناہ گزینوں پر مہربان اور ملک الموت کے اوتار کے انسانی رُوپ میں ظاہر ہوئی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ

اہم اور مخصوص ہے پیداوار بڑھانے والا۔ زمین ہموار کر کے اس کی توقیر کا تحفظ کرنے والا۔ زراعت اور آب پاشی اور ارضیات کا ممتاز رہبر پرکھو۔ مہا بھارت، پوران اور شنت پتھ برہمن وغیرہ کے طور پر کھوکا واضح اور نمایاں بیان ہے اور مجھے اسی پر کھوکے نے متاثر کیا۔

لیکن ڈرامہ میں پرکھوکچہ اور بھی ہے۔ وہ جدا گانہ تذبذب اور تناؤ کا مرکز ہے۔ ہمالیہ کا پتر جو فطرت کی بے پناہ وسعتوں میں کھوجانا چاہتا ہے۔ آریہ نوجوان جو حوصلہ مندی اور بہادری کا منبع ہے۔ نشاد، کسرا اور دوسرے آریائی فرقوں کا ہمدرد جو ایک اعلیٰ پاکیزہ تہذیب کا خواب دیکھتا ہے۔ افلاس کا دشمن اور تخلیق کا منصوبہ کار جسے چکرورتی اور اوتار بننے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے... میں اور اشارہ نہیں دوں گا کہ وہ کون ہے!

سوتر دھار اور نٹی

’کونارک‘ میں ’ورند ورتک‘ کو میں نے کہانی کے مضمون کی پوری تصویر دینے والے اور جزوں کے مابین کڑی کے وسیلے کے روپ میں پیش کیا تھا۔ ’پہلا راجا‘ کے ’سوتر دھار‘ اور ’نٹی‘ میں یونانی کورس، اسامی انکیاناٹ کے سوتر دھار اور سنگی، اور پوران۔ مہا بھارت کے ویشمہ پاپ اور سوت اور شوٹک۔ سبھی کا تھوڑا بہت امتزاج ہے۔ اُن کے مکالموں میں کسی طرح کی واضح صورت یا دائمی فلسفہ تلاش کرنا بے سود ہوگا۔ آئینہ میں مختلف ٹکڑوں کی صورت میں بکھرے کئی مکالمے جہاں نہاں کرداروں کے آخری نمود کی تصویر بھر دیتے ہیں۔ اُن کی موافقت اتنی بے جان اور نازیبا نہیں ہے جتنی کہ باہمی رابطہ اور ابلاغ —! —

جگدیش چندر مانتھر

کردار

نٹی
سنیتھا
داسی
ارجنا
اُروی

سوتر دھار
گرگ
آترے
شکر آچاریہ
سوت
مالگھ
پرتھو
کوش

پہلا مکھیا
دوسرا مکھیا
تیسرا مکھیا
دوسرے دیہاتی

پہلا ایکٹ

(روشنی سوتر دھار پر مرکوز ہے اور سوتر دھار تماشہ بینوں کو متوجہ کر رہا ہے!)

سُوتر دھار : چاند اور ستاروں کو چھونے کے لیے بے قرار، تمہارے تیز رفتار گھوڑوں کے کھروں کو جہاں سے اپنی یا تراؤں کے لیے بے حد شکستہ ملتی ہے، اس سرزمین سے نا آشنا نادان عالمو، آؤ ! میرے ساتھ سجدہ ریز ہو جاؤ !

سرور و نشاط، درد و کرب، رنگینیوں اور ماتم کی جن لامحدود ترنگوں اور مہین بھوہاروں پر تمہاری فکر کی قوسِ قزح مسکراتی ہے۔ انہیں اُچھالنے والے ہاتھوں سے نا آشنا نادان شاعر، آؤ! میرے ساتھ، دست بستہ ہو جاؤ!

ایک لمحہ میں یگوں کو عیاں اور وسیع خلا میں تمہاری بے حرف اور بے صدا جستجو کی بجلی، جن گھنگھور گھٹاؤں سے فضائے بسیط کی طرف دوڑتی ہے ان گھٹاؤں کی جہم بھومی سے نا آشنا نادان دیدار کرنے والو، آؤ میری آواز سے آواز ملاؤ !

آؤ، ذہن، فکر اور خیال کے خود پیدا ہونے بیٹو، آؤ ہم سب مل کر دعا کریں !

(رہنمائی کا داخلہ)

نہی : بھلا ڈرامہ شروع کرتے وقت آج کل کوئی دُعا کرتا ہے ؟

سوتر دھار: مانا کہ تم جدیدیہ ہو۔۔۔۔۔ ماڈرن ہو، لیکن یاد رکھو.....

نٹی : ... کہ تم ممتاز سوتر دھار، کنزرو ویوڈ اٹر کیکڑ کا جامہ پہنے ایٹج پیر اترے ہو! مگر میری معنوی

اولاد۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح، تمہاری تنہا صدا میں پیرا تھنا پیر کون کان

وہم سے گا ؟

سُوتر دھار: نیٹ، اسی لیے تو میری صدا ہے، میری پکار ہے، عالموں، شاعروں اور ناظرین کے لیے کہ وہ آئیں اور میرے ساتھ سجدہ ریز، دست بستہ، یک زبان ہو کر.....

نیٹ: خوب! تم سمجھتے ہو کہ آج کل کا سائنسٹ پوے ٹ اور فلاسفر تمہارے ساتھ پر ماتما کی وندنا کرے گا۔۔۔۔۔ پر ماتما جس کی ہستی اب محول کی چیز بھی نہیں رہ گئی ہے؟ خوب!

سُوتر دھار: میں پر ماتما کی توصیف نہیں کر رہا تھا!

نیٹ: تو پھر وہ طاقت کا مجسمہ.....

سُوتر دھار: ... جس کے جھٹکے سے سپوٹنک اور اپالوچاند پر اتر رہے ہیں!

نیٹ: وہ سمندر.....

سُوتر دھار: جس کی خوشی میں شاعر کا تخیل اُمڈتا ہے....

نیٹ: اضطراب کی وہ گھٹائیں....

سُوتر دھار: جن کی اُٹھان میں ہی آگاہی کی بجلی ترپتی ہے۔ کہاں ہے اُن کا مسکن؟ کہاں ہے اُن کا عروج، اُن کا مرکز؟ کہاں ہے.....

نیٹ: کہاں ہے اُن کا مسکن؟ کہاں ہے اُن کا مرکز؟

سُوتر دھار: اس سوال کا اُمڈتی ندی پر بار بار جوابوں کے پُل بنے..... اور بار بار ٹوٹے!

نیٹ: پھر سوال کی رُو جاری ہے!

سُوتر دھار: اور جواب جھٹک رہا ہے..... جیسے آج سے لگ بھگ چار ہزار برس پہلے ہوا تھا!

نیٹ: کہاں؟

سُوتر دھار: برہما کا دلش میں!

نیٹ: برہما کا دلش؟

سُوتر دھار: جہنا کے مغرب میں سرسوتی اور درِش دوتی ندیوں کا پردیش!

نیٹ: سرسوتی اور درِش دوتی، جن کی اب یاد ہی باقی رہ گئی ہے!

سُوتر دھار: لیکن تب؟ تب، بہت کچھ ہوا برہما کے دلش میں..... بہت کچھ..... ظلم، انقلاب، قتل اور.....

(گمبھیر سازینہ)

دُسر دھار اور نیٹ سے ہٹ کر روشنی سیٹج کے درمیانی حصے پر پھیل جاتی ہے اور یوں

دکھائی دیتا ہے کہ برہما کے دلش میں ستھانیٹور کے قریب ایک ٹیلہ ایٹج کے عقبی حصے میں۔
 سیڑھیاں اور اُن کے اوپر ایک چوہترا۔ اس پر انسانی جسم کی لمبائی کے برابر ایک صندوق
 پر کا فوری کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ایک نعش۔ سینٹھا دائیں جانب سے آتی ہے اور سیڑھیاں
 چڑھ کر صندوق کے بائیں کھڑی ہو جاتی ہے۔ روشنی اس کے پیچھے ہوتی ہوئی اُس پر ٹپک
 جاتی ہے۔ گیمیر اور سنجیدہ وضع، رحم طلب نظریں۔ اس کے پیچھے پیچھے داسی جس کے ہاتھ
 میں چراغ ہے)

سینٹھا: چراغ ادھر رکھ دو!

(داسی صندوق پر ایک طرف چراغ رکھ دیتی ہے)

سینٹھا: چہرے سے کپڑا ہٹا دو!

(داسی نعش کے چہرے سے کپڑا ہٹاتی ہے۔ دین کا چہرہ نظر آتا ہے۔ گہری غشی کے کرب

میں، سینٹھا کے منہ میں سے جیسے کوئی حرف، سانس کے ساتھ آتا ہوا بول اٹھا ہو)

سینٹھا: آج اماوس ہے؟

داسی: دیوی!

سینٹھا: اٹھائیس دن اور رات!..... پھر بھی کتنی دیدہ زیب لگتی ہے یہ لاش!

داسی: حیرانی ہے!..... چمتکار ہے آپ کے لیپنے میں!

سینٹھا: (ہاتھ اوپر اٹھا کر۔ لہجہ بدل کر۔ جیسے کسی اور عالم سے بول رہی ہے) او عالم مرگ کے دیوتاؤ

آؤ میرے فرزند! رجنند دین کی رُوح واپس کرو! میں نے اُس کے جسم پر یہ کرشمہ انگیز لیپن

کر کے اُسے واپس آنے والے پران کے قابل بنا دیا ہے..... آؤ! لوٹ آؤ دین کی آتما! (نرم

لہجہ میں) لوٹ آؤ میرے بیٹے!

داسی: روز آپ یہی کہتی ہیں، دیوی! روز...! لیکن کوئی نئی بات نہیں ہو پاتی!

سینٹھا: آج اچھی طرح دیکھو!... کہیں کوئی دھڑکن ہے، کوئی حرکت؟

داسی: (لاش پر ہاتھ پھیرتی ہوئی) کہیں بھی تو نہیں!... لیکن دیوی!... پہلے بھی میں نے آپ سے

کہا تھا... کشاکی یہ رستی گردن میں سے نکال دیں!

سینٹھا: تم سمجھتی ہو کہ لوٹنے والی آتما رستی کے اس پھندے کو لانگ نہیں سکیں گی!... تمہاری غلطی

ہے! لیکن لاؤ... آج اسے نکال ہی دو!

(داسی گردن میں سے کُشا کی رستی نکال لیتی ہے !)

داسی : مَنیوں نے کُشا کی اس رستی میں خونیں منتر پھونکے تھے، دیوی !

(رستی سینٹھا کو دیتی ہے !)

سینٹھا : (رستی کو لٹکاتی ہے۔ روشنی میں پھندے کی نمایاں چمک) خونیں منتر ! ... نہیں ! خُونی تو مَنیوں کے وہ ہاتھ تھے جنہوں نے اندھیری رات میں سوتے ہوئے نرسنگھ کی گردن کو اس رستی سے دبا کر اس کا خاتمہ کیا ! ... (رُک کر) لو، داسی ! پہاڑی کی تلہٹی میں جا کر گرٹھا کھود کر اسے بودو !

داسی : بودو ! (لیتی ہے)

سینٹھا : ہاں ! اگر سچ ہی اس کُشا میں منتروں کا شاپ ہے تو برہما کے دلش کی اس دھرتی پر عذابوں کا جنگل پھیلے گا !

داسی : ابھی بھی پھیل رہا ہے ! ڈاکوؤں نے آشرموں اور گیہ شالاؤں پر دھاوا بولا ہے ! کوئی بچانے والا نہیں ہے !

سینٹھا : (جیسے نامعلوم نیند کے عالم سے) خبردار، مُشکر آچار یہ ! ابھی تو بہت کچھ بھگتنا ہے تمہیں اور تمہیں۔ گرگ، اترے اور تمہارے بہت سے سازشیوں کو ! ... (داسی سے) کھڑی کیوں ہو ؟ جاؤ !

داسی : دیر لگے گی ! آپ

سینٹھا : میں یہیں رہوں گی ! ... اور سُنو ! ... یہ چراغ لے جاؤ ! ... (زور سے) لے جاؤ !

(داسی کا دھیرے سے انخلاء)

اندھیرے گھونسلے میں روجوں کے سنجی واپس بھیجو ! عالمِ مرگ کے دیوتاؤ !

(اندھیرا ! روشنی نٹی اور سوتر دھار پر مرکوز)

نٹی : رُوح کی واپسی کے لیے موت سے بنتی ؟ یہ کیسی انوکھی بات !

سوتر دھار : کوئی حیرانی نہیں، نٹی ! موت ایک کاریگر ہے جس کے ہاتھوں میں زندگی کی کان سے نکلے کھردرے

پتھر بھی چمک دار مہرے بن جاتے ہیں !

نٹی : غلط بات ! کاریگری اجل کی نہیں، کاریگری ہے ان لوگوں کی زبان کی جو شر دھا بھلیوں اور

تعریف و توصیف کی پالش سے مرے ہوؤں کی مٹی کو بھی سونا بنا دیتے ہیں !

سوتر دھار : نہیں، نٹی ! زبان کاریگری کی چھینی نہیں ! زبان تو سب سے گہری چوٹ پہنچانے والا ہتھیار

نٹی : تمہارا مطلب ہے کہ مٹیوں کی زبان — اُن کی بددعائیں اور منتروں — سے ہی دین کی موت ہوئی، اُس رسی سے اُس کا گلا نہیں گھوٹا گیا؟

سو تر دھار : یہ میں کب کہتا ہوں؟ لیکن یاد رکھو، جیسے آج کل ویسے ہی تب، بددعا اور منتر یعنی تقریر اور نعروں کی اوٹ میں ہی تلوار اور پھندوں کے کارنامے ہوتے تھے!

نٹی : لیکن کبھی کبھی یہ ہتھار کُند بھی ہوتے ہوں گے! مٹیوں کا گر جنے والا مہاسا گر، کنارے کی ریت پر چھوڑ گیا۔ محض چند لکیریں جنہیں ہوا کی ہلکی ہتھیلی ہی مٹانے لگی!

(روشنی سلٹیج پر ختم۔ اندھیرے کی اوٹ میں ایک جانب سے

گرگ اور دوسری جانب سے اترے کا اندر آنا)

گرگ : کون، شکر آچار یہ؟

اترے : میں اترے ہوں گرگ!

گرگ : یہیں تو ملنا تھا! تلہٹی کے پاس! شکر آچار یہ ملے؟

اترے : نہیں!

گرگ : کچھ کام بنا؟

اترے : نہیں! مشرق اور جنوب کے گنجان علاقوں میں گاؤں گاؤں کی خاک چھان آیا! اُن گنت مکھیوں سے ملا لیکن کوئی کان نہیں دھرتا! حیرت ہے کہ ظالم کی لاش پوجا کا پھول بن گئی ہے!

گرگ : یہی بات! مغرب کے دیہاتیوں نے مجھ سے کہہ دی — آپ ہی لوگوں نے دین کا قتل کیا ہے۔ آپ ہی اپنے آشرموں اور لگیوں کی حفاظت کا بھی انتظام کیجیے!

اترے : قتل؟ لوگوں کے دباؤ سے جو خود ہی چور چور ہو چکا تھا اسے بلند آوازوں کی ہوا سے اڑا دینا قتل ہے کیا؟

گرگ : سچ ہی آپ کے وہ نعرے دگ دگانت کی غصیلی ہنکار تھے!

(اترے نعرے بلند کرنے کی حالت میں)

”کمینے دُر اچاری“

اترے : ”نرک کا ادھیکاری!“

آدمی!

گرگ : گناہ تیرے ہیں، اجل !
 اترے : جیسے ہی گھی کی قربانی اور بھینٹ پاتے ہی گلیہ کی جوالا بھڑک اٹھتی ہے ! میں پوچھتا —
 اعمال ہون میں جاتی کی رُوح ہے — دیوتاؤں کی مہربانی ہمارا امرت ہے ! آریہ لوگوں کے
 خُون کی صحت ہماری خوبی ہے ! جو اُس رُوح کا قاتل ہے، اُس امرت کو زائل کرتا ہے۔ اس حد
 اور خوبی کو تباہ کرتا ہے۔ کیا ایسا بے شرم پانی زندہ رہے گا ؟ کبھی نہیں ! کبھی نہیں ! کبھی
 نہیں ! سارا آسمان گونج اٹھا !
 (لمحہ بھر خاموش رہتا ہے !)

گرگ : اور اب ؟ کتنا سنسان ہے !
 اترے : ہماری آواز کے اشارے پر سمندر میں جوار نہیں آتا !
 گرگ : مانو، جتنا کہ من میں ہی سناٹا چھا گیا ہو !
 اترے : ایک بار پہلے بھی ایسا ہوا تھا ! لیکن تب ہم مینوں ہی کے من میں سناٹا چھا گیا تھا !
 گرگ : کب ؟
 اترے : یاد کیجیے !
 گرگ : (سوچتے ہوئے) بیس برس پرانی بات کیوں نہ بیٹھے، اترے ؟
 اترے : اسی کینے وین نے اُس وقت سب کے سامنے اپنے باپ کو بے عزت کیا تھا ! بے آبرو کیا تھا ! ...
 اور ہم مینوں کے منہ سے آواز تک نہیں نکلی ! ... وہ راتوں رات برہمادرت چھوڑ کر ہمالیہ میں
 جنگلوں کی جانب کیوں غائب ہو گئے ؟ لیکن ہم مینوں نے چُپ سادھ لی !
 گرگ : ہم کیسے اُس جھگڑے میں پڑتے ؟ باپ بیٹے میں تنا تنی تو ہوئی اُس حقیر بچہ عورت کی وجہ سے ... !
 اترے : وہ جسے وین نے پہلے اپنایا، پھر دودھ کی مکھی کی طرح بعد میں پھینک دیا اور خود کشی کرنے پر مجبور
 کر دیا !

(شکر آچاریہ کا ظہور)

شکر آچاریہ : لیکن اُس نے خود کشی کی ہی نہیں، اترے !
 گرگ : شکر آچاریہ ! آپ آگئے ؟
 شکر آچاریہ : آ تو پہلے ہی گیا تھا لیکن کچھ دیر آپ دونوں کی بات سُنتا رہا ! ...
 اترے : چُپ کر سنا بھرگ و نشیوں کی پرانی عادت ہے !

شکر آچاریہ: مافتا ہوں کہ ہم بھرگ ونشی ہوشیاری کا سہارا لیتے ہیں اور آپ لوگ آواز کا!
گرگ: اُس نے خودکشی نہیں کی تو گئی کہاں؟

شکر آچاریہ: ہمالیہ میں ترگرت کے اُسی جنگل میں جہاں انگ گئے تھے! انگ ہی نے اُسے پناہ دی، اُسے
اور اس کے لپٹن میں وین کی اولاد کو!

گرگ: وین کی دوغلی اولاد! آریہ کل کے خون کا امتزاج! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ شکر آچاریہ!
اترے: کوئی ثبوت؟

شکر آچاریہ: میں نے ہی اُسے راتوں رات بھیجا تھا تاکہ وین کی کمیٰ اولاد برہمادورت سے دُور ہی رہے!
... لیکن آج سنا!

گرگ: کیا؟

شکر آچاریہ: کہ ہمالیہ میں ترگرت سے ایک بہادر جنگ جو برہمادورت میں آیا ہے!

گرگ: نشاد؟

شکر آچاریہ: نہیں گورے رنگ کا آریہ، لیکن اُس کے ساتھ کالے رنگ کا ایک نشاد ہے!

اترے: کس نے کہا آپ سے؟

شکر آچاریہ: سوت اور ماگدھ نے!

گرگ: سوت ماگدھ اور یہاں؟ سرسوتی کے کنارے پر ہمارے پیچھے آشرم کی دیکھ بھال چھوڑ کر یہاں آ
گئے ہیں؟

اترے: میں پہلے ہی جانتا تھا! سوت ماگدھ سے ثناء اور حمد کروائی، توصیف و تعریف کروائی! لیکن

بھلا آشرم کی حفاظت میں اُن کا من لگتا؟

شکر آچاریہ: سنیے! وہ آتے ہیں کیوں کہ ہمارے آشرم پر سرسوتی کے پار کے بے رحم ڈاکوؤں کا زبردست

حملہ ہوا ہے!

گرگ: آشرم پر حملہ!

شکر آچاریہ: خطرناک حملہ!

اترے: تب ہم لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں فوراً لوٹ جانا چاہیے۔ فوراً!

گرگ: ہاں! لوٹ جا یہ شکر آچاریہ! مجھے ارچنا کی فکر ہے!

اترے: گرگ، اپسر کی لڑکی کو اپنی بیٹی کی طرح رکھ کر آپ نے آشرم کی حفاظت بھی مشکل کر دی ہے!

گرگ: میں تو خود ہی چاہتا ہوں کہ اس کا بیاہ جلدی کسی آریہ جوان سے ہو جائے! لیکن
ڈاکوؤں کا یہ حملہ! ...

شکر آچاریہ: فکر نہ کریں! سوت ماگدھ کہتے تھے کہ آشرم سے بھاگ کر ارچنا بھی ادھر ہی آئی ہے!
..... میں نے انھیں اُسی کی کھوج میں بھیجا ہے!

اترے: کیسے بھیانک بھنور میں پڑ گئے ہیں ہم لوگ! آشرم پر حملہ، ادھر اتیا چاری وین کی لاش
اور پھر عوام کی بے توجہی!

شکر آچاریہ: کبھی کبھی خطرناک بھنور کے پاس ہی بچانے والا کنارہ ہوتا ہے آچاریہ! مجھے راستہ دکھائی
دے رہا ہے!

اترے: کیا؟

(پس منظر میں کچھ ہل چل - دوڑتے پیروں میں پاتل کی جھنکار)

گرگ: سُنیے! سُنیے! پاتل کی آواز! کیا کیا ارچنا یہاں آگئی؟
شکر آچاریہ: کون ہے؟

(بھاگتی اور ہانپتی ہوتی داسی آتی ہے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے سوت اور ماگدھ)

گرگ: ارے یہ عورت تو

سوت: روکیے، روکیے اس جادوگرنی کو!

ماگدھ: (تیزی سے دوسری طرف داسی کا راستہ روکتا ہے) منترؤں کے جال میں ہمیں پھانسنے کی تیاری کر رہی
تھی یہ ناری!

(تیسری طرف مڑنے کی کوشش کرتی ہے مگر گرگ اور اترے راستہ روک لیتے ہیں)

سوت: آچاریہ! اُس کے ہاتھ سے وہ رستی لے لیجیے!

داسی: نہیں! نہیں! رستی نہیں دوں گی!

شکر آچاریہ: ہٹ مت کرو، ناری! ہم لوگ پانچ ہیں! تم اکیلی!

(داسی بے بس ہو کر چاروں طرف دیکھتی ہے - شکر آچاریہ آگے بڑھ کر رستی چھین لیتے ہیں!)

داسی: یہ زبردستی ہے!

شکر آچاریہ: (رستی کو دیکھتے ہوئے) وہی، وہی رستی! سوت ماگدھ، کہاں ملی تمھیں یہ عورت؟

ماگدھ: تلھٹی کے نیچے گرٹھا کھود کر اسے بھر رہی تھی!

سُوت : اور خوف ناک منتروں کا ورد کر رہی تھی۔

شکر آچاریہ : کیوں ؟

داسی : ایک دن آپ کے خوف ناک منتروں سے یہ رسی ”نوازی“ ہوئی تھی، مُنی ور !

اُترے : تو یہی ہے سنیٹھا کا بدلہ !

داسی : آپ جو سمجھیں !

گرگ : اس رسی کی جگہ اگر دیوی سنیٹھا اپنے بیٹے کی استھٹیوں کو گاڑنے کا حکم دیتیں تو سب کا بھلا ہوتا !

داسی : آپ کے منہ سے لفظ ”دیوی“ کچھ عجیب سا لگتا ہے آچاریہ !

شکر آچاریہ : باتونی داسی ! اپنی مالکن کو یہ خبر دو، ہم لوگ اُن سے ملنے کی آرزو رکھتے ہیں۔

داسی : (کچھ حیرانی سے) سواگت ہے، خوش آمدید ! انسانی قربانی کی آگ میں ”ابندھن“ ڈالنے

والوں کا !

اُترے : بدتمیز عورت !

شکر آچاریہ : (اُترے کو ٹوکتے ہوئے) کس راہ سے چلنا ہوگا تمہاری مالکن سے ملنے ؟

داسی : آپ لوگ تو اماوس کے اندھیرے میں پہلے بھی راستہ ناپ چکے ہیں، مُنی ور !

شکر آچاریہ : آج ہمارا راستہ دوسرا ہی ہے، داسی ! سنیٹھا سے کہو کہ ہم ان سے جھگڑنے نہیں آئے ہیں

نوبین کرنے آئے ہیں ! ... اس رات ہی بات چیت کا موقعہ دیں تو بہتر ہوگا ! ... جاؤ

... اور سُنو ! ... اُن سے کہو کہ کش کی یہ رسی اب شاپ نہیں، لیش کا منظر ہوگا ! ... !

(داسی جاتی ہے، تھوڑی دیر تک خاموشی !)

اُترے : یہ سب کیا ہے، شکر آچاریہ ! ہم سنیٹھا سے نوبین کرنے تو نہیں آئے ہیں ! ... ہم تو

کسی بہانے سے اس بداخلاق عورت سے گنہگار وین کی لاش لینے آئے ہیں !

شکر آچاریہ : ضرور ! ... لیکن اُس سے پہلے سُوت اور ماگدھ کی خبر تو سُن لیجیے !

گرگ : ارچنا کا کیا ہوا سُوت ؟

سُوت : سب لوگ تتر بتر ہو گئے ! کماری ارچنا کو اس طرف ہی آتے دیکھتا تھا !

ماگدھ : ڈاکو تھے یا جنگل کی آگ ! دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا آشرم کسی پتی ہوئی بے رسم ہتھیلی میں سسکنے

لگا !

سُوت : بے شمار پیروں سے اُڑی دھول کا گھاٹوپ پھیل گیا اور اُس میں یگیہ شالہ کی دھوم، فضا
 میں مُمُشک کی رُوح کی طرح سرایت ہو گئی !
 اترے : کرشمہ ہے کہ تم لوگ زندہ کیسے بچ گئے !
 سُوت : اسی بہادر کا حوصلہ تھا، آچاریہ !
 ماگدھ : وہ اور اُس کا ساتھی بجلی کی طرح آسمان کے کسی کونے سے اترے !
 سُوت : اُن کے گھوڑے اندر کا قہر ! آگ کی لپٹ تھے ! اُن کے تیرپانی کی اُڈتی بیم ناک لہریں !
 ڈاکو وہیں کے وہیں ٹھنڈے ہو کر گرنے لگے اور کچھ بھاگ نکلے۔ ہماری سانسیں واپس

آئیں !

شکر آچاریہ : ہم نے اُسے روکنے کے لیے نہیں کہا !
 سُوت : کہا ! وہ بولا کہ اُسے فوراً ستھانیشور پہنچنا ہے اور
 اترے : اور !

ماگدھ : اور ستھانیشور سے ملنا ہے !
 گرگ : کتنا معلوم ہے اُسے ؟
 ماگدھ : یہی کہ دین مر گئے ہیں !

اترے : اور کچھ ؟

سُوت : شاید اور کچھ بھی ! کہتا تھا کہ اُسے حکم ہے ستھانیشور پہنچنے میں دیر نہ لگائیں !
 گرگ : کس کا حکم ؟

سُوت : یہ نہیں بتایا ! جلدی میں تھا ! ہم نے سوچا ہم لوگ چھوٹے راستے سے آکر آپ کو اُن کے
 پہنچنے سے پہلے ہی خبر دے دیں !

شکر آچاریہ : مانتے ہیں گرگ کہ ڈوبتی ناؤ کے لیے وہ مانجھی دیوتا کی عنایت کی طرح اُتر آیا ہے ؟
 گرگ : دونوں میں کون ہے ہمارا مانجھی ؟

شکر آچاریہ : کیا یہ بھی سوچنے کی بات ہے ؟

سُوت : آچاریہ ! سفید رنگت کا وہ بہادر آریہ ہر طرح ہمارا نیا حاکم ہونے کے اہل ہے !

ماگدھ : اُس کے چہرے سے حاکم کا جلال ٹپکتا ہے !

اترے : نیا حاکم ! نیا مالک ! ... سنا آپ نے، گرگ ؟ اور میری اُن تقریروں کی یاد کیا ہوگی

جو میں نے دین کے قتل کے وقت کی تھیں؟ ————— کہ حاکم کا رتبہ بے کار ہے۔ سب

انسان برابر ہیں۔ دھرم ہی اعلیٰ اور برتر ہے! اور ہم رشتی مٹنی ہی مذہب کی راہ کے راہ رو

ہیں باگیا ہوں گے وہ عجب کلمات؟

گرگ: آبادی کے لوگ کہتے ہیں کہ جن ہاتھوں نے دین کا قتل کیا، کیا وہی نئے حاکم کی تعظیم نہیں کر سکتے؟

اُترے: تعظیم؟ ہمیں تعظیم سے کیا مطلب؟ ... ہم تو انقلابی ہیں! ہم نیتا ہیں! مکہار نہیں!

شکر آچاریہ: ہاں! ہم نیتا ہیں! اس لیے ہمیں پھر آواز اٹھانی ہوگی! ... اور آچاریہ اُترے! آپ

کے لفظوں میں طوفان کی تیزی ہے اور اندر دھنش کا ٹھہراؤ بھی!

سُوت: ہم آپ کی آواز بنیں گے، آچاریہ اُترے! ہم، سُوت اور مالگدھ! ہم نئے حاکم کے

گن گائیں گے، اُس کی توفیر کو چار دانگ عالم میں مشہر کریں گے!

مالگدھ: ہمیں لفظ دیکھیے آچاریہ! ہم انھیں پرندے بنا کر سارے آکاش میں اڑا دیں گے!

اُترے: لفظوں کے پرندے! ... ہنس کی پانت یا چیل کی اڑان؟

شکر آچاریہ: اس وقت ... ہنس کی پانت!

اُترے: کیا دین کی توصیف کے لیے ہم نے کچھ کم اچھے ہنس اڑائے تھے؟ (دعا کی انداز اور

لہجہ) "اے مالکِ عالم! اے سب کچھ جاننے والے! اے مالکِ کل انگ پتروں! آپ

ہی دھرم کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ آپ ہی کے سائے میں مایوس ہو کر ہم لوگ پریشور کا

دھیان اور بھجن کر سکتے ہیں۔" اور یاد ہے اُس نے کیا جواب دیا تھا؟ اس نے کہا تھا

———— "نادان! کس پریشور کی بات کرتے ہو؟ میں ہی تمہارا سوامی ہوں! تمہارا پریشور

ہوں! سب دیوتا میرے بدن میں رہتے ہیں! اسی لیے اپنے سبھی کرموں کے ذریعے صرف میری

ہی پوجا کرو! سب یگیہ کو چھوڑ کر مجھے ہی بھینٹ کے طور پر پیش کرو!"

گرگ: کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں جس سے ہم شروع سے ہی حاکم کو خود سر ہونے کا موقعہ ہی نہ دیں؟

شکر آچاریہ: میں نے ایک ترکیب سوچی ہے!

گرگ: ترکیب؟ سنیں!

شکر آچاریہ: ہم نئے حاکم کو باندھیں گے!

اُترے: اسی کُشاکی رسی سے جس میں وین کی گردن پھنسی تھی؟

شکر آچاریہ: کُشاکی رسی بھی آئے گی! لیکن اس لیے نہیں!.... بندھن ہوگا قاعدے اور قانون کا! گرگ: قاعدہ قانون کون دے گا؟

شکر آچاریہ: ہم دیں گے قاعدہ قانون! ہم برہمن اوتار کے مُنی اور برہمن! ہم جو جنتا کے نیتا ہیں، ہم جو اپنی تپتیا اور ریاضت کی بدولت حاکم کا خیر مقدم کر سکتے ہیں۔ حاکم کو ہماری شرطیں ماننی ہوں گی!

گرگ: شرطیں؟.... تب تو یہ ایک سودا ہے۔ شکر آچاریہ: ہاں! سودا! میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ راجا کی طاقت کی بنیاد ایک سودا ہونی چاہیے، پر مشور کی دین نہیں!....

اُترے: راجا!.... کیا نیا نام دینے سے حاکم کے من میں ایشور بننے کی خواہش نہیں اٹھے گی؟ شکر آچاریہ: نہیں!.... راجا یعنی محبت کا سرچشمہ! ہم جسے راجا ہشتہر کریں گے وہ ہماری محبت کا سرچشمہ اور دھرم کا محافظ ہوگا۔ اس لیے نہیں کہ اُس میں ایشور کی شکست یا دیوتاؤں کے ٹور کا سروپ ہے بلکہ اس لیے کہ اُس کے احکام کی بنیاد ہمارے دیے ہوئے قاعدے قانون ہماری باندھی ہوئی شرطیں ہوں گی!

اُترے: اور اس بندھن کے بدلے اسے کیا ملے گا، شکر آچاریہ؟ شکر آچاریہ: ہم رشتی مٹیوں کے منترؤں کی شکست، ہماری آشرودا، ہماری صلاح! سوت: آپ کے آشرودا ہی اس کے حوصلہ کا پہناوا ہوں گے!

ماگدھ: اُس کی مردانگی کا زیور! سوت: اُس کی شہرت اور کردار کا تاج!

اُترے: کیا اتنا ہی کافی ہے؟ شکر آچاریہ: اس لیے کہ ہمارے قاعدے قانون کی بنیاد ہی اُس کی اولاد، اس کے بعد کی نسلوں کا بھی سنگھاسن ہوگا!

گرگ: اولاد!.... راجا کی اولاد!.... آپ کچھ بھول رہے ہیں، شکر آچاریہ! شکر آچاریہ: نہیں... گرگ...! سوت ماگدھ، جاؤ اور ارجنیا کو کھوج کر یہاں لے آؤ! گرگ: میں خود ہی جاتا ہوں ارجنیا کی تلاش میں!

(باہر آہٹ)

سُوت: ٹھہریے، آچاریہ!... کوئی آ رہا ہے!
(سُوت، ماگدھ عقب میں جا کر دیکھتے ہیں۔۔۔!)

ماگدھ: وہی ہے!... ہمارا محافظ!...
سُوت: ہمارا رستگار!... اکیلا! (دونوں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں)
(پرکھو کا آنا)

شکر آچاریہ: عمر دراز، خوش آمدید!
پرکھو: اتنی رات گئے کون ہمارا انتظار کر رہا ہے؟
شکر آچاریہ: وہ جن کی گیلیہ ویدیوں کو سرسوتی کے کنارے پر آپ کے حوصلے نے ٹھنڈا ہونے سے بچایا!...
میرا نام شکر آچاریہ ہے، رستگار!
اترے: اور میرا اترے!... پھول کی مہک کی طرح آپ کے آنے سے پہلے ہی آپ کی شہرت نے ہمیں
معطر کر دیا تھا!

گرگ: گرگ کا آشیر واد قبول کریں، رستگار!
شکر آچاریہ: ہم چاروں ہی نہیں، سارا برہم ورت آپ کا منتظر ہے!
پرکھو: آپ لوگوں کے سامنے سر تسلیم خم ہے! لیکن برہم ورت میں مجھے کوئی نہیں جانتا! پہلی بار ہمالیہ
سے ادھر آنا ہوا!

سُوت: (ماگدھ کے ساتھ آگے بڑھ کر) ہم دونوں کے لیے تو آپ پہلے ہی متعارف ہیں، بہادری کے محسبے!
پرکھو: (پہچانتا ہوا) آپ... آپ دونوں؟ (کچھ رُک کر) سرسوتی کے کنارے سے یہاں تک کوئی خفیہ
راستہ ہے کیا؟

گرگ: ڈاکوؤں کے حملوں سے جنہیں ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا ہے انھیں یا تو خفیہ راستوں کی پہچان رکھنی ہوتی
ہے یا پھر آپ جیسے نڈر ناخدا کا تحفظ حاصل کرنا ہوتا ہے!

پرکھو: تحفظ! وہ تو بہت معمولی سی خدمت تھی اور ہمارا فرض تھا!... مگر ڈاکوؤں کے دوسرے
گروہوں سے ہشیار رہنا ہوگا آپ لوگوں کو!... لوٹتے وقت میں آشرموں کے آس پاس کے
علاقے میں ایک چکر لگاؤں گا....

شکر آچاریہ: آپ کو اب لوٹنا نہیں ہے!...

پرکھو : جی ؟ (ہلکی ہنسی) اگر تو آپ میری طرح ہمالیہ کی گود میں دلاویز جاذب وادی کے باسی

ہوتے تو کیا ایسا کہتے ؟

آترے : کائنات میں دیوتاؤں کے مسکن کے آریہ کل کے خلف الرشید ہیں آپ ؟

پرکھو : جی !

گرگ : بڑے معزز آریہ کل ہیں وہ !

پرکھو : معزز ؟ آچار یہ تو قیر نسل کی نہیں ، اس دلاویز ملک کی ہے جہاں یک سوئی کی ہوا میں

بریلی چوٹیوں کا سنگیت اُٹتا ہے !

آترے : ہمالیہ کا سنگیت لوری ہے ! آپ کیا برہم ورت کے چیلنج بھرے جنگ جو کو ان سنی کریں گے ؟

پرکھو : میں کسی چیلنج سے نہیں بھاگتا ، آچار یہ ؟ ہمالیہ مجھے سپنے نہیں شکتی دیتا ہے !

گرگ : تو پھر ؟

پرکھو : راج ماما سنی تھا کو ان کی امانت سوئپ کر پھر سر سوئی کے کنارے پر آپ کے آشرموں اور آتش

کدوں کی حفاظت کے لیے جتنے دن ضرورت ہوگی کٹھروں گا !

آترے : امانت ؟ کس کی ؟

پرکھو : اپنے گرو کی !

آترے : کون تھے آپ کے گرو ؟

پرکھو : ترگرت کے جنگل کے کنارے جہاں ویاس ندی تنگ گھاٹیوں کی گہرائیوں سے باہر نکل کر

اٹھکھیلیاں کرتی ہے وہیں میرے معظّم گرو انگ کا مسکن تھا !

سوئی اور ک { شکر آچار یہ کے سوا سمجھی ایک ساتھ اور جیرانی سے) انگ !
سوٹ ماگدھ

گرگ : انگ ! ... آپ کے گرو !!

پرکھو : آپ لوگ چونک کیوں گئے ؟

شکر آچار یہ : ہم لوگ چونکے نہیں ، پرکھو ! لیکن ایک بات آپ شاید نہیں جانتے ہیں کہ انگ وین سے

پہلے برہم ورت کے حاکم تھے !

پرکھو : جانتا ہوں ! بہت پرانی بات ہے !

شکر آچار یہ : اور یہ کہ ایک رات وہ چپ چاپ بنا کسی کو بتائے چلے گئے ؟

پر تھو: ایسا سنا تھا!

شکر آچاریہ: یہ بھی سنا ہوگا کہ انگ نے ایک نیشاد حاملہ جوان عورت کو پناہ دی تھی!

پر تھو: کیا وہ سب دُہرا نا ضروری ہے،

شکر آچاریہ: اس لیے کہ آپ سینتھاکے سامنے اس کا ذکر کریں گے! اور اور ہمیں یہ کبھی منظور نہیں ہوگا!

پر تھو: کیا؟

شکر آچاریہ: کہ سینتھا اُس نیشاد عورت کی اولاد کو وین کی اولاد مانے!

پر تھو: نیشاد کی اولاد! میرا سا تھی، میرا گرو بھائی، کوش!

گرگ: اُس کا نام کوش ہے؟

پر تھو: جی! باہر گھوڑوں کے پاس کھڑا ہے! بلاؤں؟

شکر آچاریہ: ذرا کھڑیے!

پر تھو: آپ اُسے ملیں تبھی سمجھیں گے، وہ کیا ہے! اُسی کی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے میں نے

آشرم میں دو گھوڑوں سے ایک سینا (فوج) کا کام لیا!

اُترے: ذہانت؟ نیشاد کی اولاد میں ذہانت!

پر تھو: گرو انگ کہا کرتے تھے کہ کوش کی کالی چمڑی کے نیچے ایک اُجلی نہر بہتی ہے!

گرگ: اُجلی نہر یا یا ذاتوں کا مجموعہ!

اُترے: کیا آپ کو اس میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی کہ برہما ورت پر مشرک ذاتوں والا شخص راج کرے؟

پر تھو: آپ کو حاکم چاہیے! وہ مل رہا ہے!

شکر آچاریہ: شاید آپ نہیں جانتے کہ دراصل آپ کو یہاں بھیجنے میں انگ کے من میں کیا آرزو

تھی؟

پر تھو: آپ کا مطلب؟

شکر آچاریہ: پر تھو! آپ یہاں ذمہ داری سنبھالنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ دوسروں کو ذمہ داری

سو نپنے کے لیے نہیں!

پر تھو: ایسا کوئی اشارہ میرے گرو نے نہیں دیا!

شکر آچاریہ: اس لیے کہ وہ آپ سے آخری زُنا ربندی، راز میں رکھنا چاہتے تھے!

پر تھو: مجھے سوچنا ہوگا!
 اترے: رستگار پر تھو! آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ چیلنج سے منہ نہیں پھرتے!... ہماری گزارش
 بھی آپ کے لیے ایک چیلنج ہے!

پر تھو: گزارش؟
 شکر آچاریہ: ہاں!.... (اعلان کرنے کے لہجہ میں) ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ہمارے حکمران
 بنیں! (خاموشی).... آپ چپ ہیں؟

اترے: (بلند لہجہ میں) برہما ورت پر آج ڈاکو اور لیٹرے چھا رہے ہیں! سرسوتی ندی کے اُس پار
 لیٹروں کے جن شہروں کو آریہ سپاہیوں نے کبھی ملیا میٹ کر دیا تھا، وہیں سے غلام لوگ سر
 اٹھانے لگے ہیں۔ ہمارے یگیہ اور آگ کی قربانی کو آلودہ کیا جا رہا ہے! دیومستروں کی آوازیں
 جن کے حلقوم سے نکلتی تھیں انھیں دبوچا جا رہا ہے!... کیا آپ کا ہمالیہ چھوے بنا بھی

رہ سکتا ہے؟

پر تھو: (سوچتے ہوئے) وعدے اور چیلنج میں سے کسے چاہوں؟
 شکر آچاریہ: تیرا آپ نے اس وقت ہی طے کر لیا تھا جب سرسوتی کنارے پر ڈاکوؤں کے درمیان کود
 پڑے تھے!

پر تھو: میرے ساتھ کوش بھی اُن لہروں سے اُلجھ پڑا تھا!.... آچاریہ، مجھے منظور ہے لیکن کوش میرے
 ساتھ رہے گا!

شکر آچاریہ: ہماری بھی کچھ شرطیں ہیں!

پر تھو: کیا؟

شکر آچاریہ: مناسب موقع پر آپ جان جائیں گے! آپ تلہٹی میں تھوڑی دیر انتظار کریں!... یہ
 دونوں سوت اور مالگدھ، جب آپ کے پاس پہنچیں تو آپ اور کوش اُن کے ساتھ آجائیں!

پر تھو: کہاں؟

شکر آچاریہ: سامنے والی جس پہاڑی پر سنیٹھا، وین کی لاش کو رکھے ہوئے ہے، اُس کے پیچھے ایک جھڑنا
 ہے! وہاں!.... چپ چاپ پہنچنا ہوگا!

پر تھو: اور آپ لوگ؟

شکر آچاریہ: ہم لوگ چلتے ہیں سنیٹھا سے ملنے!

پرکھو: مجھے بھی تو راج ماتا سینٹھا سے ملنا ہے!

شکر آچاریہ: ضرور! آپ کی ملاقات کا انتظام کر لینے کے بعد ہی ہم آپ کے پاس اطلاع بھیج دیں گے!

[پرکھو کو چھوڑ کر سب کا دوسری جانب انخلاء! پرکھو — فکر مند —
اس طرف بڑھتا ہے، جدھر مٹی لوگ گئے ہیں کہ دوسری سمت سے کوش
کی آمد! سانولا سا بدن، آدم جاتی کا سا چہرہ۔ لیکن بد صورت تو نہیں
البتہ چہرے پر آب و تاب!]

کوش: کچھ پتا چلا؟

پرکھو: (چونک کر) کون؟ کوش! ہاں! پتا چلا! ... وہ تینوں مٹی مل گئے جن کے آشرم سے

ہم نے ڈاکوؤں کو نکال دیا تھا! وہ لوگ ہی راج ماتا سینٹھا سے ہماری ملاقات کروائیں گے!
کوش: تم جانتے ہو کہ مجھے ملنے کی جلدی نہیں ہے، اگر گرو دیو کا آخری حکم نہ ہوتا تو

پرکھو: (جیسے کچھ یاد آیا ہو) گرو دیو!

کوش: کیوں نہ لوٹ چلیں؟ ہم دونوں ساتھ ہی رہ کر بہت کچھ کر سکتے ہیں!

پرکھو: میں تمہارے ساتھ رہوں یا تم میرے ساتھ رہو — کیا ایک ہی بات ہے؟

کوش: عجیب سوال ہے تمہارا!

پرکھو: شاید ہم لوگ ساتھ رہ سکیں!

کوش: سچ! تو پھر میں تمہارے ساتھ واپس چل سکوں گا؟

پرکھو: نہیں! شاید میں ہی یہاں رہوں؟

کوش: تب تو اس کا کہنا ٹھیک تھا! اُروی نے کہا تھا کہ پرکھو مجھ سے دُور بھاگنا چاہتے ہیں!

پرکھو: چھوڑو اُس فکر کو! چلو! تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے!

کوش: مجھ سے پوچھو تو ہر سورت میں لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں کام کم ... تر گرت میں ہم لوگ پانی

اور آواز کو جمع کر کے رکھتے تھے جس سے نہ تو دھرتی سوکھے اور نہ ہی من تر سے! یاد

ہیں وہ لفظ؟

پرکھو: اُروی نے اور کچھ کہا تھا؟

کوش: مجھے یوں لگتا ہے کہ وہ یہاں آپہنچی ہے!

پر تھو: حیرانی ہے!
 کوش: جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے کچھ دُور پڑ کے پیچھے سے ایک عورت کا سایہ مجھے دکھائی دیا!...
 میں نے پکارا لیکن وہ غائب ہو گئی!
 پر تھو: (بیتی باتوں کی یاد میں کھوتا ہوا) کیا تمہیں بھی دھوکہ لگتا ہے کہ وہ سامنے کھڑی ہے اور فوراً انجانے میں غائب ہو گئی؟

کوش: نہیں! میں نے جو دیکھا، ٹھیک تھا!
 پر تھو: (اُسی دھن میں) اور من بھٹکنے لگتا ہے — جس درخت کے بسیرے میں سے پرندہ اُڑا تھا لوٹنے پر اُسے کٹا ہوا پا کر بھٹکنے لگا!

کوش: (پر تھو کی بانہہ کو چھوتا ہوا، نرم ہجے میں) پر تھو!
 پر تھو: (کوش کی جانب بے بس ہو کر مڑا کر) تم میرے ساتھ رہو گے نا؟... چاہے جو ہو؟... چاہے میں... میں، تم سے دھوکا بھی کروں؟

کوش: یہ دوسرا بے ڈھنگا سوال تمہارے من سے آج نکلا ہے!... پر تھو! آؤ ہم لوگ لوٹ چلیں!
 پر تھو: نہیں! لوٹنے کی راہیں بند ہیں!... ہمیں بہت کچھ کرنا ہے!... چلو! تمہیں بتاتا ہوں!
 (بائیں سمت انخلا! روشنی نٹ اور سوتر دھار پر)

نٹی: ایک پہلی پوچھوں؟
 سوتر دھار: ایک نہیں، دو پوچھو!
 نٹی: بنا روشنی کون سا عکس پڑتا ہے؟
 سوتر دھار: تذبذب ہی وہ عکس ہے جو خواہشوں کے آنگن میں بنا کسی روشنی کے پڑتا ہے!
 نٹی: بنا پلک موندے کون سی نیند آتی ہے؟

سوتر دھار: اپنے آپ کو دیا ہوا فریب ہی وہ نیند ہے جس میں پلک جھپکتے نہیں۔
 نٹی: دوش مت دو! سوتر دھار، دوش مت دو!... کبھی کبھی نادانی کی ڈھلانیوں پر منصوبوں کی دھارا بہتے بہتے اُس تالاب میں پہنچ جاتی ہے جہاں اپنے آپ کو دیے ہوئے دھوکے ہی چکر کاٹتے ہیں!

سوتر دھار: جیسے؟
 نٹی: جیسے کوؤں کے نادان جوڑے نے گھونٹ سلا بنایا اور انڈے دیے! کیا معلوم کہ کسی بے خبر کوئل

کے انڈے اُس میں کب کے مل گئے؟

سُوتر دھار: نادانی بھی ایک رُوپ ہے۔ نئی! نقلی چہروں کی دُنیا میں اصل ایک ہی ہے... فریب... دوسروں کو یا اپنے آپ کو!

(روشنی سٹیج کے اگلے حصے سے ہٹ کر کچھلے حصے کے سرے پر ٹپک

جاتی ہے جہاں سینٹھا وین کی لاش کے پاس کھڑی ہے۔ پاس ہی

داسی ہے۔ داہنی جانب تینوں مُنی!)

سینٹھا: میں جانتی تھی کہ آپ لوگوں کو لوٹنا ہوگا! میں جانتی تھی!

اُترے: دیوی سینٹھا! آپ کی اس حالت سے ہم دُکھی ہیں!

سینٹھا: میں آپ کے ترس کی بھکارن نہیں ہوں!

گرگ: اتنی محنت کے بعد آپ نے کیا پایا؟

سینٹھا: میں نے کیا پایا، یہ آپ کے سامنے عیاں ہے!.... آپ کے منتروں نے جسے پارہ پارہ کر دیا،

میرے تنتر نے اُسے جوڑ دیا ہے!

اُترے: ہمارے منتر جنتا کی آواز تھے!

سینٹھا: کھوکھلی ہے وہ آواز حاکم کی آواز کی طاقت کے بنا!.... ایک اندھا دھکا دے کر آپ لوگوں

نے اُس تابندگی کو بکھیرا!.... میں نے پھر سے چُن چُن کر اُسے اکٹھا کر دیا!.... یہی تابندگی

برہما ورت کو بچاتے گی!.... اسی ویدی کے انگارے، اسی اگنی ہوتری کا نورانی دُھواں!

شکر آچار یہ: دیوی سینٹھا! ہم آپ سے کنارہ کشی کرنے نہیں آتے ہیں، سمجھوتہ کرنے آتے ہیں!....

وین کی لاش ہمیں دے دیجیے!

سینٹھا: اس لیے کہ آپ اس کے گوشت کو گدھوں کے سامنے ڈال سکیں اور اس کی ہڈیوں کو آگ میں!

شکر آچار یہ: نہیں!.... بلکہ اس لیے کہ جو کچھ آپ اپنے تنتر اور لپ کے چمٹکار سے کر پاتی ہیں اُسے

ہم پورا کر سکیں!....

سینٹھا: آپ لوگ پورا کریں گے شکر آچار یہ؟ آپ جو تباہ ہی کرنا جانتے ہیں، بنانا نہیں؟

شکر آچار یہ: میری بات مُنی، سینٹھا! آپ نے اپنے چمٹکار سے وین کے جسم کی تقدیس تیار کر دی ہے

— وہی رُوپ، وہی صورت!.... لیکن اُس کا نور کہاں ہے؟

سینٹھا: اسی بدن میں وہ نور چھپا ہوا ہے! (دوسری سمت مڑ کر جیسے کسی کو خطاب کرتی ہے) اولک عدم کے

دیوتاؤ، پل پل میں اُس چھپے ہوئے نور کو ظاہر کرو!
شکر آچاریہ: دیوی، آپ کے ملک اجل کے دیوتا رُوح قبض کرنا جانتے ہیں، دینا نہیں!
سنتھا: (مڑ کر حوصلہ سے) آپ رُوح واپس لاسکیں گے؟

شکر آچاریہ: نہیں!
سنتھا: تب؟
شکر آچاریہ: آپ نے ہی کہا ہے کہ وین کی اس میت میں ہی اس کا نور چھپا پڑا ہے! ہم اس نور کو
ظاہر کریں گے!

سنتھا: کیسے؟
شکر آچاریہ: اس کے بدن کا منتھن کر کے!

سنتھا: منتھن؟
شکر آچاریہ: ہاں! جیسے دیوتاؤں اور شیطانوں نے سمندر کو بلو دیا تھا، ویسے ہی ہم وین کی میت کو
بلو کر اس کے تاب ناک بدن کو آشکار کریں گے!

آترے: وہی تاب ناک بدن جو ایک زندہ انسان کی اولاد میں ظاہر ہو جاتا ہے!
سنتھا: اولاد!

شکر آچاریہ: دیوی! ہم آپ کے کرشموں کو ضائع ہونے نہیں دینا چاہتے! ... ہم ان گنت یگیہ کرتے
ہیں! ... بدن کا منتھن سب سے بڑا یگیہ ہوگا اور ہمیں بھروسہ ہے کہ وین کا شاہانہ جلال
عباں ہو سکے گا!

سنتھا: سمندر کے منتھن سے امرت بھی نکلا تھا، زہر بھی، خوب بھی، ناخوب بھی!
گرگ: ہو سکتا ہے۔ وین کا تاریک باطن بھی ظاہر ہو جائے!

آترے: ہم اُس کے شاہانہ جلال ہی کو نمایاں کریں گے!
شکر آچاریہ: اجازت دے دیوی، ہم لوگ پیچھے دریا کے پانی میں پاک ہو کر اس مذہبی رسم کو پورا
کریں!

(تینوں مٹی لاش کی دوسری جانب ایک ایک کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ سوت

اور ماگدھ ایک پردہ لیے ہوئے آتے ہیں)

شکر آچاریہ: اور اگر سویرے تک ہمارا عمل کامیاب ہوا تو آپ اور برہما ورت کی جنتا سورج کے ساتھ

ہی یہیں دین کے تابندہ بدن کا احترام کے ساتھ خیر مقدم کریں گے !
 (سوت اور مالگہ پٹی (اشارۃ پردہ کے طور پر) کولاش اور سینٹھا کے آگے تان
 دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے روشنی کم ہوتی جاتی ہے۔ سینٹھا زمین پر تعظیم اور
 آداب کے اظہار کے طور پر بیٹھ جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد داسی اُسے
 اٹھاتی ہے۔ اندھیرا! ایک شاندار سائینہ جس میں یگیہ کی آوازیں بھی شامل
 ہوں۔ دھیرے دھیرے روشنی ابھرتی ہے اور نئی اور سوتر دھار پر پڑتی ہے!)

نٹی: سوکھی چٹانوں کے سمندر میں ٹھنڈے جھرنے کا جزیرہ

سوتر دھار: گھنی، ہنگامہ خیز پُر شور بستیوں کے ریگستان کے بعد یک سوئی کے سکون بھرے کنج

نٹی: بچپن کی نادان ہاتھ پائیوں کے بعد لمس کا میٹھا احساس

سوتر دھار: روزمرہ کی بے شمار باتوں کی لہر کے بیچ میں اچانک من پسند خاموشی کے پتھروں کا بے شمار
 شور!

نٹی: کیا یہ جھلکیاں چھلاوے ہیں؟

سوتر دھار: نہیں، زندگی کی لڑی میں جو کچھ بھی پرویا وہ برابر کے داتے ہیں، نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا!
 (ارچنا کی آمد، اس کے پیچھے پیچھے اُروی)

ارچنا: اور تم ان کی تلاش میں یہاں تک چلی آئیں؟

اُروی: کوئی غلطی کی؟

ارچنا: غلطی کوئی کرتا نہیں، ہو جاتی ہے! لیکن تمہارے مکھڑے سے کوئی بچنا کیوں چاہے گا؟

اُروی: میرا مکھڑا؟ (ہنسی) یہ کھردری جلد جس پر دھول کی تہیں جمی ہیں!

ارچنا: کھردری تو دھرتی بھی ہے! اور دھرتی ہی کی طرح تمہارے چہرے سے بھی رس جھلکتا ہے!

اُروی: میں دھرتی کو ہتھیلی کی طرح جانتی ہوں کہاں اُس کا رس، کہاں اُس کے خزانے! اسی

لیے تو چاہتی ہوں کہ وہ دونوں دھرتی کو لوٹ چلیں!

ارچنا: اسی لیے! کیا صرف اسی لیے؟

اُروی: تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گی!

ارچنا: کیوں؟

اُروی: کبھی محبت کی ہے؟

اُرجنا : سُنا ہے شادی کے بعد محبت خود ہی پھوٹ پڑتی ہے ۔
 اُردی : اسی لیے شادی کے انتظار میں ہو ؟ نادان !
 (جیسے کوئی شہ ملی ہے — گنگنا نے گنتی ہے !)

اُرجنا : (حیرت سے) گارہی ہو !
 اُردی : تمہاری نادانی کا گیت ! سُنو (گاتی ہے)
 سونے کی تھالی سجائے بیٹھی ہوں میں
 پر کوئی آتا نہیں
 آتا نہیں کھانے والا
 سونے کی تھالی ادھر یہ دمکتی کٹوریاں
 بھرا ہے ان میں لبالب رس کا ساگر
 پر کوئی آتا نہیں ، آتا نہیں
 رس کا لالچی ، چھوٹا نہیں !
 وہ چھوٹن جو پل میں لگری کو چھلکا دے —
 کب سے بیٹھی ہوں سجائے سونے کی تھالی —
 پر کوئی آتا نہیں ...
 آتا نہیں !

اُرجنا : سُنو ! میرے ساتھ رہو گی ؟
 اُردی : داسی بن کر یا سکھی ؟
 اُرجنا : سکھی !
 اُردی : تمہارے ماں باپ مانیں گے ؟
 اُرجنا : جس کے ماں باپ نہیں ہیں اُس کی بات زیادہ ترمانی جاتی ہے !
 اُردی : کسی نے تمہیں گود لیا ہے ؟
 اُرجنا : ہاں ! اب تو میں ایک مُسنی کی لڑکی ہوں !
 اُردی : تب تو تمہیں آشرم میں ہونا چاہیے ! یہاں ستھامیشور میں کیا کر رہی ہو ؟
 اُرجنا : مجبوراً آنا پڑا !

اُروی: سمجھی!

اُرچنا: بھلا سُنوں تو، کہ تم کیا سمجھی؟

اُروی: یہی کہ یہاں ستھانیشور میں محبوب کو پانا ممکن ہو سکے گا!

اُرچنا: اپنی بات مجھ پر ڈال رہی ہو؟

اُروی: اپنی بات؟

اُرچنا: تم نے پوری بات بتائی نہیں! جن کی تلاش میں تم اتنی دُور سے برہمادرت میں آئی ہو

کیا اُن دونوں سے تمہیں اُلفت ہے؟

اُروی: اُسے بھی تم غلطی مانتی ہو؟

اُرچنا: سمجھ میں نہیں آتا!

اُروی: اُلفت بھی ایک تلاش ہے! میرے من کا بادل دو تالوں کے شیشوں میں جھانکتا ہے!

اُرچنا: اور اُسے معلوم ہی نہیں کہ کہاں برسے! یہ ایک ہی رہی! برہمادرت میں تمہاری

اُجھن دُور ہو جائے گی سکھی!

اُروی: برہمادرت میں تو اُجھنیں بچھی پڑی ہیں! مرے ہوئے راجا کا جسم، ڈاکو اور لٹیروں کی آندھیاں

.... اور طرح طرح کے داؤ پیچ؟

اُرچنا: بہت کچھ جانتی ہو تم!

اُروی: برہمادرت میں تفریحوں کا جال ہے! دونا دان کبوتر کہیں اس میں پھنس نہ جائیں!

اُرچنا: سمجھی! تو کبوتری انہیں رجھا کر لوٹانے آتی ہے کیا وہ یہیں ہیں؟

اُروی: شاید یہیں کہیں ہیں!

اُرچنا: تب تو تمہیں بھی کچھ دیر اس جال میں پھنسا ہوگا! (کچھ ہنس کر) حال!

اُروی: اتنی ہی دیر جتنا ہم تینوں کے لوٹنے کے لیے ضروری ہے!

اُرچنا: بڑی بے تاب ہے میری سہیلی!

(اچانک اُروی کے چہرے پر تناؤ، جیسے کوئی مہجان اُٹ رہا ہو)

اُروی: وہ جو میں دیکھ پارہی ہوں اگر تم دیکھ پاتی ہو تو

اُرچنا: یہ کیا! تمہاری آنکھوں میں یہ کیسا عکس ہے! یہ کیسی ٹکٹکی!

اُروی: (جیسے اُس کے لفظ کہیں دُور سے آرہے ہوں) میں اُروی ہوں! میں دھرتی کی دھڑکن سُن

رہی ہوں۔ میں دُور اُفق کے کنارے اُٹھتی تیز اور کڑکٹی دُھوپ کی لکیر دیکھ رہی ہوں جس کی جوا
میں برہمادرت کے کھیت کھلیان، ندی، نالے سوکھ جائیں گے!
اُرجنا: مجھے ڈر لگتا ہے تمہیں یوں دیکھ کر!
اُروی: (جیسے سُنا ہی نہیں) اور بے چاری دھرتی سکر جائے گی! دھرتی جس کی حالت میں جانتی
ہوں!

اُرجنا: (اُروی کو چھوٹے ہوئے) ... تم ... تم کہاں ہو؟
اُروی: (چھوٹے ہی جیسے واپس آتی ہوئی) میں ... (بہت نرم لہجے میں) بُرا تو نہ مانو گی؟
اُرجنا: کیوں؟

اُروی: سُنو، میں تمہاری سہیلی نہیں بن پاؤں گی!
اُرجنا: اُن دو مردوں کے درمیان، تمہاری اُجھن دُور ہو جائے تب بھی نہیں؟
اُروی: وہ بات نہیں! ... میری سہیلی ایک ہی ہے ... دھرتی! ... دھرتی جو نشے کی طرح مجھ
میں گھل مل جاتی ہے ... اور برہمادرت میں دھرتی پر جو کچھ بیتنے والا ہے، اُسے میں جھیل
نہیں پاؤں گی ... نہیں، ... نہیں ...
(داہنی جانب انخلاء)

اُرجنا: ٹھہرو! ... اُروی ... اُروی!
(ہاتھ اٹھا رہا جاتا ہے)
... کبھی گیت، کبھی ہیجان! ... تبھی تو اُسے سُکھی بناؤں گی۔ کچھ بھی ہو! ... کیسے بھی
ہو!

(بائیں سمت سے سر سے پاؤں تک اپنا بدن چھپائے ہوئے ایک
مرد کی آمد)

مرد: اُرجنا! ... ارچی!
اُرجنا: (چونک کر گھومتی ہوئی) کون! ... (خوف سے ملی جلی حیرت اور اضطراب آمیز سانس)
مرد: ڈرو مت! (چہرے سے کپڑا ہٹاتا ہے)
اُرجنا: پتاجی! (آگے بڑھتی ہوئی) آپ! ... میں کب سے تلاش کر رہی ہوں!
گرگ: جانتا ہوں ... آؤ میرے ساتھ!

ارچنا: کہاں؟

گرگ: ابھی بتاتا ہوں؟

ارچنا: لیکن... لیکن....

گرگ: (ارچنا اُسی سمت لے جاتے ہوئے جدھر سے آیا تھا) چلو!.... تمہاری ضرورت ہے!

(چلے جاتے ہیں۔ روشنی سٹیج سے ہٹ کر سوتردھار

اور نٹی پر ٹپک جاتی ہے!)

سوتردھار: مہادیوجی، پاروتی جی کو ساتھ لیے، افلاک میں گھوم رہے تھے۔ عورت ذات پاروتی

موقعہ بے موقعہ سوال پوچھ کر بے چارے مہادیو کی ناک میں دم کر دیتی تھی!

نٹی: اگر مرد اُجھنیں نہ پیدا کریں تو عورتیں سوال پوچھیں ہی کیوں؟

سوتردھار: نیچے جہانِ آدم میں کسی جگہ مذہب کا ذکر ہو رہا تھا! پاروتی نے ترشول پکڑ کر مہادیو کو

روکا اور بولی — ہے لپٹو پتی ناٹھ، انسان تو حساس ذی رُوح ہے! سوچ، بچار کر سکتا

ہے۔ بُرا بھلا دیکھ کر ہر موقع پر صحیح عمل پہچان سکتا ہے! تب اُسے دھرم کی ضرورت کیوں

ہے؟

نٹی: دھرم؟ کون سا دھرم؟

سوتردھار: مہادیوجی نے جواب دیا — دیوی! انسان حساس ہونے کے ساتھ ساتھ حیوان

بھی ہے۔ ایک طرف تو وہ سوجھ بوجھ والا ہے، زیرک اور فکر کرنے والا ذی رُوح بھی ہے، دوسری

طرف وہ جانور بھی ہے۔ حاسد، بے حس، سرد مہر، تن آسانی سے چلنے والا!

نٹی: کبھی افلاک کی سرحدوں کو چھونے والا غار میں فکر کرنے والا عالم، کبھی پتھروں کی اندھی اور

تنگ گُٹھیا میں زندگی بسر کرنے والا جانور!

سوتردھار: مہادیو نے سمجھایا — ہے گنیش جنتی، جانور ہونے کی وجہ سے انسان کو کسی نہ کسی طرح

کی بیرونی نظم و ضبط کی ضرورت ہے۔ ایسے بیرونی اشارے جن کے سہارے وہ چلے یا رکے!

ایسے پیمانے جن سے ناپ ناپ کر فیصلہ کر سکے، ایسی اقدار جنہیں وہ اُٹل مان سکے....!

یہی دھرم ہے!

نٹی: تو دھرم انسانی رُوپ والے جانور کے لیے ایک لگام ہے!

سوتردھار: لیکن اکثر وہ جانور اس لگام کو ہی چبا لیتا ہے!

روشنی پیچھے ٹیلے پر ٹپک جاتی ہے جہاں چار پائی کے آگے اُسے اوٹ میں رکھے
پردے کو دونوں سمت سے سنبھالے سوت اور ماگدھ کھڑے ہیں جیسے کتھا کلی کے
نایک کی نقل کرنے والا پردہ ہوتا ہے!

دھیرے دھیرے صبح کا احساس ہونے لگتا ہے اور روشنی سارے
سیٹج پر پھیل جاتی ہے۔ سیٹج کی تین سطحیں دکھائی دیتی ہیں۔ اوپر والی سطح جہاں
سوت اور ماگدھ پردہ پکڑے ہوئے ہیں، سب سے چھوٹی ہے۔ اس کے نیچے
کچھ زیادہ نمایاں حصہ میں دونوں جانب اضطراری عالم میں کھڑے ہیں: —
شکر آچاریہ، گرگ اور اترے۔ نیچے ایک طرف سینتھا، داسی اور دوسری عورتیں۔
آبادی کی دوسری سمت نمایاں!
پس منظر سے موسیقی کے سردھیرے دھیرے رُک جاتے ہیں۔ شکر آچاریہ
بولتے ہیں:

شکر آچاریہ: برہما ورت کے رہنے والو، ہماری بات سُنو! دیوی سینتھا! آپ بھی دھیان دیں
وین کی جس لاش کو — دیوی سینتھا نے اپنی کرشمہ زالیپ سے اتنے دن محفوظ رکھا۔ آج
ہم نے اپنی ریاضت اور تپسیا کے بل پر اس کا منہ کھن کیا! پہلے ہم نے وین کی ٹانگ کو مٹھا۔
(پس منظر میں تال وادی سنگیت مدھم آواز میں شروع ہوتا ہے۔ کھنچا ہوا
پردہ ہلتا ہے اور دھیرے دھیرے اُسے سوت اور ماگدھ نیچا کرتے ہیں۔
پردے کے اوپری حصے کے پیچھے ظاہر ہوتا ہوا ایک سراور مکھڑا دکھائی
دیتا ہے۔ چہرہ بھیانک اور کالا ہے۔ ڈمروں کی آواز کچھ اونچی ہو جاتی
ہے۔ سوت اور ماگدھ پردہ اٹھا لیتے ہیں)۔

(نیچے آبادی کے مکھیا ایک ایک کر کے اور بعد میں ایک ساتھ بولتے ہیں)

پہلا مکھیا: ہم ایک بھیانک چہرہ دیکھ رہے ہیں!
دوسرا: اس کا رنگ جلے ہوئے کھنبے کے مانند ہے!
تیسرا: اس کی آنکھیں لال اور بے رحم سی ہیں!
سب مل کر: کون ہے یہ غیر معمولی آدمی؟

اُترے : یہی وین کا لاشہ ہے !

(چہرے پر شک والے آدمی کی طنز یہ منہی — !)

پہلا لکھیا : کیسی عجیب منہی ہے وین کے اس لاشہ کی ؟

دوسرا : جیسے ہم سب پر ہنستا ہے !

تیسرا : کیا وین کے من کا سارا میل اس لاشہ میں سما گیا ہے ؟

(آگے بڑھتا ہوا پھر ہنستا ہے)

شکر آچاریہ : (پھرتی سے اُس کا کاندھا پکڑ کر) بیٹھو، نشاد ! تم گھنے جنگلوں اور پہاڑیوں میں گھوم

پھرنے والے قبیلوں کے سردار بنو گے، وین کے لاشے ! ادھر بیٹھو !

آدمی : (اس کا ہاتھ زبردستی سے ہٹاتا ہوا) لاشہ ! (فہم) ہا ! ہا ! ہا !

(تیزی کے ساتھ بیٹھتا ہے !)

گرگ : نشاد ! نشاد !

سنیتھا : مجھے یہی ڈرتھا کہ وین کی سیاہی ہی نمایاں ہوگی !

شکر آچاریہ : ٹھہرو، دیوی سنیتھا ! ہم نے اُس کے بعد وین کی داہنی ران کو منہا، اور

(ڈمڑوں کی آواز ! پردہ ہلتا ہے۔ سوت اور مالگدھ اُسے نیچا کرتے کرتے نیچے ڈالتے

ہیں اور یوں ایک بہت ہی دلاوریز ماسک پہنے ! سر پر فقری ٹوپی اور بدن پر

زیورات، تیر و کمان، کوچ یعنی خود وغیرہ سے آراستہ کبے ہوئے ایک باوقار آدمی

آگے بڑھتا ہے، ڈمرو وغیرہ خاموش ہو جاتے ہیں)

پہلا لکھیا : یہ تاب ناک آن بان !

دوسرا : یہ خوب صورت بدن ... !

تیسرا : یہ تنومند بانہیں ! !

سب مل کر : کون ہے یہ ؟ دیوراج اندر کا سروپ ؟

شکر آچاریہ : یہی وین کے بھوجا پتر ہیں — پرکھو !

سنیتھا : یہی، یہی، ہاں، یہی ہے ! یہی وہ سُلگا ہوا سونا ہے جس کے لیے میں نے وین کی بدن کی بھٹی

کو روشن کر رکھا تھا !

شکر آچاریہ : رستگار، یہ لیجیے !

(پر تھو کو کشاکی رسی پکڑاتا ہے)

سینٹھا: کُشا؟ وہی کُشاکی رسی
شکر آچاریہ: ہاں! وہی کُشاکی رسی! لیکن دیوی بے قرار نہ ہو! رُستگار، آپ کو اس سماج کے
سامنے ہمیں وحین دیتے ہیں!

پر تھو: میں تیار ہوں!
شکر آچاریہ: اور ہر ایک وعدے پر آپ کو کشاکی اس رسی میں گانٹھ ڈالنی ہے!

پر تھو: پہلا وعدہ؟
شکر آچاریہ: یہ کہ آپ اپنے قوت بازو سے برہما ورت کے آشرموں اور گیہ شالاؤں کی حفاظت کریں گے!
پر تھو: ضرور کروں گا! (گانٹھ ڈالتا ہے)

اُترے: دوسرا وعدہ — کہ محبوب اور نامحسوب کا خیال چھوڑ کر، سب جانداروں کے لیے ایک سا
خیال رکھیں گے!

پر تھو: اپنی استعداد کے مطابق ایک سا خیال رکھوں گا! (گانٹھ ڈالتا ہے)
گرگ: دُنیا میں جو کوئی دھرم سے گمراہ ہوگا، اُسے زیر کر کے سزا دیں گے لیکن
پر تھو: سزا دوں گا! لیکن

گرگ: لیکن دیو پاٹھی برہمن آپ کی سزا کے مستحق نہ ہوں گے!
(پر تھو رُک جاتا ہے)

شکر آچاریہ: رُکیے نہیں۔ رُستگار! لگائیے تیسری گانٹھ!
(پر تھو بنا کچھ بولے گانٹھ ڈالتا ہے —)

اُترے: چوتھا وعدہ —! وید میں سزا دینے اور برتاؤ کا جواز لی دھرم دیا گیا ہے اُس کے مطابق ہی
حکومت کروں گا! من مانی نہیں کروں گا!

پر تھو: من مانی نہیں کروں گا! (گانٹھ باندھتا ہے)
شکر آچاریہ: پانچواں وعدہ —! سماج کو آمیزش سے بچائیں گے۔ آریہ جاتی کے خُون میں ملاوٹ
نہیں ہونے دیں گے!

(پر تھو رُک جاتے ہیں)

گرگ: آپ پھر رُک گئے!

پرکھو: خون کی ملاوٹ کو روکنا کیا یہ ممکن ہے؟

اترے: بہادروں کے بہادر، ہچکچاتیے نہیں! ڈاکوؤں کی تنبیہ کو یاد کیجیے!

پرکھو: یاد ہے۔ (گانٹھ لگاتا ہے اور کشا کو آگے بڑھاتا ہے) لیجیے!

شکر آچاریہ: (کشا کی رسی کو پرکھو کے ہاتھ سے لے کر) رستگار! لائیے اپنا ہاتھ! (کشا کو پرکھو کی کلائی میں باندھتا

ہے!) یہ کشا ہی آئین ہے۔ اس کی گانٹھیں ہی راج دھرم ہے۔ بستی کے مالک رعایا ہیں

اور اس رعایا کے محبوب آپ ہمارے راجا ہیں!

سارے مکھیا اور منی: جے ہو! ہمارے پہلے راجا پرکھو کی جے!

(سوت اور ماگدھ آگے بڑھتے ہیں اور اظہار احترام کرتے ہیں)

سوت اور ماگدھ: (ایک ساتھ) ہے راجن! ہے نریشور! ہے دھرتی کے مالک! ہم آپ کی تعظیم کرتے

ہیں!

سوت: آپ مجرموں کو سزا دینے والے ہوں گے! آپ دھرم مریدا کے مخالفوں کو تباہ کریں گے۔ آپ اکیلے

ہی پر جا کے پالن ہار ہیں اور پیار کر سکیں گے اور اسی لیے اے دشمن شکن، اے ثابت قدم!

اے رعایا پرور حاکم! ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔

ماگدھ: جس طرح سورج دیوتا، آٹھ مہینے تک تپنے کے بعد پانی کھینچتے ہیں اور برسات کے موسم میں

اسے انڈیل دیتے ہیں اسی طرح آپ رعایا سے محصول کے روپ میں دھن جمع کر کے اُسے پر جا

کے فائدے میں ہی خرچ کریں گے! اسی لیے اے قانون پالک حاکم ہم آپ کو آداب کرتے

ہیں۔

سوت: جس طرح سے صبح کی آہٹ سن کر اندھیرے کا بڑا سمندر سمٹ کر کا فور ہو جاتا ہے ایسے ہی آپ

کی ذہانت اور حکمت سے سارے دکھ درد، ظلم اور برائیوں کی غم انگیز تاریکی غائب ہو جائے گی!

ماگدھ: جیسے اندھیروں کے قیدی درختوں میں پرندوں کی زنجیروں پر سورج کی ضرب پڑتے ہی وہ

کھٹکھٹا اٹھتی ہیں ویسے ہی سنبھٹا اور برہما ورت کے لگیوں کے دیے ہوئے سر آپ کے لازوال

آشرم میں آکاش کو نعماتی بناتے ہیں۔

(پرکھو جو بڑھتی ہوئی بے تابی سے یہ سب سن رہا تھا اُن

دونوں کو روک دیتا ہے)

پرکھو: کھڑے! یہ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں؟

سوت: مہاراج!

(جیران ہو کر دونوں بول نہیں پاتے)

پرکھو: آپ کی خوشامد کے آئینے میں مجھے اپنا چہرہ تو نہیں دکھائی دیتا! (اپنا ماسک ہٹاتے ہوئے)

کیا آپ میرے ماسک کی تعریف کر رہے تھے؟ اب دیکھیے!

ماگدھ: یہ جھوٹا چہرہ نہیں، آپ کے مستقبل کا آئینہ ہے، راجن!

سوت: ہم آپ کے تابندہ چہرے پر آنے والے اُجالے اور قوت کے آثار دیکھتے ہیں!

پرکھو: بند کیجیے یہ فصاحت اور بلاغت ابھی تو میں نے راجا ہو کر رتی بھر کام نہیں کیا!

ابھی سے مدح سرائی کیسی! (سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) سُنیے سُنیے لوگو! سُنیے ماما

سُنیتھا، سُنیے برہما ورت کے باشندو! — آپ نے مجھے راجا بنانا تسلیم کیا! اس کے

لیے مجھے تعریف نہیں آپ کا تعاون چاہیے۔ تقریر کی ندرت نہیں، عمل کا حُسن چاہیے —

محنت کے بنا، تعریف مجھے اتنی ہی بدزیب لگتی ہے جتنی بنا بُرائی کے غیبت!

(اچانک باہر سے نشاد کا ماسک سامنے گرتا ہے)

گرگ: نشاد!

سُنیتھا: جھنگا پتر۔ (کوش کی آمد۔ گمبھیر اور محو)

کوش: ہاں، میں جھنگا پتر! آپ لوگوں کو خبردار کرنے لڑا ہوں!

پرکھو: کوش؟ ٹھیک آئیے! تمہاری ضرورت ہے!

کوش: پرکھو!

اترے: راجا کہو، نشاد!

پرکھو: کیا بات ہے، کوش؟

کوش: ڈاکوؤں کے جتھے نے دوسری جانب چڑھائی کی ہے!

پرکھو: آشرم پر؟

کوش: نہیں! انھوں نے کچھ دکھن کی جانب سرسوتی پار کی ہے اور اب وہ گاؤں کی طرف بڑھ رہے

ہیں!

مکھیا نمبر ایک: گاؤں کی سمت؟

مکھیا نمبر دو: ڈاکو گاؤں کی طرف بڑھ رہے ہیں بھاگو!

مکھیا نمبر تین : بھاگو۔ بھاگو !
 سوت : کہیں وہ ادھر آگئے تو ؟
 ماگدھ : ہم کدھر بھاگیں گے ؟
 مکھیا نمبر ایک : ہمارے کنبے !
 مکھیا نمبر دو : ہمارے گاتے بیل !
 اترے : سب سے پہلے آشرموں کی حفاظت ہو !
 گرگ : اگر ہمارا راستہ ہی بند ہو گیا ؟
 شکر آچار یہ : راجن ! کوئی حل سوچیے ! (کھلبلی)
 پرکھو : خاموش ! خاموش ! آپ نے مجھے راجا بنایا ہے تو میرا حکم بھی سُنیے ! سوت اور
 ماگدھ، آپ کوئی خفیہ راستہ جانتے ہیں ؟
 سوت : ہاں !
 پرکھو : ان مکھیا لوگوں کو ادھر سے ہی لے جائیے !
 ماگدھ : کہاں لے جائیں ؟
 پرکھو : مشرقی سرحد پر انوپ پردیش میں آپ دونوں کو وہاں کانگراں بنایا جاتا ہے !
 سوت اور ماگدھ : جے ہو !
 مکھیا : ہمارے کھیت اور کھلیان !
 پرکھو : میں اُن کی حفاظت کروں گا ! ہر گاؤں کے دس دس نوجوان میرے ساتھ رہیں گے ! آپ
 لوگ انوپ پردیش کو مرکز بنائیے ! جاتیے اور وہاں اپنی قوت بازو کا ظہور دکھائیے !
 سوت : قوت بازو کا ظہور !
 ماگدھ : قوت بازو کا ظہور !
 (سوت ، ماگدھ اور مکھیا لوگ چلے جاتے ہیں)

سینتھا : نورِ نظر !
 پرکھو : ماما سینتھا ! جنگ میں گھاتل ہونے والوں کی مرہم پٹی بھی کرنی ہے !
 سینتھا : میں کروں گی ! میں اسی دن کی منتظر بھی تھی ! دین کے آہنگ کی جو دھارا دھرتی میں کھو
 گئی تھی اب تمہارے احکام میں پھوٹ رہی ہے ۔ یہی ہے ہمارا مدعا، مراد ! چلو، داسی ۔

(زُکَل جاتی ہیں)

پرکتھو: اور آپ لوگ، آچاریہ، نڈر ہو کر آشرم میں گئیے اور ریاضت کیجیے۔ لیکن ایک عرض ہے...
گرگ: عرض....! راجا آپ کے احکام پتواری ہیں، ہماری کشتی ویسے ہی چلے گی!

اترے: ہماری نیک دعائیں آپ کا سایہ کریں گی!
شکر آچاریہ: راجن! یہ نڈر ہماری خواہشوں کی علامت ہے! (دھنش دیتا ہے) منظور کیجیے! اس
کمان کا نام ہے آج گو!.... ایک دن اندر نے اسی کمان سے سرسوتی، سندھو اور راوی
دریاؤں کے کناروں پر لیٹروں کے نگروں کا خاتمہ کیا تھا! آج آپ کے ہاتھوں اسی جانب
سے آئے ہوئے ڈاکوؤں کو نابود ہونا ہے!

پرکتھو: شکر گزار ہوں، منی ور! اصلی کمان کے اعتماد کے حق دار تو آبادی کے لوگ ہیں۔ آپ کی صلاح
پر اس کا آدھا ہے۔ اس لیے میں آپ لوگوں کو اپنا منتری منڈل نامزد کرتا ہوں!

گرگ: منتری منڈل!

پرکتھو: آپ منی ور شکر آچاریہ میرے پروہت منتری ہوئے! اگرگ منی جیوتش (نجوم کے) منتری اور
اترے منی، دھرم منتری!.... ضرورت پڑنے پر میں مشورے کے لیے آپ کو آشرم سے
بلاؤں گا!

شکر آچاریہ: ہم حاضر رہیں گے!

گرگ: یہاں پر بھی آپ تنہا نہ رہیں۔ اس کا انتظام ہم نے کیا ہے!

پرکتھو: منی ور، اکیلا پن میرا شاہی زیور ہے!.... اور پھر کوش میرے ساتھ ہے!

شکر آچاریہ: آچاریہ گرگ کا مدعا دوسرا ہے!....

اترے: ہم چلتے ہیں! بھلا ہو (خیر ہو) راجن!

(تینوں کا جانا)

کوش: تمہارا منتری منڈل پہیلیوں میں بات کرتا ہے!

پرکتھو: تم بھی میری وزارت کے رکن ہو۔ میرے سپہ سالار!.... یہ بے نظیر تیر کمان سنبھالو!

کوش: پرکتھو، تمہارے وزراء کے مینوں نے تو مجھے جھنگا پتر قرار دیا ہے۔ مجھے تو جنگلی قبائل کا سردار

بنا ہے۔ تمہارا سپہ سالار نہیں!

پرکتھو: ان چہروں کو تم بھی سچ مان بیٹھے؟

کوش : سچ میں نے مانا ہے یا تم نے ؟

پرکھو : سچ ایک ہی بات ہے کہ سرسوتی پار کے ڈاکو سارے برہما ورت کو گھیر لیں گے اور تب تمہارا اور ہمارا پیارا ہمالیہ بھی ترگرت بھی ملیا میٹ ہو جائے گا ! اسی چیلنج کو میں نے قبول کیا ہے ! میرا ساتھ دو، کوش !

کوش : وہ کہتی ہے کہ یہ لوگ ڈاکو نہیں ہیں !

پرکھو : کوش ! اُروی کے نام کا جادو مجھے اب گمراہ نہیں کر پائے گا ! دیکھتے ہو یہ بندھن ؟ ...

(کشاکشی رسی دکھاتا ہے) کشاکشی اس رسی کی ہر ایک گانٹھ ایک وعدہ ہے جو میں نے کیا ہے !

کوش : یعنی اس بندھن اور ان جھوٹے چہروں (ماسک) کو تم سچ مانتے ہی ہو !

پرکھو : کوش ! سچائی ایک ہی ہے ۔ ہمارے اعمال !

کوش : سچائی اور اصلیت میں فرق ہو سکتا ہے، پرکھو ! ایک اصلیت یہ ہے کہ کھوڑی دیر پہلے میری بات ہوئی ہے۔

پرکھو : بات ہوئی ہے ؟

کوش : اُسی نے مجھے خبردار کیا کہ یہ لوگ گاؤں کی سمت بڑھ رہے ہیں !

پرکھو : اور کیا کیا معلوم ہے اُروی کو ؟

کوش : بلاؤں اُسے ؟ ... ملیں گے ؟

پرکھو : کھہرو ! ... اُروی نے تمہیں خبردار کیا ؟ ... (سوچنے کے انداز میں) کہیں کہیں

اُروی ڈاکو لڑکی تو نہیں ہے ؟ یہی تو اُس کا راز نہیں ہے جسے ہم اتنے برسوں تک

سمجھ نہیں پائے تھے ؟ ... یہی تو وجہ نہیں ہے کہ ہم لوگ اس کا بھید نہ جان سکے ؟

آریوں کے دشمن ڈاکوؤں کی دوشیزہ ؟

کوش : یہ کیا، پرکھو ! تم بھی آریہ نام کی دہائی دینے لگے ؟ گرو جی کا حکم کیا ہوا ؟ چھی !

اُروی، آریہ دشمن ڈاکو لڑکی اور میں آریوں کا خادم نشاد !

پرکھو : مجھے برہم نہ کرو ! کوش، میں ان ڈاکوؤں کا خاتمہ کرنے کے لیے وعدہ کر چکا ہوں !

کوش : لیکن اُروی کہتی ہے وہ لوگ ڈاکو نہیں ہیں ! لوٹ کھسوٹ ان کا پیشہ نہیں ہے !

پرکھو : تب آشرموں پر ان کے حملے ؟

کوش : ایک زمانے میں برہما ورت کے آریوں اور اندرنے ان کے شہروں کو تباہ کیا ... سندھو،

ایراوتی اور سرسوتی کے کنارے کے وہ جنگلاتے شہر ویران ہو گئے۔ انھیں ڈر ہے کہ برہمادرت کے
مُنی اپنے یگیوں کے نام پر جنگلوں کو کاٹ رہے ہیں! مٹی بہہ کر سرسوتی کے بہاؤ کو بند کر رہی ہے۔
اس طرح ان کی پچی کھچی کھیتی بھی ملیا میٹ ہو جائے گی!

پرکھو: دیکھتا ہوں اتنی تھوڑی سی دیر میں تمہیں اُروی نے خوب پڑھایا ہے!
کوش: چلو، پرکھو....! میں، تم اور اُروی سرسوتی کی دھارا کو پھر سے بہانے کی تدبیریں
تلاش کریں اور یوں اس جھگڑے کو جڑ سے دُور کر دیں!

پرکھو: جھگڑا....! اسے تم جھگڑا کہتے ہو؟.... اتنی دیر میں یہ بھی بھول گئے کہ ہمارے گھوڑوں
کی ٹاپوں سے اُروی دھول کے پیچھے بھی ان ڈاکوؤں کے بے رحم اور ظالم چہرے آشرموں
میں آگ برسا رہے تھے؟ بھول گئے کہ تم نے اور میں نے ان کی بے رحمی کے جال میں
ترپتی مچھلیوں کی طرح آشرم نواسیوں کو بچایا تھا ہم لوگ بجلی کی صورت ان کا بے بادلوں کو
چیر کر لوٹ پڑے! دیکھتے ہی دیکھتے نواسیوں کو تم نے مطمئن کیا، حوصلہ دیا....!
کوش، کمان کی یہ ترپ چل رہی ہے اور ترکش میں سے تیر نکلنے کو بے قرار ہیں.... میں
جنگ کروں گا!

کوش: جنگ میں بھی کروں گا!

پرکھو: تو یہ لوزرہ بکتر!

کوش: نہیں!... یہ تیر کمان میرے لیے نہیں ہے! میں خالص خون نہیں ہوں! اے عظیم حاکم!
تمہارے ساتھ شانہ بہ شانہ میں جنگ نہیں کر سکتا!

پرکھو: بُرا مان گئے دوست؟... جانتے ہو، راجا بننے کی میری ایک شرط یہ تھی کہ تم میرے
ساتھ رہو گے؟

کوش: اُس شرط میں اُروی... اُروی... سے رابطہ بھی شامل ہے کیا؟

پرکھو: رابطہ؟... کوش، تمہارے لہجے میں شک کی یہ کیسی آہٹ؟

کوش: سیدھا جواب دو، پرکھو!

پرکھو: میں نے وعدہ کیا ہے کہ خون کی ملاوٹ نہیں ہونے دوں گا... اُروی... ڈاکو لڑکی

ہے۔ ہے نا؟

کوش: بات صاف ہو گئی! راجن، میں چلتا ہوں!

پرکھو : راجن ؟ ... کوش ! ... کہاں جا رہے ہو ؟
 کوش : یقین کرو، آشرم کا بھی بال بیکانہ ہونے پائے گا ! ہم لوگ اس کے ارد گرد ہی ہوں گے !
 پرکھو : لیکن جنگ تو یہاں ہوگی !
 کوش : ہمیں ایک اور جنگ بھی لڑنی ہے ! سرسوتی کی دھارا کو گھیرنے والے رگیستان کے خلاف !
 پرکھو : اور ادھر ڈاکو لوگ، سارے برہما ورت کو تہس نہس کر ڈالیں ؟ ... نادان ! ... تم ڈاکو
 لڑکی کے فریب میں آگئے ہو !

کوش : (ہنستا ہے) خوب ! ... جیسے تمہیں اُروی سے بھی کوئی لگاؤ نہیں رہا !
 پرکھو : (پٹیٹھ پھیر کر کچھ دُور ہٹتا ہے) یہ میں کب کہتا ہوں کہ اُروی یہاں سے چلی جائے ؟ ...
 مجھے اپنے نئے فرائض اور ارادوں میں اُس کی بھی ضرورت ہے !
 کوش : (تلخ لہجہ) تمہارا مطلب ہے فریب کاری، لیکن مذہب کے مطابق نہیں ؟ یہی تمہاری چال
 ہے، راجا پرکھو !

(چلا جاتا ہے)

پرکھو : (بے رُخی اور تیزی سے) اور تم ... ؟ (کوش کی جانب مُڑ کر) تم ؟ کوش ! ... کوش !! (اُدبے
 لہجے میں) میں سمجھتا ہوں تم لوگوں کی چال ! (زور سے) جاؤ ! جاؤ ! لیکن ہوشیار !
 میری ذات کا جنگل سلگ چکا ہے اور اس کی دہکتی ہوئی آگ تمہیں بھی جلا ڈالے گی ! ...
 ٹھیک ہی ہوا، سارے شک بھسم ہو رہے ہیں ! ساری حیرتیں ... اور میرا راستہ
 صاف ہے ! (دھنش سنہکالتے ہوئے) اکیلا ہوں تو کیا — میرے ہاتھ آزمائے
 ہوئے ہیں ! ... تنہا ! (دھنش کی ٹنکار ! ... فوراً ہی پائل کی جھنکار ! ارچنا کی آمد) ... اکیلا !
 ارچنا : آپ تنہا نہیں ہیں، راجن !

پرکھو : تم کون ؟

ارچنا : گرگ کی بیٹی، ارچنا ! ... پتا جی نے کہا تھا کہ آپ تنہا نہیں رہیں گے ؟
 پرکھو : ارچنا ! (نظر ارچنا پر اٹک جاتی ہے۔ تیز لہجہ میں) ... کون سے دلاویز پھول مُسکرا اُٹھے ؟
 ارچنا : آپ کے قدموں میں ! اور (نزدیک جا کر ہاتھ پکڑتے ہوئے) آپ کے قریب میں بھی ! ...
 میں آپ کی رانی جو ہوں نا ؟

پرکھو : (ٹھکسا سا گویا ہو جیسے مرعوب ہو کر) رانی !

ارجینا : مٹیوں نے منتھن کر کے امرت نکالا تو اُس کے لیے کردار کی بھی تخلیق کی !... میں ہی آپ کے امرت کی کنٹھ ہوں ! (اپنے دونوں ہاتھ پر تھو کے گلے میں ڈالتی ہے ! آنکھوں میں آنکھیں

ڈالتی ہے)
پر تھو : امرت اور کنٹھ !... (دھیے نرم لہجے میں) یہ کیسا جادو ہے کہ ہاتھیں پھڑکتی ہیں دشمن کو زیر کرنے کے لیے بھی اور پھولوں کی اس ٹہنی کو کس کر باندھنے کو بھی !... بچان میں کون سا شگاف تمہیں مل گیا، ضدی کلی ؟
ارجینا : (خواب آور لہجے) وہ لمس جو پل میں گا کر کو چھلکا دے ! کب سے بیٹھی ہوں سونے کی تھالی

سجائے !

پر تھو : نہیں، کوئی شگاف نہیں !... مگر کو میری چٹان پر قریب کے سورج اور تم بھی چمکتی چاندنی !... میں ہی ڈمرو ہوں اور میں ہی بانسری !

ارجینا : سونے کی تھالی اور یہ دمکتی کٹوریاں ! بھرا ہے جن میں لبالب رس کا سمندر لیکن کوئی آتا نہیں، آتا نہیں !

پر تھو : آؤ ! لہراٹھ رہی ہے !... ایک ہی اٹھان میں تمہاری دھرتی کا گلے لگانا ... اور گلن کی ہل چل !... ایک ہی سرخوشی میں دھنش کی آواز اور پیار کا راگ ! کوئی اُجھن نہیں، کوئی دھوکہ نہیں !... آؤ !

(دونوں بغل گیر ہوتے ہیں۔ پس منظر میں نقارے اور ڈمرو کی آواز جن کے بیچ بانسری کا انوراگ بھرا سر—اندھیرا)

دوسرا ایکٹ

(روشنی نٹی اور سوتر دھار پر پڑتی ہے، وہ کونے میں کھڑے ہیں)

سوتر دھار: نٹی! دیکھتی ہو، ایک عظیم پٹر جس کی ڈالیں اور شاخیں پھیلی ہیں، اتنی دُور کہ آنکھوں کی مٹھی میں سما نہیں پاتیں!
نٹی: جس کی جڑوں کا جال گنبد کی گونج کی طرح انجانی گہرائیوں کی ٹوہ لیتا ہی رہتا ہے، رکنے کا نام نہیں!

سوتر دھار: اور اُس درخت کی اونچی ڈالوں پر جھوم رہے ہیں رنگ برنگے پھول! پھول جو نہ جھڑتے ہیں اور نہ پھل بنتے ہیں۔ نہ سوکھتے ہیں اور نہ بیج ہی دیتے ہیں!
نٹی: سوتر دھار، کون ہیں یہ خوشبو والے، لذت والے، بے آواز، لیکن دلاویز سراب جنہیں نہ ہم چھو سکتے ہیں، نہ کھا سکتے ہیں، نہ دھرتی پر لو سکتے ہیں؟
سوتر دھار: دیوتا ہی وہ پھول ہیں، نٹی!

نٹی: دیوتا جنہیں آدمی نے ہی یہ رُوپ دیا ہے؟
سوتر دھار: اے انسانی سماج کے عظیم درخت! تمہارے لاتعداد اعضا کی ڈالیوں پر جھومنے والے ان پھولوں کی ہم عزت کرتے ہیں، پوجا کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں!

نٹی: کیا دیوتا آدمی کی مدد نہیں کرتا؟
سوتر دھار: یہی تو تماشا ہے! پھول اُوپر لٹکتے ہیں لیکن بیج وہاں نہیں!
نٹی: کہاں ہیں وہ بیج؟ کیا ادھیراج پر کھو جاتا ہے؟
سوتر دھار: کیا ہرن جانتا ہے کہ اس کی ناف میں کیا ہے؟ وہ دیکھو!

(سُتج پر روشنی پھیل جاتی ہے، پر تھو پیٹھ کیے کھڑا ہے۔ سوت

اور ماگدھ اُسے مخاطب کرتے ہیں)

سوت: راجن! اب تو ہم آپ کی شجاعت کی داستان گاسکتے ہیں؟
ماگدھ: آپ نے برہماورت کی سرزمین کو ڈاکوؤں سے پاک کر دیا۔ وہ کمینے کٹ کر نیست و نابود ہو گئے، یا بھاگ گئے!

سوت: آشرموں میں سکون اور امن ہے! ایک برس سے یگیہ اور اگنی ہوتری برابر چل رہے ہیں! رشی منی دھرم کرم میں لگے ہیں۔ قبیلے بھی پرسکون ہیں!
ماگدھ: بے نظیر کوش سے آپ نے جنگ کی۔ اندر نے جیسے ورتا سر کا خاتمہ کیا تھا ویسے آپ نے اُسرول کی اولاد کو مار بھگایا۔ آپ کے دھنش کی ٹنکار سر سوتی پار کے کھنڈروں کو للکارا ہے لیکن اب کوئی اُس للکار کا جواب دینے کا حوصلہ نہیں کرتا!
سوت: ہم آپ کی شہرت کی ساری کائنات میں تشہیر کریں گے!

ماگدھ: ہمیں اجازت دیں، راجن!
پر تھو: (گھوم کر اُن کی جانب دیکھتا ہے) سوت۔ ماگدھ! شہرت کی دوائی ہر مریض پر کام نہیں کرتی!

سوت: مریض؟
ماگدھ: آپ کے جلال سے برہماورت کے عوام کے سب دُکھ درد دور ہو گئے!
پر تھو: اور اگر کہوں کہ مریض میں ہوں؟

ماگدھ: آپ؟

سوت: مذاق کر رہے ہیں آپ، راجن!

پر تھو: سُنیے۔ آپ تعریف کیجیے لیکن میری نہیں، دیوتاؤں کی!

ماگدھ: اَشونی کماروں کی توصیف ہم نے کی جب جبر اور درد نے ہمارے کنبوں کو ستایا!

سوت: ورن، اگن اور سب سے اوپر اندر — ان سبھی دیوتاؤں کی توصیف کی جب راجن،

آپ دشمنوں کے دستوں سے گھرے ہوتے، اُن کے زوردار حملوں کا سامنا کر رہے تھے!

پر تھو: پکارے اندر کو۔ پھر پکارے! اندر کو، ورن کو، اگن کو، اَشونی کماروں کو!... پکارے

اور پوچھیے کہ کیا اُن کے پاس چلیخوں کی وہ ہوا ہے جو میری کمان کے سروں کو پھر سے جگا

کے؟

(ارجنا کی آمد)

ارجنا: یہ میں کیا سن رہی ہوں، دیو! افلاک کو چھوتی ہوئی اُمید!
سُوت: مہارانی، ہمارا آداب قبول کیجیے!

پرکھو: دیوی! ارجنا!.... یہ مکالمہ تمہارے کانوں کے لیے نہیں تھا!
ارجنا: حیرانی ہے!.... میں آپ کی اردھانگنی ہوں! جو ہوا آپ کو چھوئے گی کیا وہ مجھے نہیں
جھک جھکورے گی؟

مالگدھ: دیوی! ہم لوگ مہاراج کی نیک نامی کے پرچم کو اپنی آواز کے ستون پر لہرانا چاہتے ہیں!
سُوت: کیا ہمیں اجازت ملے گی؟
ارجنا: ضرور!... آپ دونوں جائیں اور مہاراج ادھیراج کے شجاعت کی داستان کی کونے
کونے میں تشہیر کر دیں!
سُوت اور مالگدھ: جے ہو، مہارانی!

(چلے جاتے ہیں)

پرکھو: (کچھ خاموشی کے بعد) ارجنا۔ یہ سب بے کار ہے!
ارجنا: جہاں پناہ! آپ کی دلیری کا تذکرہ ہی تو زبان زدِ عام ہے!
پرکھو: دلیری....

ارجنا: وہ شجاعت جس نے ایک جھٹکے میں برہما ورت کو جگادیا!
پرکھو: کسی اونچی چٹان کی کڑی چڑھائی طے کر لینے کے بعد دیکھتا ہوں۔ ہموار سرزمین!... اس کا
کیا کروں ارجنا؟... میں تو چڑھائی کا عادی ہوں!... یہ بے پناہ بے دلی جس نے
مجھے آگھیرا ہے!... بے دلی! آتے جاتے سانسوں کی بنجر زمین!... گوشے گوشے میں
منتشر، جمی ہوئی کہر... کیوں کہ ہوا ٹھہر گئی ہے... اور ہڈیوں کو بے حس کرنے والے سرد
جھکورے آتے ہی نہیں!

ارجنا: سخت جھکورے ہی خون میں تیزی لانے کے لیے کافی نہیں ہے!
(نزدیک جا کر واضح کرتی ہے)

پرکھو: پیماہ کی گپھاؤں میں بھلانا چاہتی ہو، ارجی؟

اَرچنا : کیوں نہیں ؟ ... کیا گھمسان جنگوں کے شور شرابے کے درمیان بھی اُن کُنچوں میں ہم نے آرام و تفریح نہیں کی ہے ؟

پرکھو : (مسرور انداز میں) تمہارا یہ روم روم جلال اَرچی ! ... ایک ہی لمس میں گُلوں کی دعوت ! ... اوہ، یہ لمس ! ... یہ تمہارے بدن کا سمندر — اور میں ہوں کہ گہرائیوں میں کھوجاتا ہوں ... اور سمندر کی تہہ ملتی ہی نہیں ... ملتی ہی نہیں ... ! اوہ، تمہارے بدن کا سمندر،

اَرچی !

اَرچنا : (بے بس ہو کر) پرستیم !

پرکھو : (ایک جھٹکے سے) نہیں ... نہیں، اَرچنا ! یہ فرار ہے !

اَرچنا : فرار ! ... آریا پتر، کس سے بھاگنا چاہتے ہیں ؟

پرکھو : (کسی حد تک بے توجہی سے) تم سمجھ نہیں رہی ہو !

اَرچنا : (ضد کرتی ہوئی) کس کی یاد بجلی کی طرح گونڈ کر آپ کو مجھ سے دُور بھٹکاتی ہے ؟

پرکھو : (کچھ سمجھتے ہوئے) شک کرتی ہو ... نادان !

اَرچنا : نادان ! ... یہی تو اس نے مجھے کہا تھا !

پرکھو : کس نے ؟

اَرچنا : اُس نے جو سکھی نہ ہو پائی ! ... اُروی !

پرکھو : سال بھر پُرانی بات !

اَرچنا : آپ کی بے دلی، من کی بے اطمینانی ! اب سمجھی مجھو یہ کے جال کے آگے بیوی کا بندھن باسی

لگتا ہے نا !

پرکھو : اَرچی ! (کچھ حیرت، کچھ دھیمے لہجہ میں) پُور دوا اور اُروشی کی داستان کہنے والے کیا جانیں

کہ وشسٹھ اور ارونڈھاتی کے آنگن کے کنوئیں کا پانی کتنا میٹھا اور مزے دار تھا ! ...

کاش، کوئی شاعر، کوئی گائیک اُس راگنی کی دھڑکن کو پکڑ پاتا، جس میں ہم دونوں لے تال

کی طرح پیوست ہیں ! ...

اَرچنا : آپ راجا ہیں ! ... از دوا جیت کی سچ کی پاٹیاں راجا کے لیے ویسے ہی ناکافی ہیں،

جیسے اُس کے راجیہ کی سرحدیں ! ... مجھے خود ہی سوچنا چاہیے تھا ! ... اُروی کو آپ

کے من بہلاؤ کے لیے ...

پرکھو: (غصہ اور غضب سے) اُروی اُروی اُروی بند کرو یہ رٹنا! اس
ڈاکو لڑکی کی یاد کے شرارے بھی ٹھنڈے ہو چکے ہیں! (کچھ سنبھل کر، ارچنا کے قریب جا کر) ارچنا
سنو! ... ایک ترازو ہے میرا یہ تن من! ... ایک پلڑے میں تمہاری الفت کا سونا اور
دوسرے میں چیلنج کا بوجھ! اگر صرف ... صرف پیار کی دلاویزی میں کھو جاؤں تو ... تو
ترازو کے پلڑے تو وزن کھو دیتے ہیں!!! ارچی! ...

ارچنا: آریا پتر! راج دھرم کا بوجھ کافی نہیں ہے کیا؟
پرکھو: راج دھرم! ... منتری منڈل کی چچ چچ — شکایتوں کے انبار۔ انتظامیہ کی فکر ...! ان
میں کون سا چیلنج ہے؟ جیسے زمین پر لیٹا ہوا آدمی چیونٹیوں کے ٹیلوں کو دیکھے اور سمجھے کہ
وہ پہاڑ ہے! نا! نا! ارچی! ... میں تو سیدھے کھڑے ہو کر سرفلک برف پوش چوٹیوں کے
آہنگ کو مانوں گا!

ارچنا: تو پھر تپا جی کی بات ٹھیک ہے! ... آپ کا کھشتری دھرم مہاراج ادھیراج بننے میں ہے!
پرکھو: مہاراج ادھیراج کی جنگیں! میں نے کس کے لیے اتنی جنگیں لڑیں، ہزاروں
دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا؟ ... مٹیوں کے آشرموں اور برہماورث کی حفاظت
کے لیے نا! لیکن چکرورتی راجا کی خواہش کے لیے لڑی گئی جنگ تو خالص قتل ہوگی!
.... ارچی! کوئی بھی نہیں جو میری خواہش کے گھوڑوں کو رہوار بنا دے! (پھر وہی جرت)
اسی لیے ... فرار ہی سہی! تمہاری دلی مراد، افشاں کی پھلواڑی میں فرار! تمہارے جادو
بھرے اندھیرے میں فرار! ... جانتا ہوں میں اپنے آپ سے بچ کر بھاگ رہا ہوں ...!
لیکن لیکن

(بغل گیر ہونا اور اندھیرا — روشنی نٹی اور سوتر دھار

پرٹک جاتی ہے)

نٹی: سوتر دھار کیا ہمیں اتنی چھوٹ ہے کہ چیونٹی کے ٹیلوں کو چھوڑ دیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں
کی جانب ہی دوڑیں؟

سوتر دھار: ہم لوگ ایک دعوت میں مہمان ہیں سینکڑوں پھل ہیں — کھٹے، میٹھے،
نمکین — لیکن مزہ ان پھلوں میں نہیں ہے۔ سواد ہمارے اپنی زبان میں ہے۔

نٹی: کیا پرکھو میں اتنی سمجھ نہیں کہ اپنی زبان کے مزے کو پہچان سکے؟

سو تر دھار: سمجھ؟ نٹی، عقل مندی کی کنجی آدمی کے ہاتھ تبت لگتی ہے جب تالے آپ ہی
 ٹوٹ چکے ہوتے ہیں!

نٹی: تو پھر وہی بے دلی، وہی اُداسی، وہی اضطراب؟
 سو تر دھار: ہل چل اور غل غپاڑہ کی اندھی کبھی کبھی آتی ہے اور اپنے آپ نچل میں بے دلی اور اکھڑے
 من کو سمیٹ لیتی ہے!

نٹی: لیکن وہ بھی تو فرار ہے!
 (روشنی بائیں راستے پر — داسی آتی ہے۔ وہی جو سینٹھا کی داسی تھی)

داسی: رکھنکھارتی ہے۔ جھجکتے ہوئے) مہاراج!
 (پرکھو اور ارچنا چھٹک کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں)

ارچنا۔ کیا ہے داسی؟
 داسی: معاف کریں، دیوی! سوت اور ماگدھ بُری طرح گھر گئے ہیں اور اُن کی جان کو خطرہ ہے!
 پرکھو: کیا؟ حیرانی ہے! ... میں نے تو ڈاکوؤں کی سبھی جماعتوں کو نابود کر دیا، اب کس کی ہمت
 کہ میرے مشیروں کا بال بھی بیکا کرے؟

داسی: ڈاکو نہیں دیو! دُور دُور گاؤں سے آئے ہوئے عوام! سوت اور ماگدھ آپ کی دلیری
 کی کہانی گا رہے تھے کہ کہ

پرکھو: صاف کہو، داسی!

داسی: معاف کریں، مہاراج! عوام نے سوت اور ماگدھ کو گیت گانے سے روک دیا! وہ مہاراج
 کی عظمت کے گُن، اُن کی قوت کے گیت سُننا نہیں چاہتے! وہ بہت بے چین ہیں! طرح

طرح کے نعرے لگا رہے ہیں۔ شرارت کرنے پر تلے ہوئے ہیں!

پرکھو: میں خود جا کر دیکھوں گا! ... میں اپنی رعایا کو جانتا ہوں!

(تیزی سے نکل جاتا ہے)

ارچنا: آخر بات کیا ہے؟

داسی: قحط، مہارانی! ... قحط اور بھوک؟

ارچنا: کس طرف قحط پڑا ہے؟

داسی: سبھی اطراف میں، دُور دُور کے گاؤں سے لوگ آتے ہیں!

ارچنا : آس پاس تو ایسے آثار نہیں دکھائی دے رہے تھے !
 داسی : آثار ! ... وہ کہتے ہیں کہ پٹر کے کوٹر (کھوکھلے حصے) کے اندر سلگتی آگ جیسے باہر فوراً
 ظاہر نہیں ہوتی ، ویسی ہماری بھوک کی جوالا ہے لیکن اُن کے نعرے ، اُن کی آنکھوں کا
 رُوپ ، اُس اندرونی جوالا کا دھواں ہے !
 ارچنا : لیکن ایک اور بھی دھواں ہے ! سینٹھا کے یگیوں کا دھواں ! وہ اس لمحاتی جنون کی گندگی
 کو دور کر دے گی !

داسی : دیوی ، ان کی یہی تو شکایت ہے کہ مہاراج پر کھٹونے جو کچھ کیا ہے مٹیوں کے آشرموں اور ان
 کے یگیوں کے لیے کیا ہے ۔

ارچنا : یہ آشرم اور یگیہ ہی تو عوام اور ان کی کھیتی کا کلیان کرتے ہیں !
 داسی : دیوی ، مٹی لوگ قربانیاں دے رہے ہیں ! مٹی لوگ منتر اچارن کرتے رہے ہیں لیکن گھڑا
 خالی ہوتا جا رہا ہے اور اس چھید کا پتا ہی نہیں جس میں سے ہو کر بوند بوندیانی رستہ ہا ہے !
 ارچنا : دیوتا اس گھرے کو خالی نہیں ہونے دیں گے !

داسی : دیوتا ، مٹیوں کے آہنگ کو اُن سنا کر رہے ہیں ۔ مٹیوں کے منتر

(گرگ اور اترے آتے ہیں)

گرگ : مٹیوں کے خلاف یہاں بھی نعرے لگ رہے ہیں کیا ؟

ارچنا : پتا جی !

گرگ : دیکھتا ہوں راج ماما سینٹھا تو پر لوک چلی گئی لیکن مہاراج کے خلاف نبرد آزمائی کے بیج بونے کے
 لیے اپنی داسی کو چھوڑ گئی ہیں ۔

داسی : معاف کریں ، مٹی ور ! ... میں تو

گرگ : ایک دن گنہگار کشا کو دھرتی میں تم ہی دفنار ہی تھی ! کیا سچ ہی شکر آچار یہ تمہیں روکنا چاہتے
 تھے ؟

ارچنا : یہ کیسے وعدے ، پتا جی ؟

گرگ : اترے مٹی سے پوچھو !

ارچنا : داسی تم جاؤ !

(داسی چلی جاتی ہے)

آپ کا مطلب ہے کہ شکر آچاریہ کا ہاتھ ہے اس کھلبلی اور انتشار کے پیچھے؟
 اترے: نہیں!... لیکن اگر دشمنی کا میاب نہیں ہو رہی تو قصور کس کا ہے؟....
 ارچنا: لیکن منتری منڈل کے فیصلے تو آپ لوگ سب مل کر ہی دیتے ہیں!
 اترے: شکر آچاریہ بھرگ ونشی ہیں! اور بھرگ ونشی کی ایک عادت آپ نہیں جانتیں! موقع ملتے
 ہی یہ سارے حقوق اپنا لیتے ہیں۔ شکر آچاریہ، پروہت منتری ہی نہیں پردھان منتری بن
 بیٹھے ہیں!.... اب بھگتیں!

(شکر آچاریہ کی آمد)

شکر آچاریہ: دیکھتا ہوں وزیر اپنی صلاح اب منتری منڈل میں نہ دے کر یہاں مہارانی کی قربت میں
 دیتے ہیں!

اترے: منتری منڈل اب کہاں ہے؟ شکر آچاریہ! (طنز پر) جہاں آپ ہیں وہیں منتری منڈل ہے
 شکر آچاریہ: اپنی ذمہ داری سے بچنے کے لیے بہانوں کی کیا ضرورت ہے، اترے مہنی؟
 اترے: بہانے آپ کو سوچنے ہیں، بھرگ پتر! اپنے بنائے قاعدے قانون کے شگافوں پر پردے
 ڈالنے کے لیے!

شکر آچاریہ: پردہ! بھرگ ونش پردہ ڈالتا نہیں، پردہ فاش کرتا ہے!
 اترے: اترے ونش کو چھپانا ہی کیا ہے جو پردہ فاش کا ڈر ہو؟
 شکر آچاریہ: کیوں میرا منہ کھلواتے ہیں، اترے؟
 (داسی کی تیزی سے آمد)

داسی: غضب ہو گیا!

ارچنا: کیا ہوا؟

داسی: دیوی، راجا گھر گئے ہیں!

ارچنا: گھر گئے ہیں؟

داسی: انھوں نے بے نظیر دھنش اگا اٹھا کر رکھ دیا! تلوار کو چھو اتک نہیں!.... نہتے بھیڑ میں گھس
 گئے اور اُس طرف بڑھنے لگے جہاں سوت اور ماگدھ پر بھیڑ بے تحاشا گھونسنے مار رہی تھی!

ارچنا: (بے چینی سے) گھونسنے؟.... میں جا رہی ہوں!

گرگ: ارچنا، ذرا ٹھہرو!

ارجنا: نہیں پتا جی! آریہ پتر کی جان کو خطرہ ہے! (جاتے ہوئے) مجھے جانا ہے!
(انخلاء۔ پیچھے پیچھے داسی)

گرگ: ارجنا؟ (شکر آچاریہ کو نشانہ بنا کر) ... نہتارا جا! ... شکر آچاریہ، آپ کیا سوچ رہے ہیں؟

شکر آچاریہ: نہتا اور نڈرا!

گرگ: ہاں! نڈرا! اور جب وہ نڈرہ ہوتا ہے تو اس کے چہرے سے نمایاں ہوتی ہے جھنجھلاہٹ بھی اور پیار بھی! جیسے جیسے

شکر آچاریہ: جیسے اُس عظیم اثر دھام کے احساس سے اُسے مسرت مل رہی ہے!
گرگ: ایسا ہی! آپ کیوں کر علم ہوا؟

اترے: شکر آچاریہ شاید سمجھ رہے ہیں کہ کشا کی رسی کا جو وعدہ ہم نے پرکتھورا جا کو دیا اس کا ہی جادو کام کر رہا ہے! البتہ

شکر آچاریہ: کیا یہ بھی یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ وعدہ نہیں تھا؟ وہ تھا ہم لوگوں اور پرکتھو کے درمیان رابطہ! مجھے ڈر ہے

گرگ: ڈر ہے کہ کہیں راجا کو کچھ ہو گیا تو

شکر آچاریہ: نہیں گرگ! نہیں! راجا کے قتل کی مجھے اتنی فکر نہیں جتنی اس کے بچ جانے کی!
گرگ: ایس؟

اترے: چترائی کی بات اور سمجھ دار کی بات میں فرق ہے، شکر آچاریہ!

شکر آچاریہ: اترے، اتنا نہیں جتنا آپ نے بھرگ ونش اور اترے ونش کے بیچ کر رکھا ہے!
اترے: میں نے یا آپ نے؟

شکر آچاریہ: مجھے ڈر ہے کہ بھرگ ونش اور اترے ونش ہی نہیں، سمجھی مینوں کی سلامتی خطرے میں پڑنے والی ہے!

اترے: کیسے؟

شکر آچاریہ: پرکتھو کی شکتی وین سے بڑھ کر ہو جائے گی!

گرگ: نہیں! نہیں! آپ وین کی طرح پرکتھو کا قتل نہیں کر سکتے!

شکر آچاریہ: یہ کون کہہ رہا ہے گرگ؟ سنیے! آپ نے اور ہم نے غوام کو ابھارا، اس کے غصے اور

غضب کو! لیکن پرکھوان عوام سے احسان اور عظمت کو پارہا ہے اسی لیے کہ....

اُترے: اسی لیے کہ وہ نڈر ہے؟ ہر ایک دلیر سپاہی کو نڈر ہونا پڑتا ہے!
شکر آچاریہ: لیکن اگر ایک تنہا آدمی نڈر ہوتا ہے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا!

گرگ: آپ کا مطلب کیا ہے، شکر آچاریہ؟

شکر آچاریہ: یقین کیجیے۔ میں آپ کی پیاری بیٹی کے شوہر کو دین کی راہ پر نہیں بھیجا چاہتا!
اُترے: آپ چاہتے ہیں کہ پرکھو پھر سے ظالموں سے مل کر اپنے حوصلے اور عزم کا پرچم بلند کرے؟...

تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پرکھو خواہش اور امنگ کے جس رہوار پر اس وقت سوار ہے،
اُسے چکرورتی کے راستے پر موڑ دیجیے!

شکر آچاریہ: لیکن برہمادرت میں قحط؟ جنتا کی بھوک؟

اُترے: بھوک کی آگ کا علاج ہے، نفس کی آگ! ہمارے لگیوں کی آگنی! برہمادرت کی سرزمین بنجر ہو

رہی ہے لیکن گنگا کے اُس پار مشرقی جانب میں جنگل بھرے پڑے ہیں!

گرگ: ٹھیک! ہم لوگ راجا سے کہیں کہ وہ نفس کی آگ کو گنگا کے مشرق کی طرف لے چلیں! جنگل

اگانے اور کھیتی کے لیے نئی سرزمین ملے گی!

اُترے: یہی نہیں! سرسوتی کے پار کے اپنے شہروں کو چھوڑ کر جوڈا کو گنگا کے پورب کو بھاگ گئے ہیں،

انہیں بھی راجا کا حوصلہ اور ویشواتر کی آگنی سے زیادہ سزا ملے گی، انہی شہروں کے کھنڈروں

میں روشنی ہو رہی ہے!

گرگ: (چونک کر) کیا؟

شکر آچاریہ: (اپنے کپڑوں کی جھولی سے مٹی کی مورت نکال کر دیکھتا ہے) یہ دیکھیے!

گرگ: بھوچنڈکا! ڈاکوؤں کی دیوی!

اُترے: جس پشاچی کی پوجا ہمارے ہون، ہماری تدبیروں کو بے کار کر دیتی ہے!

شکر آچاریہ: ہاں! وہی پشاچی پھر سے چڑھ رہے ہیں۔ اُترے مٹی!... اور جوں جوں ہیجانی حوصلہ

بڑھتا ہے، تول تول ہمارے برہمادرت میں قحط بھی!

اُترے: اُس ہیبت ناک ہیجانی حوصلہ کا خاتمہ کرنا ہوگا!

(پرکھو چلا آتا ہے)

پرکھو: ہیجانی حوصلہ ختم نہیں کیا میں نے۔ اُترے مٹی! میں نے اس کا مداوا کیا! عوام کے ہیجانی

حوصلے کی ترنگیں اب خاموش ہیں۔

اترے: آپ آگئے راجن؟

شکر آچاریہ: آپ ٹھیک ہیں؟

گرگ: کوئی... کوئی حملہ تو نہیں ہوا آپ کے اوپر؟

پرکھو: طوفان کے آگے پیر پھیل کر اڑان لیتے وقت چیل کو جیسے لگتا ہے ویسا ہی تو مجھے لگا!.....

میرے انگ انگ میں بڑی پھرتی ہے۔ ساری اُداسی غائب ہو چکی ہے۔ آپ کو حیرانی ہوگی

اترے مُنی! مجھے.... مجھے.... ایک عجیب انوکھی طاقت کی سرخوشی ہو رہی تھی۔

اترے: سرخوشی!

پرکھو: ہاں، سرخوشی! اور (لہجہ بدلتے ہوئے) نفرت بھی!.... عوام کی جس بھیڑ کو میں چُپ کر کے

آ رہا ہوں اس کے دکھ درد کی داستانیں سُن کر مجھے ترس نہیں آیا، غصّہ آیا۔ میں پوچھتا

ہوں آپ لوگوں سے جو وعدے کیے تھے کشاکش اس رسی کی گانٹھیں باندھ کر وہ میں نے

پورے کیے یا نہیں؟

گرگ: آپ نے سب وعدے پورے کیے!

پرکھو: تو پھر میرے ملک میں قحط کیوں ہے؟.... کیا آپ کے یگیوں کی آگ کو بجھانے والے ڈاکوؤں

کو میں نے نہیں مار بھگایا تھا؟

گرگ: ہمارے ہون کنڈوں سے اُٹھنے والے دھوئیں کی لپٹیں آسمان میں بادلوں سے اُجھتی رہی

ہیں!

پرکھو: کیا وہ بادل برستے نہیں؟

اترے: برستے ہیں! ہمارے یگیہ کے منترؤں کو سُن کر ہی تو اندر حکم دیتے ہیں اور ورون، سورپہ اور

مروت گن پانی کی بوجھار بھیجتے ہیں!

پرکھو: تو پھر پیداوار کیوں نہیں ہوتی؟ وہ سارا پانی کہاں چلا جا رہا ہے؟ آپ کے یگیوں سے

پیدا ہونے والی آگ جن جنگلوں میں جل رہی ہے وہاں کی دھرتی بعد میں دھان دیتی کیوں

نہیں؟ میرے کانوں میں اُن لوگوں کا شور گونج رہا ہے! (آواز بدل کر) مٹی ہے اُس میں۔

رس نہیں! پانی ہے اُس میں، نمی نہیں! ایک ہی سچ ہے۔ ایک ہی پکار ہے۔ بھوک!

بھوک!

شکر آچاریہ: اس کی بھی ایک ہی وجہ ہے!

پر تھو: آپ اتنی دیر سے چُپ کیوں تھے، شکر آچاریہ؟

شکر آچاریہ: اس لیے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا غصہ اور عتاب ہو کیونکہ عتاب ہی راجا کا خاصہ ہے!

پر تھو: یہ میرا عتاب نہیں آچاریہ، اُن عوام کا ہے جنہیں میں خاموش کر کے آیا ہوں اور جن کی تکلیف ہی میرا غصہ بن گئی ہے!

شکر آچاریہ: رعایا کی تکلیف، ہماری فکر، آپ کا غصہ — تینوں کا ایک ہی وطیرہ ہے راجن۔ ایک ہی وجہ۔ بھوچنڈ کا! دھرتی کی چڑیل!

پر تھو: کون ہے یہ بھوچنڈ کا جو میرے تیروں کا شکار ہونا چاہتی ہے؟

شکر آچاریہ: راجن! سرسوتی پار کے وہ ڈاکو جنہیں آپ نے اپنی قوت سے مار بھگایا تھا، اس ظالم چنڈ کا کی پرستش کرتے تھے!

(سگہ دکھاتا ہے)

پر تھو: (سگہ کو ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے) ننگی عورت کی مورتی! جس کے ڈھانچے سے ایک درخت نکل

رہا ہے!.... چھی!

شکر آچاریہ: سرسوتی پار کسی کھنڈر میں چھپے چھپے کوئی اس چنڈ کا کو آواز دے رہا تھا۔ ہمارے برہمادرت

کی سرزمین پر یہی پشاپی چڑھ بیٹھی ہے۔ دھرتی ناراض ہو گئی ہے اور اس نے اپنا سارا اس

اندر کھینچ لیا ہے۔ تبھی تو قحط ہے، راجن! قحط، سوکھا اور بھکری!

پر تھو: لیکن اُن کے شہر اور گاؤں تو کھنڈر بن گئے ہیں!

گرگ: ہمارے یگیہ اور اگنی ہوتری بے کار ہو رہے ہیں!

اترے: دھرتی ہمارے منستروں کو اُن سنا کر رہی ہے!

پر تھو: دھرتی کو میرے دھنش کی آواز سننی ہوگی۔ میں اُس کی سرخوشی کو چور چور کر دوں گا!

شکر آچاریہ: دھرتی کی سرخوشی کو چور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے راجن! ڈاکوؤں کے کھنڈروں میں مرنے

والی اُس بھیانک پوجا کو ختم کیجیے!.... کر سکیں گے؟

پر تھو: سینکڑوں کی بھوک اور ناراضگی میرے ہاتھوں میں طاقت بن کر بس گئی ہے آچاریہ!

شکر آچاریہ: ہمیں آپ کے ہاتھوں کی قوت میں رتی بھر بھی شک نہیں ہے۔ شبہ ہے تو آپ کے من

کے تذبذب سے!

پر تھو: دیکھتا ہوں میرا منتری منڈل میرے من کا پہرے دار بھی بننا چاہتا ہے!
 شکر آچاریہ: اسی لیے کہ آپ کے من کا میت اُس تقریب کا نگہبان ہے جسے آپ ختم کرنے جا رہے
 ہیں!

پر تھو: کون؟

شکر آچاریہ: نشاد!

پر تھو: نشاد؟ کوش؟

اترے: شکر آچاریہ، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

شکر آچاریہ: ٹھیک کہہ رہا ہوں، اترے! وہی کوش جسے ہم لوگوں نے اپنے آشرم سے نکال دیا تھا!
 پر تھو: کوش آپ کے آشرم میں تھا اور آپ نے اُسے نکال بھی دیا۔ یہ دونوں میرے لیے نئی خبریں
 ہیں!

شکر آچاریہ: ہم لوگ آپ کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھانا نہیں چاہتے تھے!

پر تھو: (کچھ سوچتے ہوئے) چھوٹی چھوٹی باتیں!

اترے: نشاد کو آشرم سے بے دخل کرنا ضروری تھا، باجن!

گرگ: اس نے سرسوتی کے پانی کی بے عزتی کرنا چاہی۔ نشاد، ہمارے ساتھ بیٹھ کر لگیہ کرنا چاہتا
 تھا!

اترے: غیبی لہر کے پانی کو چکھ کر وہ مُنی کا درجہ حاصل کرنا چاہتا تھا!

گرگ: اور اس کے لیے اس نے سرسوتی کی ہتھ کو کھود کر ریت کے نیچے سے پانی نکالنا چاہا!

اترے: آریہ کل کی شہرت کو لے کر نشاد کو آشرم سے نکالنا ہی تھا باجن!

گرگ: جاتے وقت اُس نے اطلاع دی کہ وہ آشرم میں لوٹ آئے گا مُنی کے رُوپ میں!

شکر آچاریہ: میں نے اس کی آنکھوں میں خطرناک انتقام کی تحریر دیکھی اور اب مجھے خبر ملی ہے کہ

غیر آریہ ڈاکوؤں کے کسی کھنڈر میں بھوجنڈی کے دہشت ناک عمل کا محافظ ہے نشاد!

پر تھو: کوش اس عریاں عورت کی مورتی کی حفاظت کرے گا!

گرگ: کوش آپ کے اعتماد کو زک پہنچا رہا ہے!

پرتھو: میرے اعتماد کو زک پہنچا رہا ہے، مجھے اس کی فکر نہیں ہے آچاریہ! لیکن کوش اس بد باطن عورت کو سہارا دے جس کی گرفت میں ہزاروں لوگ ترپیں گے! دھرتی کی رگوں کا نہ ہر مرغزالہ کو سکھا دے اور کوش اس بنتِ سم کے غضب ناک اردوں کو سہارا دے.... ایسا کیوں؟... دھرتی.... وش کنیا!.... سرزمین... بد باطن چڑیل!.... کون... کون ہے وہ؟

شکر آچاریہ: راجن! آپ پھر شش و پنج کے پھیر میں پڑ گئے ہیں۔ سنھیلیے! سنھیلیے!

پرتھو: (اُسی لہجے میں) بے حس دھرتی!... کون؟... اور... اور... کوش! (ایک تخت نرم پڑ جاتا ہے جیسے کوئی راہ ملی ہے مدھم لہجے میں) نہیں! آچاریہ! کوئی شش و پنج نہیں! میں اس گندی روش کا خاتمہ کروں گا! میں بھوچنڈی کو نابود کروں گا! (دھنش اور تلوار ہاتھ میں لے کر) تمہارا محافظ تمہیں بچا نہیں سکتا! کانپو! تھر تھر کانپو بے حس دھرتی کیوں کہ تینوں لوگوں میں کہیں تمہیں جگہ نہیں ملے گی! چلیے! مجھے راستے پر چھوڑ آئیے۔ شکر آچاریہ! اندھیرے کی زنجیر لوٹ کر رہے گی! چلیے!

(پرتھو کے ساتھ شکر آچاریہ کا انخلاء۔ اترے کو

گرگ روکتا ہے)

گرگ: سُنیے! آچاریہ اترے، کیا یہ ٹھیک ہوا؟

اترے: دُور رس عقل مندی ہے شکر آچاریہ کی! ایک ہی جھٹکے میں رعایا کے بے حد پیار اور عوام پروری سے پرتھو کو دُور پھینک دیا! بھرگ و نش، تم سے پار پانا مشکل ہے!

گرگ: لیکن اس پشاج عورت کا جادو راجا کے تدبیر اور عزم کو کاٹ بھی سکے گا؟

اترے: پرتھو کو جانا ہی تھا۔ گرگ منی۔ جانا ہی تھا!

(ارجنا کا تیزی سے آنا)

ارجنا: کہاں گئے ہیں آریہ پتر؟

اترے: سرسوتی پارِ ریگستان میں غیر آریہ کھنڈروں کی طرف!

گرگ: تمہارے لائق وہ سفر نہیں تھا بیٹی!

ارجنا: پتاجی، بیوی کی نزاکت اور حیا اس کا زیور ہے، بندھن نہیں۔ آریہ پتر کے کس جنگی سفر پر کیا میں

اُن کے ساتھ نہیں گئی ہوں؟

اترے: یہ تصادم نہیں ہے رانی! اس حملہ میں راجا کو اکیلے جانا ہے، بالکل اکیلے!

اُڑچنا: تب تو میں ضرور ہی جاؤں گی! میرے بنا اُن کے خالی من میں تذبذب اور اضطراب کا جھگٹا ہوگا۔ میں جا رہی ہوں!

(جاتی ہے)

گرگ: ارچی! ارچی!

(تیچھے پیچھے چلا جاتا ہے)

اُترے: مرحبا، شکریہ آچار یہ، تمہارے تدبیر پر!.... اب رعایا ہم لوگوں کی مٹھی میں ہوگی!....
بھرگ و نش۔ ماننا ہوں تمہارا لوہا!

(چلے جاتے ہیں)

(—اندھیرا—)

تیسرا ایکٹ

(روشنی، نیٹی اور سوتر دھار پر مرکوز ہو جاتی ہے۔)

سوتر دھار: سر سوتی کے اُس پار، خرمن خرمن ریت کے ٹیلے ہیں۔ اُن گہنت اور بیچ بیچ میں میتی باتوں کی یاد کی طرح چھترائی ہریالی!

نیٹی: وہ کیا ہے جو ایسے وقت بھی مسافر کی رفتار کو تیزی دیتا ہے۔ آنکھوں میں چمک، من میں دھڑکن! سوتر دھار: ایک قدم!

نیٹی: ایک قدم؟ سوتر دھار: چڑھائی، اونچی اور کڑی ہے! مسافر سے کہو، وہ چوٹی کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے.... البتہ ایک قدم جو سامنے ہے وہی، ایک قدم بڑھتا ہے تو پو پھٹتی ہے! نیٹی: نیا دن شروع ہوتا ہے!

سوتر دھار: ہاں! ہر قدم ایک دن ہے! نیٹی: اور اگر رُکے؟ اگر مسافر کی آنکھ لگ گئی تو؟

سوتر دھار: پرکھو کو ذرا سی غفلت ہوتی! اُسے پتہ بھی نہ چلا کہ ریت ہر جگہ مٹنے مٹنے قدموں کے نشانوں کا تعاقب کرتے کرتے ارچنا کب اس کے پاس پہنچ گئی!

(عقبی سٹیج پر دھیمی روشنی پھیل جاتی ہے، ریت کے ٹیلے دکھائی دیتے

ہیں اور نیچے دو ڈھانچے نظر آنے لگتے ہیں)

نیٹی: تمھکے مانڈے پرکھو کو بیوی کے قربت کے سکھ کا سہارا ملا۔

سوتر دھار: نہیں، اس وقت پرکھو کو سہارا نہیں چاہیے، اُسے چاہیے اپنے سوال کا جواب!

(نٹی اور سوتر دھار پر سے روشنی ہٹ جاتی ہے۔ سٹیج پر معاً دکھائی

دیتے ہیں، پرکھو اور ارچنا!)

پرکھو: ارچنا! کیا معنی ہیں اس غیر معمولی خواب کے؟ میں نے دیکھا کہ میں اُس پشا چنی بھو چندری کا پیچھا کر رہا ہوں۔ میرا تیر اس پر چھوٹنے ہی والا ہے کہ اچانک وہ روپ بدل لیتی ہے۔ گاتے کا روپ!

ارچنا: گاتے؟

پرکھو: ہاں! گاتے! اور میں شکاری کی طرح اُس پر ٹوٹنے ہی والا ہوں! وہ بھاگ رہی ہے ساری دھرتی، سڑگ لوک، پاتال لوک — تینوں لوگوں میں کہیں اُسے سکون نہیں ملتا کیوں کہ میرا تیر اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ بیم ناک، بلبلائی ہوئی گاتے اور اُس کے پیچھے میں — آتشیں تیر اور کھینچی کمان! کہساروں پر، وادیوں میں، سمندر پر، فضا میں، سطح بہ سطح — اونچے اور اونچے — شفاف برفانی علاقوں کو گھیرے ہوئے، مٹیالے کرۂ ہوائی میں اُس گاتے کی صورت پھر بدل جاتی ہے!

ارچنا: پھر بدل جاتی ہے!

پرکھو: ایک عورت کی صورت!

ارچنا: وہی، ناگن چندری!

پرکھو: نہیں!

ارچنا: تب؟

پرکھو: (دُرک کر) کوئی اور عورت!... آشنا سی اور پھر بھی اجنبی سی... دھندلی بھی...

اور... واضح بھی!

ارچنا: اور آپ ترکش جھکا لیتے ہیں؟

پرکھو: نہیں!... میں تیر چھوڑنا چاہتا ہوں، چھوڑ نہیں پاتا!... اور وہ... وہ... عورت

کچھ کہہ رہی ہے!... زور زور سے... اور پھر بھی سُن نہیں پاتا... اور میں...

میں بھی بولنا چاہتا ہوں، لیکن لفظ چھوٹتے نہیں مُنہ سے... پھوٹتے نہیں!...

ایک عجیب بے چینی، نفرت کی، بے بسی کی... اور... تب... تب... تم!

ارچنا: ہاں! میں!... میں جو حقیقت ہوں، خواب نہیں!

پر تھو: عجیب بات ہے، ارچنا کہ حقیقت کھوج کی پگ ڈنڈیوں کو غائب کر دیتی ہے!....
 ارچنا: کیا تھے اس فریبی عورت کے الفاظ؟ — پھٹکار یا التجا؟

پر تھو: کون لفظ شناس ان کے معانی نکال لائے گا؟
 ارچنا: معنی میں ہوں، آریہ پتر۔ خواب میں حروف و الفاظ جو آپ نے دیکھے، وہ سراب ہیں!...
 ریت کے اوپر پانی کی جھوٹی جھلک!

پر تھو: کوش اس جھوٹ، اس سراب کی حفاظت کر رہا ہے! کیوں؟
 (پس منظر میں آواز۔ پہلے بالکل نرم اور دُور! پھر قریب اور گہیرا!...
 یوں لگتا ہے کہ بے شمار مزدور کسی سنگین کشمکش میں لگے ہوئے ہیں اور
 زور لگانے کے لیے حوصلہ افزا الفاظ کہتے جاتے ہیں۔ لیکن دُور سے
 الفاظ واضح نہیں ہیں اسی لیے ایسا بھی لگتا ہے جیسے کہ دہشت ناک
 منزلوں کا ڈراؤنا گانا ہوتا ہو)

ارچنا: آریہ پتر، سنا آپ نے؟

پر تھو: (جیسے جاگ جاتا ہے) ... کیا؟

ارچنا: سُنئیے۔ یہ آواز! (آواز قریب آ رہی ہے)

پر تھو: منتر! پشاجنی چندری کی پوجا کے منتر! ... ارچی! یہی ہے وہ جگہ! تم پیچھے آ جاؤ!
 ہم چھپ کر دیکھیں گے!

(پر تھو اور ارچنا ایک طرف کونے میں چھپ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اندھیرے میں)

دُور ٹیلے پر کچھ آدمیوں کی قطار۔ ڈھانچے سالیوں کی صورت دکھائی دیتے ہیں۔
 ان لوگوں کے کا ندھوں پر ایک لمبی رسی جس کا دوسرا سرا ٹیلے کے نیچے ہونے کی
 وجہ سے نظروں سے اوجھل ہے۔ اسی رسی کی مدد سے جیسے کوئی بھاری چیز کھینچی جا
 رہی ہے۔ سب سے آگے والا شخص، قطار کی طرف رُخ کر کے ہاتھوں سے بڑھنے کے
 لیے اشارہ کرتا ہے! اور آواز بھی لگاتا رہتا ہے۔ آوازیں کچھ ایسی ہیں!
 ”ہے سا! کھینچو بھتی! ... ہے سا! ... نیچے جھک کر! ... ہے سا! ...
 چلتا چل! ... ہے سا! ... تھوڑا اور ہے سا!“ دوسرے کونے میں نیٹی اور سوتور دھا
 پر ہلکی ہلکی روشنی پڑنے لگتی ہے۔

نٹی : سوتر دھار ! کون ہیں یہ لوگ جو اُفت کے سینے میں اُبھرتے ہیں بے چین خیالوں کی طرح ؟
 سوتر دھار : نٹی، یہ جھکے ہیں بے چینی سے نہیں، محنت سے ! کیسی عجب پوچھا ہے یہ ؟
 نٹی : کون ہے ان کا رہنما جس کی آواز کے آہنگ پر جلوس بڑھ رہا ہے ؟
 سوتر دھار : کون ہے پوچھا کا پروہت ؟ لیکن یہ لوگ توڑ کے نہیں، بڑھے جا رہے ہیں، دُور !
 کیا پر تھو ان پر حملہ نہیں کرے گا ؟

(قطار دُور جا کر اوجھل ہو جاتی ہے۔ تین عورتوں کی آمد۔ پہلی، ایک
 بھیانک مکھوٹا (ماسک) پہلے اپنے سر پر ایک گھڑا لیے ہے جس پر
 بھوچنڈی کی مورتی ہے۔ موہنجو ڈاڑھ کی مٹی سے بنی ہوئی ! اُس کے
 پیچھے دوسری عورت جس کے چہرے کو اُس کے بکھرے بال چھپاتے
 ہیں۔ اس کے پیچھے تیسری عورت بھی مکھوٹا (ماسک) پہنے ہے
 اور چمٹے کی طرح کا ساز لیے ہوئے وہ اُسے ہلکے ہلکے بجاتی جاتی ہے۔)

نٹی : ادھر دیکھو، تین عورتیں ! آگے والی کے سر پر گھٹ اور
 سوتر دھار : بھوچنڈی کی مورتی ! یہی تو ہے بھوچنڈی ! ... اور اُس کے پیچھے بکھرے بالوں کے

پیچھے کس کا مضطرب ہجانی چہرے چھپا ہے ؟ کون ہے یہ ؟
 نٹی : یہ تینوں توڑک گئیں ! مورتی نیچے رکھ دی ؟ دیکھو، دیکھو ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟

(گھڑے اور مورتی کو بیچ میں رکھ کر تین طرف، تینوں عورتیں بیٹھ جاتی ہیں
 بالوں والی عورت کی پیٹھ تماشا تئوں کی طرف ہے۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی
 ہے اور کمر سے اوپر اپنے بدن کو گھماؤ دے کر اسی طرح ہلاتی ہے جیسے گاؤں
 میں 'اوجھا' کے سامنے وہ عورت جس پر 'ڈیوی چڑھتی' ہے۔ معاً اُس کا
 عمل بڑھتا ہے بدن تیزی سے گھومتا ہے، چمٹے کی آواز بھی تیز ہو جاتی
 ہے اور تیسری عورت کی تالی کی آواز بھی)

سوتر دھار : بھوچنڈی کی پوچھا ! چنڈی اُس عورت پر چڑھ گئی ہے اور وہ بے تحاشہ جھوم رہی
 ہے !

نٹی : تیز ! ... اور تیز ... بھیانک ہے یہ منظر ! پر تھو اکیلا اُس سمت بڑھ رہا ہے۔ بھوتیں تنی
 ہوتی ہیں۔ آنکھوں میں بجلی کی خاموش تڑپ ! ہاتھوں میں کھینچی ہوئی کمان، انگلیوں میں بے قرار

طوفان!

عبادت کرنے والوں کی ہل چل تیز ہے۔ پرکتھو اکیلا ٹیلے کی جانب بڑھتا ہے اور گرجتی آواز سے اس ہماہمی کو چیرتا ہوا بولتا ہے (

پرکتھو: بند کرو! بند کرو یہ پشاج لیلیا!

(وہ لوگ رکتے ہیں نہ ہی اس سمت دھیان دیتے ہیں۔ پرکتھو اور اُرو پر

چڑھتا ہے)

بھوچنڈی تیری اجل آپہنچی!

(وہی ہماہمی ہے)

بھوچنڈی تیرے ستائے ہوئے، مضطرب بھوکے پیاسوں کی آہیں تیرے شور و غل کو ڈبو دیں گی۔

(وہ لوگ اس پر بھی نہیں سمجھتے)

فریبی عورت! تو نے خوابوں کے جال سے میرے انتقام کے طوفان کو روکنا چاہا لیکن اب خبردار! (کمان کھینچتا ہوا) یہ تیر، تیری اجل!

(اچانک دوسری عورت جو تماشاٹیوں کی جانب پیٹھ کیے ہے، جھومنا

بند کر کے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ معاً دونوں عورتیں اپنی اپنی آوازیں بند

کر دیتی ہیں۔ پرکتھو، حیران ہو کر رُک جاتا ہے! عورت مڑتی ہے، بال

ہٹاتی ہے اور اُس کے پرسکون، تغیر آشنا، پُر افتخار چہرے کو روشنی

اپنے گہرے میں لیتی ہے)

پرکتھو: تم! ... تم اُروی!

اُروی: کرو میرا خون! ... میرے ہی جسم میں تو دیوی سما گئی ہے! قتل کرو میرا!

پرکتھو: دیوی؟ ... یہ ناگن مورتی؟ یہ زگڑے کے اُپر رکھی مورتی پر روشنی مرکوز ہو جاتی ہے) مکروہ

چڑیل، جس کی جس کی ... اُف!

اُروی: کہو! کہو! جس کی کوکھ میں سے درخت نکل رہا ہے ہاں! پرکتھو! میں اسے ہی کہہ رہی

ہوں — دیوی! اچھی طرح دیکھو! پرکتھو! یہ نہ پشاپہنی ہے، نہ فریبی عورت۔ نہ ہی

بھوچنڈیکا! یہ ہے — ماں!

پر تھو : ماں !

اُروی : ماں ! مادرِ وطن، دھرتیِ ماما ؟ جَننی جس کے لُطن سے کیسی کیسی اولاد کا ظہور ہوتا ہے۔
ہریالی ! کوکھ سے نکلتا ہوا یہ ہرا بھرا پیڑ !

پر تھو : ہریالی ! (کچھ طنزیہ سنہسی) بہت خوب اُروی ! ہریالی ! آؤ میرا ساتھ دو ! میں
دکھاؤں گا تمہیں اس ماما کے کُتوت ! ہریالی ؟ برہمادرت میں اب ایک ہی رنگ ہے
— بھورے رنگ کی مٹی، بنا پٹیوں کے بھورے پیر، دھوپ اور سُوکھے سے مرجھائے
بھورے مکھڑے !

اُروی : پانی ؟

پر تھو : برستا ہے، لیکن ٹپکتا نہیں !

اُروی : جڑی بوٹی ؟

پر تھو : ملتی ہے لیکن اُن میں رس نہیں !

اُروی : جانور مویشی ؟

پر تھو : چرتے پھرتے ہیں مویشی، لیکن کہاں ہے دودھ، گھی ؟

اُروی : میں جانتی تھی !

پر تھو : سب کچھ اُس نے اپنے گرجہ میں کھینچ لیا ہے جسے تم ماں کہتی ہو ! باہر بچا ہے مگر فاقہ زدہ اور
مفلس رعایا کا کرب !

اُروی : پر تھو، میں جانتی تھی کہ یہ سب ہونا ہے !

پر تھو : اس پر بھی آئی ہو یہاں — ان ٹیلوں کے درمیان بھیانک منتر وں اور غم ناک علاحدگی
کے ذریعے دیوتاؤں کی ریاضت کا قلع قمع کرنے کے لیے ؟

اُروی : نہیں !

پر تھو : آشرموں میں یگیہ کا دھواں اٹھتا ہے، لیکن اندر، کروں آشونی کمار اور مروت، کوئی بھی
دیوتا ہماری مدد نہیں کر پاتا !

اُروی : دیوتا !

پر تھو : (نہ جانے کن یادوں میں بھٹک جاتا ہے) ایک دن تھا کہ ہمالیہ کی وادیوں میں دیاس کے کنائے
پر صبح کے تاروں کی چھاؤں میں میرے ساتھ تم بھی ان دیوتاؤں کا احترام کرتی تھیں !

اُروی : (بہکتی سی) تاروں کی چھاؤں میں !
پرکھو : یا جب اُگتے سورج سے رقابت کرنے والا الہڑ چاند اپنی چاندنی کی چمک دمک کو سمیٹتا
نہیں تھا !

اُروی : الہڑ چاند !
پرکھو : بھول گئی — اُروی ؟
اُروی : (خیالوں کی تیز طرار لہر، فوراً برف سی بن جاتی ہے) راجا پرکھو ! بھولی ہوئی خوشبو کے
دُورے چھوڑو !

پرکھو : (چونک کر) این !
اُروی : برہمادورت کے مہاراج پرکھو، تمہارے دیوتا اُدھورے ہیں !
پرکھو : (تھوڑی خاموشی کے بعد سخت لہجہ میں) اسی لیے کہ اس بھوچنڈی کے منکھنوں سے جو زبردست
آندھی اُٹھتی ہے وہ دیوتاؤں کو اترنے نہیں دیتی میں اس کا خاتمہ کروں گا !
اُروی : نہیں، نہیں ! راجن ! تمہارے دیوتا اُدھورے ہیں اسی لیے آسمان کے دیوتا دھرتی ماں
کے کندھوں کے بنا معذور رہیں گے۔ معذور، بے جان، بے ہمت !

پرکھو : آریوں کے دیوتا بے ہمت ہیں، اور اور غیر آریوں کی یہ مفروز ماں طاقت ور ہے ؟
اُروی : تم راجا ہو ! آریہ اور غیر آریہ، ناگ اور نشاد، سبھی کا تانا بانا ہی تو تمہارا شاہی لباس ہے !
انہیں ملاؤ گے تو سماج کا قیام مضبوط ہوگا۔ الگ رکھو گے تو سماج بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگا

اور دھرم بھی !

پرکھو : دھرم ! ... کیا تم جو مجنونانہ حرکت ابھی ابھی کر رہی تھیں — اور، اور ٹیلے کے اوپر
وہ چلتی ہوئی شکلیں — ایک کے پیچھے ایک جھکی ہوئی پرچھائیں — کیا وہ سب دھرم کا
اظہار ہے ؟ اُروی ! ڈاکوؤں کے کھنڈر میں تمہاری عقل بھی بے حس ہو گئی کیا ؟
اُروی : ہاں ! میں بے حس ہوں کیوں کہ یہ زمین، یہ دھرتی بے حس ہے اور میری نس نس میں راہ سما
گئی ہے ! میری بات تو سنو، کیوں کہ میں وہ نہیں ہوں جسے تم نے ترکرت میں جانا !
میں دھرتی کی آواز ہوں۔ دھرتی جو بہت کچھ دیتی ہے، بہت کچھ سہتی ہے

پرکھو : دھرتی جس نے آج سب کچھ چھپا رکھا ہے — اناج، پانی، دولت، جس کا دل پسیمتا
نہیں، سینکڑوں بھوکے رعایا کو دیکھ کر — جس کی بنجر کوکھ میں زندگی کا احساس نہیں ہے !

اُروی: جانتے ہو کیوں؟ راجن، میں بتاتی ہوں (اُونچے ٹیلے پر سے اُفتق کی سمت اشارہ کرتی ہے) وہ دیکھو! دُور دُور تک پھیلے ہوئے یہ ٹیلے، یہ ڈھلان، اُونچی نیچی زمین جو کہیں بھی ہموار نہیں ہے۔ جگہ جگہ پتھر اور سلیں! بارش ہوتی ہے، پانی گرتا ہے۔ کبھی موسلا دھار، کبھی بوچھاڑ، لیکن مٹی گیلی بھی نہیں ہو پاتی! سب بہہ جاتا ہے۔ پیداواری مٹی، اور مٹی کا دھن، کیوں کہ تم نے اور تمہاری رعایا نے زمین کو ہموار بنا کر اُپج کرنے کی کوشش ہی نہیں کی!

پر تھو: اُس کی ضرورت ہی کہاں پڑی؟ ہم لوگ تو ہر سال ویشونر آگ سے جنگل جلاتے ہیں! جلی ہوئی دھرتی پر فصل اگاتے ہیں!

اُروی: یگیوں سے جلی ہوئی مٹی کو فوراً بارش کا پانی بہا لے جاتا ہے! تب
پر تھو: تب، پھر یگیہ، پھر مقدس آگ اور پھر نئی مٹی! یہی تو آریہ روایت ہے!
اُروی: جانتی ہوں۔ یہی آریہ روایت ہے! راجن، اسی لیے برہما ورت میں سوکھا ہے۔ قحط ہے۔ تم بھو چنڈی کا خون کرنے آئے ہو! لیکن مادرِ ارضی کے جس پیڑ کو جلا کر تم نے سوکھا ڈالا، اُس کی آواز تو سنو! راجن! تم کہتے ہو دھرتی نے اپنا دھن چھپا رکھا ہے۔ وہ بیج کو ہڑپ کر لیتی ہے۔ وہ نہ ہریالی دیتی ہے نہ دودھ! لیکن خود تم لوگ کرتے کیا ہو؟ ... یگیوں کی آگ کی توصیف!

پر تھو: یگیہ کی آگ میں ہی تو اُتج ہے۔ میرا یہ بے نظیر ترکش یگیوں کا محافظ ہے۔

اُروی: راجن! سب سے بڑا یگیہ تمہیں اب کرنا ہے!

پر تھو: مجھے؟

اُروی: ہاں! اٹھاؤ یہ ترکش اور اس کی مدد سے اکھاڑو چٹانوں کو، اُونچے نیچے ٹیلوں کو ہموار کرو! کھیتوں میں پانی ٹھہرے گا! مٹی میں نمی آئے گی۔ ہریالی پھیلے گی۔ ریت سے رُکی ہوئی ندیوں کی دھارا میں پھر بہہ نکلیں گی ... اور تب سب آرزوئیں پوری کرنے والی گائے کی دھرتی ماں کے تھنوں میں سینکڑوں انسانوں کے لیے دودھ اترے گا!

پر تھو: گائے! کون تھی وہ گائے جو خواب میں میرے سامنے آئی؟

اُروی: تو ماں نے خواب میں تمہیں درشن دیے راجن؟ کیا کہا؟

پر تھو: کیا کہا، کیوں کہا؟ — یہی تو یاد نہیں!

اُروی: میں بتاتی ہوں راجن! دھرتی ماں نے کہا ہوگا — میں گائے ہوں لیکن مجھے دُہنے والا کہاں ہے؟ اور میرے لیے کھچڑا اور دُہنے والا پتر، جس میں میرے دودھ کی دھاریں جمع ہوں؟ تم راجہ ہو، رعایا کے رہ نما ہو۔ تمہاری شجاعت صرف جنگ اور تصادم میں ہی تو نہیں ہے۔ میں وِسُن دھرا ہوں۔ مجھے دوہ کر مطلوب اشیاء کو نکالنے میں بھی تمہارا تدبیر شامل ہے اور تمہاری رعایا کا دھرم ہے۔ تم آریہ کل کے پہلے راجا ہو، ہے راجن! با عمل انسان بنو!

پرکھو: کیوں بھول گیا یہ لفظ میں؟... کیوں؟... کیوں؟
اُروی: اسی لیے تو ماں تمہیں یہاں کھینچ کر لاتی ہے کہ تم دیکھ سکو کہ وہ جنہیں تم غیر آریہ کہتے ہو، ڈاکو کہتے ہو، جن کے شہروں کو تم نے کھنڈر بنا دیا ہے — وہ کیسے دھرتی کا دھرم کرتے ہیں!

تم نے دیکھا؟
پرکھو: وہ جھکی ہوئی شکلیں؟
اُروی: ہاں! وہ لوگ سرسوتی کی سُکھی دھارا میں ایک آلہ کے ذریعے نہر کھود کر پانی نکال رہے تھے!

پرکھو: وہ ڈاکو!

دکوش اور ایک دوسرے آدمی کی آمد۔ جس کے سر پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ہے)

پرکھو: کوش.....

کوش: پرکھو راج! آگئے!

پرکھو: میں تم سے جنگ کرنے آیا تھا، کوش!

کوش: جنگ! (بھونچڑی کی مورتی اٹھاتا ہے۔ دوسرا آدمی پانی کو پہلے گھڑے میں ڈالتا ہے۔ کوش مورتی کو الگ رکھ دیتا ہے۔ آدمی خالی گھڑے کو لے کر چلا جاتا ہے) اس وقت تو میرے خون سے زیادہ تمہیں

شاید وہ پانی زیادہ قیمتی لگے!

پرکھو: کوش، اس دن تم نے میرا سپہ سالار بننے سے انکار کر کے ٹھیک ہی کیا! لیکن آج....

کوش: میری فوج تم نے دیکھی؟ سنیکڑوں نے مل کر اُس آ لے کو چلایا اور سرسوتی کی سُکھی تہہ میں نہر کی لکیر کھینچ گئی!

پرکھو: تمہاری ریاضت پوری ہوئی، کوش! سرسوتی کے لطن کے مقدس پانی سے تم نے طہارت کی! آشرم میں مہینوں کا مرکز تمہاری بڑی بڑائی کرے گا!
کوش: مہنی؟ کیا مہینوں کے منتری منڈل میں مجھے سمجھانا چاہتے ہو، راجن؟
پرکھو: منتری منڈل نہیں، انسانوں کی جماعت!

(اچانک ایک تیز روشنی ٹیلے کو روشن کرنے لگتی ہے۔ پرکھو کی آواز جیسے اس روشنی کا عکس ہے اور کوش کے الفاظ اس کی خواہشوں کا مرکز۔ ہر ایک جملہ جیسے عزم و استقامت اور خوابوں کے جوش و خروش کا آئینہ دار ہو)
کوش، بھومی روپ گاتے کو دوہنے کے لیے اکثر مضبوط ہاتھ اکٹھیں گے۔ طرح طرح کے طریقوں سے دودھ نکالیں گے۔ اناج کی قسم کا دودھ میں دوہ لوں گا! اہل چلانے والا کسان بچھڑا ہوگا! ہاتھوں کی مٹھیاں دوہنے کا ظرف ہوں گی!
کوش: پانی کے دودھ کو میں دوہوں گا! پیاسے کھیتوں کا بچھڑا ہوگا۔ ندی اور تالاب ظرف ہوں گے!
(جیسے دوہنے کی اقسام کا بیان ہوتا ہے، تیسے تیسے اُروی کے پیچھے ایک ایک کر کے عورت یا مرد دائرہ بناتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں)

پرکھو: سونا، چاندی، تانبا، لوہا، دھاتوں کو بیوپاری دوہیں گے۔ دست کاریوں اور صنعتوں کا بچھڑا ہوگا۔ زیورات کا ظرف ہوگا!

کوش: حساس لوگ شراب کے روپ کے دودھ کو دوہ لیں گے۔ مے خانے کا بچھڑا ہوگا۔ بنت شراب کا ظرف ہوگا!

پرکھو: عالم لوگ گرو کو بچھڑا بنا کر، صدا کسی صورت کے ظرف میں دید کی صورت کا دودھ دوہیں گے!
کوش: کلاکار لوگ گندھروا پسر اوں کو بچھڑا بنا کر کنول کے ظرف میں موسیقی اور حُسن کا دودھ دوہ لیں گے!

پرکھو: کون نہیں ہوگا دوہنے والا؟ مہنر و رسلیقہ شعار اور کم سواد، یزدان اور شیطان، مولیشی اور جاندار، درخت اور پہاڑ! آؤ، وِشور روپ و سوندھرے! اپنی قوت بازو سے میں تجھے ہموار کروں گا۔ اپنے انسانی روپ سے سب کو ملا کر تیری لا انتہا دولت کو عالم انسانی کے لیے پیش کروں گا!

اُروی: گاؤ! گاؤ! مسرت کا گیت کیوں کہ پرکھو راجا سوکھے اور قحط کا گھبراؤ لوٹ رہا ہے۔

(رگیت واضح ہوا کھٹا ہے)

الرجنا : آریہ پتر ! راجن !
پرکھو : آؤ ! اوپر آؤ ! میں بھی مل گیا اور تمہاری سکھی بھی !

اُرجیا : (بڑھتی ہوئی) سکھی !

پرتھو : اُروی ! ...

اُروی : اُروی ! (ٹھٹھک کر رک جاتی ہے) نہیں ! نہیں ! (ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپتی ہے) نہیں !
(شگیت بند ہو جاتا ہے - اور اندھیرا)

(وقفہ)

(تھوڑی دیر کے بعد روشنی نئی اور سُوتر دھار پر پڑتی ہے !)

سُوتر دھار : دو برس بیت گئے نئی ! دو برس گئے !

نئی : ہاں، سُوتر دھار ! ان دو برسوں میں کیا سے کیا نہ ہو گیا !

سُوتر دھار : برہما ورت کی سر زمین کی کایا پلٹ گئی ہے - زمین ہموار ہو گئی - مٹی کی مہیں بھگیں !
کھیتوں میں دھان لہلہایا ! گاؤں بسے، قصبے اور پشوشالیہ بھی ! کانیں سونا اگلنے لگیں !
نئی : آشرم بھی تو دو ہو گئے !

سُوتر دھار : ہاں ! ایک اترے مُنی کا اور دوسرا شکر آچاریہ کا، دونوں کی حیثیت بڑھی، دولت بھی

اور

نئی : لاچ بھی !

سُوتر دھار : ایسا ہی ہوتا ہے نئی ! لیکن بھرگ ونشی اور اترے ونشی دونوں کی تشنگی کے لیے گنجائش ہے ! ... سرسوتی کی سوکھی دھار میں جو چھوٹی سی نہر کوش نے شروع کی تھی اس کا پھیلاؤ ہو رہا ہے اور دونوں ہی آشرموں کے سینکڑوں لوگوں کو کام ملا ہے !

نئی : نہر کہاں تک کھدے گی ؟

سُوتر دھار : وہاں جہاں دریش دوتی (گھاگراندی) کی دھار سے سرسوتی کا سنگم تھا !

نئی : اور تب سدا کے لیے سرسوتی کو دریش دوتی سے پانی ملتا رہے گا - نہر کے سہارے ہر موسم میں کھیت بھر لو پر رہ سکیں گے، ہر آشرم میں پاکیزگی کے منتر گونجیں گے !

سُوتر دھار : بشرطیکہ برسات میں دریش دوتی کی دھار سرسوتی سے مُنہ نہ موڑے !

نئی : ایسا نہ کہو سُوتر دھار، ایسا نہ کہو !

سُوتر دھار : پیاز کی گانٹھ چھیلنے میں جیسے ایک کے بعد ایک تہہ نکالی جاتی ہے، ایسے ہی پرتھو کے سامنے مرحلے ابھرتے جاتے ہیں !

نٹی : پر تھو کو چین نہیں ہے۔ پھر بھی اُس کا من رنجیدہ نہیں ہے۔ اس کا جسم تھکا نہیں ہے !
سو تر دھار : اس لیے کہ ہر مرحلہ اُس کے لیے چیلنج ہے اور ہر چیلنج کا سامنا کرتے وقت پر تھو کا تن من
یگیہ کا اہل بن جاتا ہے۔ اس برسات سے پہلے اگر درش دوتی کی دھار کو موڑنے والا باندھ

تیار ہو جاتے تو پر تھو کا سوال یگیہ پورا ہو جاتے گا !
نٹی : پورا ہوگا ! تم نے ننانوے طریقوں سے دھرتی کو دوہا پر تھو ! تمہارا سوال عمل بھی پورا
ہوگا۔ چکر ورتی پر تھو !

سو تر دھار : چکر ورتی ! بنا جنگوں کے چکر ورتی ! بنا آشومیدھ کا چکر ورتی !
(سٹیج پر بیک ایک اُجالا۔ سمٹھیشور میں پہلے ایکٹ کا پس منظر۔ پر تھو

اور ارجنا ! پر تھو کی مصروف اور مستعد صورت)

پر تھو : رانی، تم نے تو گرگ مُنی سے پرسوں کہہ دیا تھا کہ جتنے بھی آدمی اپنے آشرم کے آس پاس
گاؤں سے جمع کر سکے، فوراً انہیں باندھ پر بھیج دیں !

ارجنا : جی !
پر تھو : عجب بات ہے کہ ابھی تک پہنچے ہی نہیں ! اُروی اور کوش کے پیغام آرہے ہیں کہ فوراً
تین سو آدمی بھیجو ! وقت نہیں ہے۔ ہمالیہ سے بارش کی خبریں ملی ہیں۔ ادھر آسمان سے
بوند باندی شروع ہو گئی ہے۔ باندھ کا تھوڑا ہی حصہ بنا باقی رہ گیا ہے ایک ایک لمحہ
کی تاخیر خطرے کو قریب لا رہی ہے۔ کیوں نہیں پہنچے لوگ ؟

ارجنا : اُن کی کچھ مشکلیں ہیں ؟

پر تھو : کس کی ؟

ارجنا : پتا جی اور اترے مُنی کی !

پر تھو : آتریا آشرم کے آس پاس کسان رعایا کی تو کمی نہیں !

ارجنا : اترے مُنی نے سنا ہے کہ باندھ پر کام کرنے کے لیے جو اناج کسانوں کو دیا جا رہا ہے اُس

کی مقدار سے اُنہیں اطمینان نہیں !

پر تھو : کسے اطمینان نہیں ؟ کسان رعایا کو یا آشرم والوں کو ؟

ارجنا : شاید دونوں کو !

پر تھو : اسی لیے تو میں نے آشرم کو ہی اناج بانٹنے کا ذمہ دار بنا دیا تھا ! اگر اناج کی مقدار کم

ہے تو اور دے دیں! آشرم کے ذخیرہ میں سے ہی دے دیں۔ میں پورا کر دوں گا...
لیکن انھوں نے رعایا کو سمجھانے کی کوشش کی ہو تب نا؟....

ارچی: اترے مٹی کی تقریریں بہت اثر انداز ہوتی ہیں!

پرکھو: لیکن کب؟... آج اُن سے کہوں کہ ایک بڑا جلوس نکالے۔ ڈاکوؤں کے خلاف!
تو دیکھنا کیسے جوشیلے کلمات میں اپنے علاقے کی رعایا کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے
سامنے تو چیلنج دوسرا ہی ہے!.... نہیں، ایسے کیسے کام چلے گا؟... شکر آچار یہ سے
کہتا ہوں.... بھرگ ونشی آشرم سے ہی تین سو لوگوں کا انتظام کریں!

ارچی: کیا وہ ٹھیک ہوگا؟

پرکھو: کیوں؟

ارچی: آپ نے بھرگ ونشی آشرم کو لو کروں اور کدالوں کے لیے ٹھیکہ دے رکھا ہے۔ اگر انہی کے
کام گار کسانوں کی تعداد بھی باندھ پر بڑھادی گئی تو بھرگ ونشی آشرم کی آمدنی اور بھی بڑھ
جائے گی!

پرکھو: آمدنی!.... ان آشرموں کو بس اپنی آمدنی کی فکر ہے!.... اور اگر یہ باندھ ٹھیک وقت پر
پورا نہ ہوا تو؟... نہیں ارچی، تم اُن لوگوں کی وکالت مت کرو!.... مجھے کوش اور
اروی کی عقل مندی اور دور اندیشی پر بھروسہ ہے۔ لیکن فوری... ان کے پاس کسان مزدور
پہنچانے ہوں گے!

ارچنا: آپ خود بھی جاتیے گا؟

پرکھو: بالکل!.... چلو تم بھی! اپنی سکھی سے ملی نہیں ہوا تے دنوں سے!

(جانے کو تیار ہو جاتا ہے)

ارچنا: سکھی!

پرکھو: (سوچتا ہوا۔ کوٹ کر) کیا بات ہے ارچی؟.... تم اداس ہی نہیں، بدلی ہوئی سی لگتی ہو!

ارچنا: آپ نہیں بد لے ہیں؟

پرکھو: کہیں بھی تو نہیں؟.... (پھر جیسے کچھ سمجھ کر، ہنستے ہوتے) اوہ! چاہتی ہو، بھجاؤں میں بھجا
رہے۔ پھولوں کی ڈالی اور پیڑ!.... پگلی! (گال پر ہلکی سی چپت لگاتا ہے).... لیکن یہ

یگیہ؟ سواں یگیہ؟

اُرجنا : جس کی قربانی دے رہی ہے — اُروی !
 پرکھو : دیکھو تو یہی چل کر — اُروی اور کوش نے کیا کیا کیا ہے۔ ترقی کے لیے وہ عظیم
 باندھ !... جب وہ پورا ہوگا اور باڑھ میں گر جتی دریش دوتی کا پانی قابو میں لگے گا
 جگ کی طرح، آہستہ آہستہ سرسوتی کی نہر میں منتقل ہوگا... (فوراً چونک کر) ...
 ارے ! کتنی گھڑی بتا دی میں نے باتوں میں !... شکر آچاریہ سے فوراً تین سو کام گارو
 کا انتظام کرانا ہے۔

(چلا جاتا ہے)

اُرجنا : ایک وقت تھا کہ اُن کش میرے ہاتھوں میں تھا... کیوں نہیں اُٹھتے میرے قدم؟
 (اُترے اور گرگ کی آمد)

گرگ : کیا کہا تم نے؟

اُرجی : ہاں !... وہ گئے ہیں شکر آچاریہ سے کہنے !
 اُترے : کیا؟... بھرگ ونشی آشرم سے تین سو مزدور جائیں گے؟
 اُرجی : یہی کہنے گئے ہیں۔ بھرگ آشرم ہی کو ٹھیکہ ملے سامان تیار کرنے کا اور بھرگ آشرم کی
 ہی آمدنی بڑھائی جائے زیادہ سے زیادہ مزدور بھیج کر۔

گرگ : اُرجی، تم نے سمجھایا نہیں !

اُرجنا : پتا جی، میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ آریہ پتر فکر مند ہیں کہ آپ لوگوں نے ابھی
 تک مزدور نہیں بھیجے۔ باندھ پورا نہیں ہوا تو سو اُل گیکہ بھی پورا نہیں ہوگا۔

(چلی جاتی ہے)

اُترے : بھرگ ونش کی فریب کاری کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے !

گرگ : ویسے ہم دو سو آدمیوں کو تو فوراً بھیج ہی سکتے ہیں !

اُترے : کوئی ضرورت نہیں !... بلکہ ہم ان مزدوروں کو بھی واپس بلا لیں جو اس وقت کام
 کر رہے ہیں !

(شکر آچاریہ کی آمد)

شکر آچاریہ : ضرور بلا لیجیے !

گرگ : شکر آچاریہ ! راجا تو سنا ہے آپ ہی سے تین سو مزدوروں کی مانگ کرنے کے لیے گئے

ہیں!

شکر آچاریہ: اسی لیے تو میں ادھر چلا آیا!

اترے: بھرگ و نش کی چال کو راجا کیا سمجھے گا لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ شکر آچاریہ! تین سو مزدوروں کو کم اجرت دینا چاہتے ہیں!

شکر آچاریہ: کیا بُرائی ہے! وہ سب اناج مزدوروں کے پاس تو پہنچتا نہیں ہے!.... اترے میں سُنتا ہوں آپ کے آشرم کے ذخیرہ میں اب جگہ ہی نہیں ہے!

اترے: آپ نے کتنی ٹوکریاں اور کدالیں پہنچائیں، شکر آچاریہ؟ سُنا ہے، جتنی کے لیے آپ نے پیشگی لی تھی، اُس کی آدھی بھی نہیں پہنچائیں!.... اتنا سارا دھن بھنم کرنے کی اہلیت بھرگ و نشیوں میں ہی ہے آچاریہ!

گرگ: سُنیے، سُنیے! شکر آچاریہ! اترے منی.... یہ سب جھگڑا نپٹایا نہیں جاسکتا کیا؟ اترے: ہو جانے دیجیے آج صاف باتیں!.... ہمیں کس بھانڈا پھوڑ سے ڈر ہے؟ ہمارا آتریا آشرم عوام کی بھلائی کے لیے، عوام کے شانوں پر قائم ہے۔

شکر آچاریہ: ہوں!.... کتنی جتنا کو آپ نے خرید رکھا ہے؟ اترے: جتنا کو خریدنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میری صدا کی چنگاری عظیم عالم انسانیت کو منور کر سکتی ہے!

شکر آچاریہ: جانتا ہوں آپ آتش بیان مقرر ہیں، آپ کی زبان کی تیزی ہی میں تلوار کی دھار ہے لیکن اے مقرر! کیا اُس بڑے صنعت کار کے آگے آپ کی چل سکے گی؟

گرگ: کون؟

شکر آچاریہ: راجا پرکھو، اور کون؟

اترے: آپ چاہتے ہیں کہ میں بیٹھے بٹھائے راجا سے جھگڑا مول لوں اور آپ مزے سے تماشا دیکھتے رہیں؟ اتنی موٹی عقل کا نہیں ہوں!

شکر آچاریہ: اترے منی، تو میری تیز عقل کی بات دھیان دے کر سُنیے۔ پرکھو کو ہم نے دلا اور حوصلہ مند، اور دانش مند کے رُوپ میں جلوہ گر کیا لیکن وہ بن بیٹھا ہے صنعت کار! یہ وہ راجا نہیں ہے جس سے ہم نے کشاکش کی گانٹھوں پر عہد لیے تھے، جس کے تیز تیروں سے سینکڑوں ڈاکو کٹ مرے تھے! وہ بھی نہیں جس نے ہمارا منتری منڈل بنایا!

گرگ : لیکن ہمارے آشرموں کی آمدنی بڑھ رہی ہے ! دھن دولت تو ہمارے ہاتھ آ رہی ہے ۔ فکر

کیا ہے ؟
شکر آچاریہ : گرگ منی ، فکر ؟ آتریہ آشرم اور بھرگ آشرم دونوں اچھی طرح سمجھ لیں کہ دریش دوتی کا یہ
باندھ پورا ہوتے ہی سوویں لگیہ کی تکمیل ہوتی ہے ۔ راجا پرکتھو ! ہم لوگوں کو دودھ کی مکھی کی
طرح نکال پھینکے گا ! اور اُس کے منتری منڈل میں ہوں گے جنگھاپتر کوش اور
ڈاکو لڑکی اُروی !

اترے : (کچھ سمجھتا ہوا) ہوں ! ... آپ کا مطلب ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ اس کی جو شرطیں طے
ہوئی تھیں

شکر آچاریہ : جی ، اُن شرطوں کی کیا قدر ہوگی اس کی نظروں میں جب وہ عوام کے ذریعے سے چُنا ہوا
راجا بنے گا ؟

گرگ : عوام کے ذریعے سے چُنا ہوا ؟
اترے : لیکن اگر اس وقت راجا کے خلاف ہم لوگ آواز اٹھائیں بھی تو کس برتے پر ؟
شکر آچاریہ : آواز اٹھانے کا موقع آئے گا بعد میں اور اُس وقت پھر سے آپ کی طرار تقریروں کی ضرورت
ہوگی ، آچاریہ اترے ! لیکن اس وقت فوراً ایک بات طے ہو جاتے !

اترے : بتائیے !
شکر آچاریہ : ہم دونوں ہی کے کسان مزدور اور کاری گر باندھ کے کام میں ڈھیل ڈال دیں !
گرگ : لیکن ... لیکن باندھ نہیں بن پایا تو دریش دوتی ، سرسوتی سے ہٹ کر سدا کے لیے جہنا کی
سمت مڑ جاتے گی !

شکر آچاریہ : ہو سکتا ہے !
گرگ : اس کے معنی تو ہوں گے کہ اتنی محنت ہے سرسوتی کی دھار میں پانی رواں کرنے کے لیے جس
نہر کو بنایا گیا ہے ، — وہ خشک رہ جائے گی !

شکر آچاریہ : رہے خشک ! آچاریہ گرگ ! صاف بات ہے ۔ آپ ، دو میں ایک بات چُن لیجیے !
اپنے خاندان ، کنبہ ، لڑکی ارچنا اور آشرم کا مستقبل یا سرسوتی کی دھارا میں پانی جس کا فائدہ
ہوگا بس چھوٹے موٹے کسانوں ، نشادوں اور بچے کھچے ڈاکوؤں کو !

گرگ : (اٹکتا ہوا) اگر دونوں ہی باتیں ہو پائیں ؟

اُترے : نہیں ہو سکتیں، گرگ ! ... شکر آچار یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ سرسوتی کو خشک ہونا ہی ہے۔ وہ ندی نہیں رہی۔ ایک ٹھٹھری ہے جسے ہم رشی مٹیوں کے آشرموں کی بدولت ہی اتنی عزت ملی ہے

شکر آچار یہ : لیکن اب اب تو ہمارے آشرموں کا مستقبل سرسوتی کے کنارے سے وابستہ نہیں، مشرق میں پھیلے ہوئے میدانوں سے ہے۔ وہیں چلے گی ہمارے ہون کی آگ۔ ہمارے منتروں کی آگنی ! اگر پرکھو کو راجا بنے رہنا ہے تو دیشور آگ کے آگے آگے چلے، فوج آراستہ کر کے اپنی شجاعت کا پرچم لہراتا ہوا !

گرگ : تو پھر؟

شکر آچار یہ : چلیے ابھی اور چپ چاپ باندھ کے کام میں تاخیر کرائیے۔ نئے مزدوروں کے گروہوں میں بھی کمی کیجیے !

اُترے : ٹھیک !

(جانے کے لیے بڑھتے ہیں کہ سامنے سے راجا کا آنا۔ ہاتھ میں کدالی جسے کندھے پر ٹکائے ہوتے ہے خوشی اور عقیدے کے اعتماد کے ملے جلے جذبات)

پرکھو : ارچنا ! میرا گھوڑا تیار کراؤ ! میرا (مٹیوں کو دیکھ کر) ارے، آچار یو آپ لوگ یہاں ہیں؟

گرگ : راجن، آپ کے کاندھے پر

پرکھو : ہاں ! میرے کاندھے پر ترکش نہیں کدال ہے۔ اس وقت میرا شاہی نشان یہی ہے کیوں کہ میری رعایا نے مجھے اسی روپ میں تسلیم کیا ہے !

اُترے : کون سی رعایا؟

پرکھو : آپ کے آشرم کے قریب کے کسان، مزدور، اُترے مٹی ! اور آپ کے بھی شکر آچار یہ ! آپ دونوں بہت فکر مند تھے۔ وہ سب لوگ فوراً تیار ہو گئے باندھ کو پورا کرنے کے لیے۔ میں نے کدال اٹھائی کہ پانچ سو ہاتھوں میں کدالیں نظر آئیں۔ میں نے مٹی ڈھونے کے لیے ٹوکری پکڑی کہ پانچ سو سردوں پر ٹوکریاں ٹکٹ کی طرح سج گئیں !

شکر آچار یہ : (تعجب سے) پانچ سو مزدور !

پرکھو : اور بھی پانچ سو تیار ہیں ! وہ لوگ چل بھی دیے باندھ کی جانب ! ہم لوگ پہنچتے ہی

کام ہی کام میں ہاتھ لگادیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے باندھ پورا ہو جائے گا.... اور تب ہم لوٹیں گے سرسوتی کی نئی بہتی دھارا کے ساتھ ساتھ! (گھوڑے کی ٹاپ) یہ لیجیے میرا گھوڑا آپہنچا!.... ارچنا!.... ارچنا!! (سوت اور ماگدھ کی آمد) کون؟

گرگ: سوت، ماگدھ؟

پرکتھو: تم باندھ چھوڑ کر کیسے آتے، سوت ماگدھ؟

سوت: ہم لوگ گھوڑے دوڑاتے آتے ہیں کیوں کہ.... کیوں کہ آپ کو جلدی خبر کرنے کے لیے

مہاراج!

پرکتھو: کیسی خبر؟

ماگدھ: باندھ نہیں رہا، مہاراج!

پرکتھو: (گرجے ہوئے) کیا؟

گرگ: کیا کہہ رہے ہو ماگدھ!

ماگدھ: ہمالیہ میں گھنگھور بارش کی وجہ درش دوتی اور جمنائیں زبردست طوفانی بارش آئی! باندھ کے صرف ایک حصے میں مٹی ڈالنی باقی تھی۔ اگر ایک سو آدمی بھی اور ہوتے تو باندھ پورا ہو

جاتا اور ٹوٹنے کی نوبت نہ آتی!

پرکتھو: باندھ.... ٹوٹ گیا!

سوت: درش دوتی مرگئی جمنائی سمت.... اور نہر سُکھی پڑی ہے!

پرکتھو: نہر.... سُکھی.... پڑی ہے!

سوت: صرف سو آدمی اور ہوتے....

پرکتھو: (جیسے زندگی ٹوٹ آتی ہے) سو نہیں، پانچ سو آدمی جا رہے ہیں اور میں بھی! اُردی اور کوش کے اشارے پر پھر کام چل نکلے گا!.... من مانی ندی کی دھار، تجھے پھر مڑنا ہوگا سرسوتی

کی سمت!

ماگدھ: کوئی اشارہ نہیں دے سکے گا، مہاراج!

گرگ: مطلب؟

ماگدھ: اُردی کگار پرکھڑی ہوئی مزدوروں کو سہارا دینے کے لیے رسی پھینک رہی تھی! طوفانی

لہروں کے ساتھ زور سے آتا ہوا پانی ٹکرایا اور کگار گر گیا!

سُوت : اُروی ڈوبنے لگی ! پلک جھپک کی دیر تھی کسی بہت بڑی چمک دار مچھلی کی طرح کوش کُود
 پڑا اُسے بچانے کے لیے ! ہماری سانسیں واپس آئیں !
 ماگدھ : لیکن کتنی دیر کی ؟ ... دوسرا لگاکار کوش کے اوپر ہی ٹوٹا ! دونوں آنکھوں سے
 اوجھل ہو گئے، مہاراج !

پر تھو : اُروی اور کوش ! (بہوت سا) دونوں دونوں ! !!

(کدال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ ارچنا آتی ہے)

ارچنا : آریہ پتر ! (کچھ دیر خاموش - منی لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)۔

شکر آچاریہ : (صاف آواز لیکن رُک رُک کر) دیوی ! مہاراج پر تھو کو تسکین مت دو ! انہیں ہتھیار
 پہناؤ — ترکش، ڈھال اور تلوار !

اُترے : مشرق میں دشمن سر اٹھا رہے ہیں۔ آپ کی جرأت مندی کی پھر ضرورت ہے، راجا پر تھو !
 ولینشور، اگن کے آگے آگے چلو ! چکرورتی کی راہ پر۔ جنگلوں کو جلاتے ہوئے دشمنوں کا
 خاتمہ کرتے ہوئے ! دلاور پر تھو !

شکر آچاریہ : (کچھ خاموشی کے بعد) آچاریہ آئیے ! ہم لوگ باہر چلیں ! آؤ سوت ماگدھ !

(پر تھو اور ارچنا کو چھوڑ کر سب کے سب باہر جاتے ہیں۔ تھوڑی

دیر خاموشی۔ تاریکی کے گہرے میں پر تھو اور ارچنا پر روشنی ٹکی ہے۔

دھیرے دھیرے ارچنا، پر تھو کے کاندھے پر پہلے ترکش اور پھر کمان لٹکاتی

ہے۔ پر تھو اس کی سمت لہجہ بھر کو دیکھتا ہے اور پھر اس کی جانب پیٹھ کر کے

تھوڑا دُور ہٹ جاتا ہے۔ اس کا پُروفل، ہی دکھائی دیتا ہے)

پر تھو : ارچنا ! تھوڑی دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو گی ؟

ارچنا : جتنی دیر آپ چاہیں، آریہ پتر !

(اُلٹے پیر چلی جاتی ہے۔ تھوڑی دیر خاموشی)

پر تھو : (کمان پر ہاتھ پھیرتا ہوا) ٹھیک ہی تو ہے ! میں شہنشاہ پر تھو، آریوں کا پہلا راجا !

میرا یہی سر و پ تو صدیوں بعد یاد کیا جائے گا۔ ترکش سے آراستہ بدن، تلوار کی چمک سے

مزین چہرہ۔ دشمنوں کو دہلانے والے زبردست لہجہ کا قانون ساز ! دلاور فاتح ! ڈاکوؤں

کا خاتمہ کرنے والا۔ رعایا کا منصف ! مٹیوں کا پالک ! — پر تھو !! لوگ کہیں گے

پر کھو اوتار تھا! اوتار لیکن اس مکھوٹے کے نیچے محنت کے پسینے سے چمکتا
 چہرہ کون جانے گا؟ ان ہاتھوں میں کدال کی گرفت کو کون سمجھے گا؟ کسے دھیان ہوگا کہ
 دھرتی کو ہموار بنا کر اسے دوہنے والے ہاتھ کون سے تھے؟ پر کھوی! ... پر کھوی کی پر کھوی!
 کون سمجھے گا ان الفاظ کو؟ ... (ٹیلے پر چڑھ جاتا ہے اور اوپر کی طرف نظریں کرتا ہے) ...
 او دیوتاؤں کے دیوتا، تُو جسے یگیہ پُرش کہا جاتا ہے — تُو جسے کائنات کا کار ساز کہا
 جاتا ہے۔ تُو پر م برہما! میں جانتا ہوں کہ شکنتی تیری نہیں میری ہے! — پھر
 بھی تیرے آگے ہاتھ پھیلتا ہے! ہزاروں ٹہنیاں اور شاخیں کسی آسمانی شجر پر پھیلی ہیں
 میری نگاہیں کائنات کے اُس لازوال پھل پھول والے پٹر سے ہٹا دے! زمین پر جو
 فرسودہ پرانے پتے بکھرے ہیں انہی میں تلاش کرنے دے، اُسے جو میری رفیقہ حیات تھی،
 میری رُوح تھی ... اور ... اور ... کتنی میری ماں! ... اُروی، ماں ... ماں!
 (رندھی آواز، دھیمی پڑتی ہے، کرب کا اظہار کرتی ہے) ماں!

(اندھیرا — روشنی نئی اور سُوتر دھار پر)

نئی: (گہری سانس لیتی ہوئی) یگوں کے آنگنوں میں اس آواز کی گونج اُن سنی طور سے سنائی دیتی رہی
 سُوتر دھار!

سُوتر دھار: (کچھ چپ کے ساتھ) نئی، مجھے اپنی ریاضت پوری کرنی ہے۔ یاد ہے، اتھرو وید کی وہ

حمد —؟

نئی: زمین کی حمد؟

سُوتر دھار: سناؤ تو

(نئی بلند آواز میں گاتی ہے اور اس کے مطابق ہی)

سُوتر دھار ترجمہ سنانا جاتا ہے)

نئی: دشنومبرا، وسودھانی پر تیشٹھا، ہرنیہ وکھشا جگ تو نی ویشنی ویشنورن و بھرتی بھومی رگن

اندر ریشھا، رونی نو ددھاؤ!

سُوتر دھار: اے کائنات کی نشوونما کرنے والی، رتنوں کی کان، سونے سے بھر پور مادرِ وطن، تم پر

عالم کا انحصار ہے۔ ہمارے طمانیت بھرے من سے دوہن کرو!

نٹی : یتے مدھین پرکھوی سیچ نمبھین یاست ارجت نو سنبھوو !
 تاسو نو دھیہا بھمن - پوسو ماتا بھومی، پٹرو اہن پرکھویانہ !
 سوتر دھار : زمین کے مرکز سے جو طاقت، جو شکستہ نکلتی ہے اُس احساس و شعور کے بادِ جانفزا سے
 میں بھی متحرک ہو جاؤں ! دنیا کے آسمان میں خیالوں کے بادل منڈلاتے ہیں، میں بھی ان
 کے پانی سے بھیگ جاؤں۔ دھرتی ماما ہے اور میں اس سرزمین کا پٹر ہوں !

(اندھیرا)

آدمے اڈھوے

موہن راکیش

کردار

ک۔ س۔ و: (کالے سوٹ والا آدمی) جو مرد نمبر ایک، مرد نمبر دو، مرد نمبر تین اور مرد نمبر چار کے کرداروں میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔ عمر لگ بھگ اسی سال، پچاس سال۔ چہرے کی طمانیت میں طنز سا ہے!

مرد نمبر ایک کے روپ میں لباس: پتلون، قمیض۔ زندگی سے اپنی لڑائی ہار چکنے کا اضطراب لیے ہوئے!

مرد نمبر دو کے روپ میں پہناوا: پتلون اور بند گلے کا کوٹ، خود سے مطمئن ہوتے ہوئے بھی تذبذب!

مرد نمبر تین کے روپ میں پتلون اور ٹی شرٹ پہنے ہوئے، ہاتھ میں سگریٹ کا ڈبہ ہے اور لگانا سگریٹ پیتا ہے۔ آسائش اور آرام میں جینے کی نمائش پورے زور شور سے کرتا ہے!

مرد نمبر چار کے روپ میں پتلون کے ساتھ پرانی کاٹ کا لمبا کوٹ ہے۔ چہرے سے بزرگ ہونے کا خاص احساس ہے، اس کے ساتھ ہی کائیاں پن بھی جھلکتا ہے۔

عورت: عمر چالیس سال کے آس پاس۔ چہرے سے شباب کی چمک اور چاہ پھر بھی نمایاں ہے۔ بلاؤز اور ساڑھی، معمولی ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ ذوق کی غمازی کرتی ہے۔ دوسری ساڑھی خاص تقریبوں کے لیے ہے!

بڑی لڑکی: عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ہے۔ مزاج میں حالات سے مقابلہ کرنے کا عزم اور بے قراری۔ کبھی کبھی اپنی عمر سے بڑھ کر بڑا پن ظاہر کرتی ہے۔ ساڑھی ماں کی طرح سیدھی سادی۔ پوری شخصیت میں ایک طرح کا بکھراؤ ہے!

چھوٹی لڑکی : عمر بارہ اور تیرہ سال کے درمیان - وطیرہ، انداز اور چال ہر طرح سے بغاوت

جھلکتی ہے۔ چست فراک ہے لیکن ایک موزے میں سوراخ بھی ہے !

لڑکا : عمر اکیس سال کے لگ بھگ ہے، پتلون کے اندر دبی ہوئی بھڑکیلی لشن شرٹ ڈھل ڈھل کر گھس گئی ہے، چہرے سے عجب سی تلخی جھلکتی ہے جو منہ میں بھی نمایاں ہو ہو جاتی ہے۔ وسط آمدنی والا نچلے درمیانی طبقہ کی سطح (درجے) کا ایک گھر۔

سب صورتوں سے اور حالتوں میں استعمال ہونے والا کمرہ جس میں اس گھر کے ماضی کے کئی ایک ٹوٹے ہوئے آثار — صوفہ سیٹ - ڈائینگ ٹیبل - کبارڈ اور ڈائینگ ٹیبل وغیرہ — کسی نہ کسی طرح سے اپنے لیے جگہ بنائے ہوئے ہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اپنی ضرورتوں کے عین مطابق نہ ہونے پر بھی کمرے کی حدود کے موافق سالگتا ہے۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے رشتہ ماضی کے تقاضوں کے سبب تقریباً ٹوٹ چکا ہے پھر بھی یوں لگتا ہے کہ وہ سہولت کئی طرح کی بے اطمینانیوں سے سمجھوتہ کر چکی ہے بلکہ کچھ بے اطمینانیوں میں ہی سہولت تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے —

سامان میں ایک تپائی - کہیں ایک دو موڑھے - کہیں پھٹی پرانی کتابوں کی شیلف اور کہیں پڑھنے کی ایک میز کرسی بھی ہے۔ گدے، پردے، میز پوش اور پلنگ پوش اگر ہیں تو اس طرح گھسے، پھٹے یا سلے ہوئے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا نہ ہونا کیوں ہونے سے بہتر نہیں تھا۔

تین دروازے تین طرف سے کمرے میں جھانکتے ہیں۔ ایک دروازہ کمرے کو کچھلے احاطے سے جوڑتا ہے، ایک اندر کے کمرے سے اور ایک باہر کی دنیا سے۔ باہر کا ایک راستہ احاطے سے ہو کر بھی جاتا ہے۔ رسوئی گھر میں بھی احاطے سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ پردہ اٹھنے پر سب سے پہلے چائے پینے کے بعد ڈائینگ ٹیبل پر چھوڑا آدھ ٹوٹا سیٹ جھلکتا ہے۔ پھر کئی پرانی کتابیں اور ٹوٹی کرسیاں وغیرہ ایک ایک کر کے روشن ہونے لگتی ہیں۔ کچھ سیکنڈ کے بعد روشنی صوفے کے اس حصے پر مرکوز ہو جاتی ہے جہاں بیٹھا کالے سوٹ والا آدمی سگار کے کش کھینچ رہا ہے — اس کے سامنے روشنی کچھ محدود ہو رہی ہے لیکن بیچ بیچ میں کبھی یہ کونہ اور کبھی وہ کونہ روشن ہوا اٹھتا ہے۔



ک۔س۔و: (کچھ لا پرواہی سے سگار کی راکھ جھاڑتا ہے) پھر ایک اور بار۔ پھر سے وہی شروعات
[جیسے کوشش سے اپنے آپ کو کسی ذمہ داری اور فرض کے لیے تیار کر کے صوفے سے
اٹھ پڑتا ہے]

میں نہیں جانتا کہ آپ کیا سمجھ رہے ہیں، میں کون ہوں اور امید کر رہے ہیں کہ میں کچھ کہنے والا
ہوں۔ آپ سوچ رہے ہوں کہ میں اس ناٹک میں کوئی خاص اکائی ہوں۔ اداکار، پیش کار،
منتظم یا کچھ اور! لیکن میں اپنے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بالکل اسی طرح
سے جیسے کہ اس ناٹک کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ ناٹک بھی میری طرح
غیر مطمئن ہے۔ غیر مطمئن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لیکن وجہ کی بات کرنا بے کار ہے۔
ہر چیز کی کچھ نہ کچھ وجہ ہوتی ہے حالاں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو وجہ ظاہر کی جائے حقیقت
میں بھی وہی وجہ ہو! اب جب کہ مجھے اپنے آپ سے ہی اطمینان نہیں ہے تو اور کسی چیز
کے سبب اور بے سبب ہونے سے کیسے مطمئن ہو سکتا ہوں۔

(سگار کے کش کھینچتا، پل بھر سوچتا ہوا، کھڑا رہتا ہے)

میں اصل میں کون ہوں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا سامنا کرنا ادھر آکر میں نے
چھوڑ دیا ہے۔ جو میں اس سٹیج پر ہوں وہ یہاں سے باہر نہیں ہوں اور جو باہر ہوں
خیر! اس میں آپ کی کیا دل چسپیاں ہو سکتی ہیں کہ میں یہاں سے باہر کیا ہوں؟ شاید اپنے
بارے میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ سڑک کے فٹ پاتھ پر چلتے چلتے آپ اچانک جس آدمی
سے ٹکرا جاتے ہیں وہ آدمی میں ہوں۔ آپ صرف گھور کر مجھے دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ
کوئی مطلب نہیں رکھتے کہ میں کہاں رہتا ہوں؟ کیا کام کرتا ہوں؟ کس کس سے ملتا ہوں
اور کن کن حالتوں میں جی لیتا ہوں؟ آپ کو اس سے مطلب نہیں کیوں کہ مجھے بھی آپ سے
کوئی مطلب نہیں ہے۔ ٹکرائے کے لمحے میں آپ میرے لیے وہی ہوتے ہیں جو میں آپ کے
لیے ہوتا ہوں۔ اس لیے جہاں اس وقت میں کھڑا ہوں وہاں میری جگہ آپ بھی ہو سکتے تھے۔
دو ٹکرائے والے اشخاص ہونے کے ناطے آپ میں اور مجھ میں بہت بڑی یکسانیت ہے۔
یہی یکسانیت آپ میں اور اس میں، اس میں اور اُس میں، اُس میں اور اُس میں۔

اور مجھ میں بہر حال حساب کی اس پہیلی میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ بات اتنی ہی ہے کہ میں کسی نہ کسی طور پر خود ہی ہر ایک شخص ہوں اور یہی سبب ہے کہ ناٹک کے باہر ہو یا اندر، میری کوئی بھی خصوصی صورت نہیں ہے!

(کمرے کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں ٹہلنے لگتا ہے)

میں نے کہا تھا۔ یہ ناٹک بھی میری ہی طرح غیر مطمئن ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اس میں میں ہوں اور میرے ہونے سے ہی اس میں سب کچھ موجود اور مفقود رہتا ہے ایک خاص کُنہ، اس کے مخصوص حالات۔ کُنہ دوسرا ہوتا تو اپنے حالات بدل جاتے ہیں مگر میں وہی رہتا ہوں۔ اسی طرح ہی سب کچھ اس میں موجود ہوتا ہے۔ اس کُنہ کی عورت کی جگہ کوئی دوسری عورت کسی دوسرے ہی ڈھب سے مجھے جھیلیتی — یا وہ عورت مجبوراً مجھے جھیلیتی یا وہ عورت میری صورت لے لیتی اور میں اُس کا روپ لے کر اُسے جھیلیتا ہوں۔ ناٹک آخر تک پھر بھی اتنا ہی مبہم بنا رہتا ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا اتنا ہی کٹھن ہوتا ہے کہ اس میں نمایاں رول کس کا تھا — میرا، اس عورت کا، حالات کا یا تینوں کے بیچ سے اٹھتے ہوئے کچھ سوالات کا!

(پھر تماشا بینوں کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ سگار منہ میں لیے)

پل بھر اوپر کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ پھر نہنہ، کہہ کر ہی سگار

منہ سے جدا کرتا ہے اور اس کی راکھ جھاڑتا ہے)

مگر ہو سکتا ہے میں ایک مبہم ناٹک کا مبہم کردار ہونے پر صفائی پیش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ناٹک مخصوص روپ لے سکتا ہو۔ کن کن کرداروں کو نکالنے سے یاد دایک کردار اور جوڑنے سے۔ کچھ منظر بدلنے سے۔ کچھ حصے حذف کرنے سے۔ کچھ حصے بڑھا دینے سے۔ یا حالتوں میں تھوڑا ہیر پھیر کر دینے سے۔ ہو سکتا ہے آپ پورا ناٹک دیکھنے کے بعد، یا اس سے پہلے ہی کچھ مشورے دے سکیں اس سلسلے میں۔ اس مبہم کردار سے آپ کی ملاقات اس دوران میں کتنی بار ہوگی!

(عورت باہر سے احاطے کے دروازے سے کمرے

میں داخل ہو جاتی ہے)

عورت: (تھکن نکالنے کے سے انداز میں) اوہ، ہہو، ہہو، ہہو، (کچھ بے بسی کی حالت میں) پھر گھر میں کوئی نہیں!

(اندر کے دروازے کی طرف دیکھ کر) کتنی! یہاں ہوگی ہی نہیں، جواب کہاں سے دے؟ (تپائی پر پڑے بیگ کو دیکھ کر) یہ حال ہے اس کا! (بیگ کی ایک کتاب اٹھا کر) پھر بھاڑ لائی ایک اور کتاب! ذرا شرم نہیں آتی کہ روز روز کہاں سے پیسے آسکتے ہیں نئی کتابوں کے لیے! (صوفے کے پاس آ کر) اور اشوک بالو یہ کمائی کرتے رہے ہیں دن بھر! (تصویریں اٹھا کر دیکھتی ہے) ایلزبتھ ٹیلر.... آڈی ہے برن.... شرے میکین....! زندگی کاٹ رہے ہیں ان تصویروں کے ساتھ!

(تصویریں واپس رکھ کر بیٹھنے ہی لگتی ہے کہ نظر جھپکتے پاجامے پر جا

پڑتی ہے)

(اس طرف جاتی ہے) بڑے صاحب وہاں اپنی کارگزاری کر گئے ہیں!
(پاجامے کو مردہ جانور کی طرح اٹھا کر دیکھتی ہے اور کونے میں پھینکتے پھینکتے اُسے ایک جھٹکے سے تہہ کرنے لگتی ہے)

دن بھر گھر پر رہ کر آدمی اور کچھ نہیں تو اپنے کپڑے تو ٹھکانے سے رکھ ہی سکتا ہے۔

(پاجامہ قریب ہی رکھنے سے پہلے ڈائینگ ٹیبل پر پڑے چائے کے سامان

کو دیکھ کر اور غصے ہو جاتی ہے۔ پاجامے کو کرسی پر ٹپک دیتی ہے اور

پیالیاں وغیرہ ٹرے میں رکھنے لگتی ہے)

انتانک نہیں کیا کہ چائے پی ہے تو برتن رسوئی میں رکھ آئیں۔ میں ہی آکر اٹھاؤں تو اٹھاؤں

....

(پڑے اٹھا کر احاطے کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے کہ مرد نمبر ایک ادھر

سے آ جاتا ہے۔ عورت ٹھٹھک کر سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہے لیکن

وہ اس سے آنکھیں بچاتا پاس سے نکل کر تھوڑا آگے آ جاتا ہے)

مرد نمبر ایک: آگئیں دفتر سے؟ یوں لگتا ہے کہ آج بس جلدی مل گئی!

عورت: (پڑے واپس میز پر رکھتے ہوئے) یہ اچھا ہے کہ دفتر سے آؤ تو کوئی گھر پر نظر ہی نہیں آئے! کہاں

چلے گئے تھے تم؟

مرد نمبر ایک: کہیں نہیں! یہیں باہر تھا! ارکیٹ میں!

عورت: (اس کا پاجامہ ہاتھ میں لے کر) پتہ نہیں یہ کیا طریقہ ہے اس گھر کا؟ روز آنے پر پچاس چیزیں

یہاں وہاں بکھری ملتی ہیں!

مرد نمبر ایک: (ہاتھ بڑھا کر) لاؤ، مجھے دے دو!

عورت: (پاجامے کو جھاڑ کر پھرتہ کرتے ہوئے) اب کیا دے دوں؟ پہلے خود بھی تو دیکھ سکتے تھے!

(گھستے ہی رکھے کبارڈ کھول کر پاجامے کو جیسے اس میں قید کر دیتی ہے۔ مرد نمبر ایک،

یونہی ادھر ادھر دیکھتا ہے، پھر ایک کرسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے)

(کبارڈ کے پاس آکر ٹرے اٹھاتی ہے) چائے کس کس نے پی تھی؟

مرد نمبر ایک: (مجرم کے سے ہجے میں) اکیلے میں نے!

عورت: تو اکیلے کے لیے کیا ضروری تھا کہ پوری ٹرے کی ٹرے.... کتنی کو دودھ دے دیا تھا؟

مرد نمبر ایک: وہ مجھے دکھی ہی نہیں اب تک!

عورت: (ٹرے لے کر چلتی ہے) دکھے تب نا، جو گھر پر رہے کوئی!

(احاطے کے دروازے سے ہو کر پیچھے رسوئی میں چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک

ایک لمبی ہوں، کے ساتھ کرسی کو جھلانے لگتا ہے۔ عورت آ پخل سے ہاتھ

پونچھتی رسوئی سے واپس آتی ہے)

مرد نمبر ایک: میں بس تھوڑی دیر کے لیے ہی نکلا تھا باہر!

عورت: (اور چیزوں کو سمیٹنے میں محو) مجھے کیا پتہ، کتنی دیر کے لیے نکلے تھے۔ وہ آج پھر آئے گا ابھی

کچھ دیر میں۔ تب تو گھر پر رہو گے تم؟

مرد نمبر ایک: (ہاتھ روک کر) کون آئے گا؟ سنگھانیا؟

عورت: اُسے کسی کے یہاں کھانا کھانے آنا ہے ادھر! پانچ منٹ کے لیے یہاں بھی آئے گا!

(مرد نمبر ایک اسی طرح 'ہوں' کے ساتھ کرسی جھلانے

لگتا ہے)

مجھے یہ عادت اچھی نہیں لگتی تمہاری! کتنی بار کہہ چکی ہوں!

(مرد نمبر ایک کرسی سے ہاتھ ہٹا لیتا ہے)

مرد نمبر ایک: تمہی نے کہا ہو گا اُسے یہاں آنے کے لیے!

عورت: کہنا فرض نہیں بنتا میرا؟ آخر میرا باس ہے!

مرد نمبر ایک: باس کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ....؟

عورت: کیا تم زیادہ جانتے ہو؟ کام تو میں ہی کرتی ہوں اُس کے ماتحت!
(مرد نمبر ایک پھر سے کرسی کو جھلاتے ہوئے یکایک ہاتھ

ٹھالیتا ہے)

مرد نمبر ایک: کس وقت آئے گا؟

عورت: پتہ نہیں! جب بھی گزرے گا ادھر سے!

مرد نمبر ایک: (چھلے ہوئے لہجے میں) یہ اچھا ہے....

عورت: لوگوں کو خار ہے مجھ سے کہ دوبار میرے یہاں آچکا ہے! آج تیسری بار آئے گا!
(قینچی، میگزین اور تصویریں سمیٹ کر پڑھنے کی میز کی دراز میں رکھ دیتی ہے۔

کتابیں بیگ میں بند کر کے اُسے ایک طرف سیدھا کھڑا کر دیتی ہے)

مرد نمبر ایک: تو لوگوں کو بھی علم ہے کہ وہ آتا ہے یہاں؟

عورت: (ایک تنکھی نظر اس پر ڈال کر) کیوں! بُری بات ہے؟

مرد نمبر ایک: میں نے کہا ہے بُری بات ہے؟ میں تو بلکہ کہتا ہوں اچھی بات ہے!

عورت: تم جو کہتے ہو اس کا سب مطلب میری سمجھ میں آتا ہے!

مرد نمبر ایک: تو اچھا یہی ہے کہ میں کچھ نہ کہہ کر چپ رہا کروں ————— اگر چپ رہتا ہوں

تو....!

عورت: تم چپ رہتے ہو! اور نہ کوئی!

(اپنی چیزیں کرسی سے اٹھا کر قرینے سے رکھنے لگتی ہے)

مرد نمبر ایک: پہلے جب جب وہ آیا ہے میں نے کچھ کہا ہے تم سے؟

عورت: اپنی شرم کے مارے! کہ دونوں بار تم گھر پر نہیں رہے!

مرد نمبر ایک: اُس میں کیا ہے؟ آدمی کو کام نہیں ہو سکتا باہر؟

عورت: (مصرفیت میں) یہ تو آج بھی ہو جاتے گا تمہیں!

مرد نمبر ایک: (اوجھا پڑ کر) جانا تو ہے آج بھی مجھے.... پر تم میرا یہاں رہنا ضروری سمجھتی ہو،

تو.....

عورت: میرے لیے رکنے کی ضرورت نہیں! (یہ دیکھتی ہے کہ کمرے میں اور کچھ کرنے کو باقی تو نہیں) تمہیں

ایک اور پیالی چاہیے چائے کی؟ میں بنا رہی ہوں اپنے لیے!

مرد نمبر ایک: بنا رہی ہو تو بنا لینا میرے لیے بھی!

(عورت احاطے کے دروازے کی طرف جانے لگتی ہے)

سنو!

(عورت رُک کر اس کی طرف دیکھتی ہے)

اس کا کیا ہوا وہ جو ہڑتال ہونے والی تھی تمہارے دفتر میں؟

عورت: جب ہوگی تمہیں بھی پتہ چل جائے گا!

مرد نمبر ایک: لیکن ہوگی بھی؟

عورت: تم اسی کے انتظار میں ہو کیا؟

(چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک سر ہلاتا ہلاتا ادھر ادھر دیکھتا ہے کہ اب وہ اپنے آپ کو کیسے مگن رکھ سکتا ہے۔ پھر جیسے کچھ یاد آتا ہے اور شام کا اخبار جیب سے نکال کر کھولتا ہے۔ ہر سُرخ پڑھنے پر اُس کے چہرے کا رنگ بدلتا ہے مسرت، حیرت، تناؤ یا سکون۔ ساتھ ہی منہ سے ”بہت اچھے!“ ”مار دیا“ ”لو!“ اور ”اب؟“ قسم کے الفاظ نکلتے رہتے ہیں۔ عورت رسوئی سے لوٹ کر آتی ہے)

مرد نمبر ایک: (اخبار سے نظریں ہٹا کر بیوی کو دیکھتا ہے) ہڑتالیں تو آج کل سبھی جگہ ہو رہی ہیں! اس میں دیکھو ...

عورت: (بے تعلقی کے لہجے میں) تمہیں سچ مچ کہیں جانا ہے کیا؟ کہاں جانے کی بات کر رہے تھے تم؟

مرد نمبر ایک: سوچ رہا تھا کہ جینجا کے یہاں ہو آنا!

عورت: اوہ! مجھے جا کے یہاں! ہو آؤ!

مرد نمبر ایک: فی الحال اسے دینے کے لیے پیسہ نہیں ہے تو کم سے کم منہ تو اسے دکھاتے رہنا چاہیے۔

عورت: ہاں وہیں دکھاؤ منہ جا کر!

مرد نمبر ایک: وہ چھ مہینے باہر رہ کر آیا ہے! ہو سکتا ہے کہ نیا کاروبار چلانے کی سوچ رہا ہو جس میں میرے لیے

عورت: تمہارے لیے تو پتہ نہیں! وہ زندگی بھر کیا کیا کرے گا! پہلے ہی کچھ کم نہیں کیا ہے!

(جھاڑن لے کر کُرسیاں وغیرہ جھاڑنا شروع کر دیتی ہے)

اتنی گرد بھری رہتی ہے ہر وقت اس گھر میں۔ معلوم نہیں کہاں سے چلی آتی ہے!
 مرد نمبر ایک: تم ناحق کوستی رہتی ہو اس آدمی کو! اس نے اپنی طرف سے ہمیشہ میری مدد ہی کی ہے!
 عورت: نہ کرتا امداد تو اتنا نقصان تو نہ ہوتا جتنا اس مدد کرنے سے ہوا ہے!
 مرد نمبر ایک: (کڑھ کر صوفے پر بیٹھتا ہے) تو نہیں جانتا میں! اپنے اکیلے کے لیے جانا ہے مجھے! اب
 تک تقدیر نے ساتھ نہیں دیا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ
 عورت: یہاں سے اٹھ جاؤ۔ مجھے جھاڑ لینے دو ذرا!

(مرد نمبر ایک اٹھ کر پھر سے بیٹھنے کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے)

اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ وہ صاف ہو گئی ہے!

(مرد نمبر ایک گالی دیتی نظر سے اُسے دیکھ کر اس کرسی پر جا بیٹھتا ہے)

(بڑبڑاتی ہے) پہلی بار پریس میں جو ہوا سو ہوا! دوسری بار پھر کیا ہو گیا؟ جتنا پیسہ جُبنجا
 نے لگایا، اتنا ہی تم نے لگایا! ایک ہی فیکٹری لگی، ایک ہی جگہ جمع خرچ ہوا۔ پھر بھی
 تقدیر نے اس کا ساتھ دیا، تمہارا نہیں دیا!

مرد نمبر ایک: (غصے سے اٹھتا ہے) تم تو ایسی بات کرتی ہو جیسے

عورت: کھڑے کیوں ہو گئے؟

مرد نمبر ایک: کیوں۔ میں کھڑا نہیں ہو سکتا؟

عورت: (تھوڑے سے وقفہ کے بعد حقارت آمیز لہجے میں) ہو تو سکتے ہو مگر گھر کے اندر!

مرد نمبر ایک: (کچھ غصہ نکالتے ہوئے) میری جگہ تم حصے دار ہو تیں فیکٹری میں تو تمہیں پتہ چلتا کہ

عورت: پتہ تو مجھے اب بھی چل رہا ہے۔ نہیں چل رہا ہے کیا؟

مرد نمبر ایک: (بڑبڑاتا ہے) اُن دنوں پیسہ کتنا لیا تھا فیکٹری۔ سے؟ جو کچھ لگایا تھا وہ سارا تو شروع

میں ہی نکال نکال کر کھالیا اور!

عورت: کس نے کھالیا؟ — میں نے؟

مرد نمبر ایک: نہیں، میں نے! معلوم ہے کتنا خرچ تھا اُن دنوں اس گھر کا؟ چار سو روپے ماہوار

پر مکان لیا تھا! ٹیکسیوں میں آنا جانا تھا! قسطوں پر فرج خریدا گیا تھا۔ لڑکے لڑکی کی کالونیٹ

کی فیسیں جاتی تھیں

عورت: شراب آتی تھی۔ دعوتیں اُڑتی تھیں۔ ان سب پر پیسہ خرچ ہوتا ہی تھا۔

مرد نمبر ایک : تم لڑنا چاہتی ہو ؟

عورت : تم لڑ بھی سکتے ہو اس وقت تاکہ اسی بہانے گھر سے چلے جاؤ ! وہ آدمی آتے گا تو جانے کیا سوچے گا کہ اس کامیاں کسی نہ کسی کام کے بہانے سے گھر سے باہر ہی رہتا ہے ۔ شاید سمجھے کہ میں ہی جان بوجھ کر بھیج دیتی ہوں

مرد نمبر ایک : وہ مجھ سے طے کر کے تو آتا نہیں کہ میں اس کے لیے موجود رہا کروں گھر پر !

عورت : کہہ دوں گی ، آگے سے تم سے طے کر کے آیا کرے ۔ تم اتنے بڑی آدمی جو ہو ! معلوم نہیں کہ کب کس بورڈ کی میٹنگ میں جانا پڑ جائے !

مرد نمبر ایک : (کچھ دھیمّا پڑ کر ہارے ہوتے لہجے میں) تم تو بس آمادہ ہی رہتی ہو ہر وقت !

عورت : اب جُمنے جا آ گیا ہے نالوٹ کر تو رہا کرنا تین تین دن گھر سے غائب !

مرد نمبر ایک : (پوری قوت سے سامنا کرتے ہوتے) تم پھر سے وہی بات اٹھانا چاہتی ہو ؟ اگر رہا بھی ہوں میں تین دن گھر سے باہر تو آخر کس وجہ سے ؟

عورت : وجہ کا علم تمہیں ہو گا یا تمہارے لڑکے کو ! وہ بھی تین تین دن گھر پر نہیں دکھائی دیتا !

مرد نمبر ایک : تم میرا مقابلہ اس سے کرتی ہو !

عورت : نہیں ۔ اس کا مقابلہ تم سے کرتی ہوں ۔ جس طرح سے تم نے خوار کی ہے اپنی زندگی ، اسی طرح وہ بھی

مرد نمبر ایک : اور لڑکی تمہاری ؟ اس نے اپنی زندگی خوار کرنا کس سے سیکھ لیا ہے ؟ — میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ گھر سے بھاگ جانے کی بات نہیں سوچی تھی !

عورت : (اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟

مرد نمبر ایک : کہنا کیا ہے جا کر چاتے بنا لاؤ ، پانی کھول گیا ہو گا !

(صوفے پر بیٹھ کر پھر اخبار کھول لیتا ہے لیکن دھیان پڑھنے میں لگا نہیں پاتا)

عورت : مجھے معلوم ہے پانی ابل گیا ہو گا ۔ میں جب بھی کسی کو یہاں بلاتی ہوں مجھے پتہ ہوتا ہے تم یہی سب باتیں کرو گے !

مرد نمبر ایک : (جیسے اخبار میں کچھ پڑھتا ہے) ہوں ، ہوں ، ہوں ، ہوں ہوں !

عورت : ویسے ہزار بار کہو گے کہ لڑکے کی نوکری کے لیے کسی سے بات کیوں نہیں کرتیں ؟ اور جب میں اس کے لیے موقع نکالتی ہوں تو

مرد نمبر ایک: ہاں! سنگھانیا لگوا ہی دے گا ضرور! اسی لیے بچا راجل کر آتا ہے یہاں!
 عورت: شکر نہیں کرتے کہ کوئی اتنا بڑا آدمی صرف ایک بار کہنے پر.....
 مرد نمبر ایک: میں شکر نہیں کرتا؟ جب جب کسی نئے آدمی کا یہاں آنا جانا شروع ہوتا ہے۔
 میں ہمیشہ شکر کرتا ہوں! پہلے جگ موہن آیا کرتا تھا۔ پھر منوج آنے لگا تھا.....
 عورت: (ساکت نظروں سے دیکھتے ہوئے) اور کیا کیا بات باقی رہ گئی ہے کہنے کی؟ وہ بھی کہہ ڈالو

جلدی سے!
 مرد نمبر ایک: کیوں؟ جگ موہن کا نام میری زبان پر آیا نہیں کہ تمہارے حواس گم ہونے شروع ہو گئے؟

عورت: (گہرے لہجے سے) جلتے ناشکرے تم ہو، میرا من کرتا ہے کہ آج ہی میں..... (کہتے ہوئے
 احاطے کے دروازے کی طرف مڑتی ہے کہ باہر سے بڑی لڑکی کی آواز سنائی دیتی ہے)۔
 بڑی لڑکی: ممّا!

(عورت رُک کر اس طرف دیکھتی ہے۔ چہرہ کچھ پھیکا پڑ جاتا ہے)

عورت: بیٹا آئی ہے باہر!

(مرد نہ چاہتے ہوئے بھی اخبار لپیٹ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

مرد نمبر ایک: پھر اسی طرح آئی ہوگی!

عورت: جا کر دیکھ لو گے کیا چاہیے اُسے؟

(بڑی لڑکی کی آواز سنائی دیتی ہے)

بڑی لڑکی: ممّا، ٹوٹے پچاس پیسے دینا ذرا!

(مرد نمبر ایک کسی نہ چاہنے والی صورتِ حال کا سامنا کرنے کے انداز میں باہر کے دروازے

کی طرف بڑھتا ہے)

عورت: پچاس پیسے ہیں نا تمہارے جیب میں؟ ہوں گے تو سہی دودھ کے پیسوں میں سے بچے ہوئے!

مرد نمبر ایک: میں نے صرف پانچ پیسے خرچ کیے ہیں اپنے پر۔ اس اخبار کے!

(باہر نکل جاتا ہے۔ عورت پل بھر اس طرف دیکھنے کے بعد احاطے کے دروازے سے رسوئی میں چلی

جاتی ہے۔ بڑی لڑکی باہر سے آتی ہے۔ مرد نمبر ایک اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ کمرے میں ہر طرف

اس طرح نظر دوڑاتا ہے جیسے عورت کے وہاں نہ ہونے پر اپنے آپ کو کسی غلط جگہ پر تنہا
پارہا ہے)

مرد نمبر ایک: (اپنی سر اسیمگی کو چھپاتے ہوئے بڑی لڑکی سے) بیٹھ تو!
بڑی لڑکی: ممّا کہاں ہے؟
مرد نمبر ایک: ادھر ہوگی رسوئی میں!
بڑی لڑکی: (پکارتے ہوئے) ممّا!

(عورت دونوں ہاتھوں میں چائے کی پیالیاں لیے ہوئے احاطے کے دروازے
سے آتی ہے)

عورت: کیا حال ہے تیرا؟
بڑی لڑکی: ٹھیک ہوں!

(مرد نمبر ایک عورت کو ہاتھوں سے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ
اپنے ساتھ کوئی بھی سامان نہیں لائی)

عورت: چائے لوگی؟

بڑی لڑکی: ابھی نہیں! پہلے غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ دھو لوں۔ سارا جسم اس طرح چپ
رہا ہے کہ بس...

عورت: تیری آنکھیں ایسی کیوں ہو رہی ہیں؟
بڑی لڑکی: کیسی ہو رہی ہیں؟

عورت: پتہ نہیں کیسی ہو رہی ہیں؟

بڑی لڑکی: تمہیں ایسی ہی لگ رہی ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں ہاتھ منہ دھو کر!

(احاطے کے دروازے سے باہر چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک معنی خیز نظروں سے عورت

کو دیکھتا ہے اور اس کے پاس آ جاتا ہے)

مرد نمبر ایک: مجھے تو یہ اسی طرح آتی ہوئی لگتی ہے!

(عورت چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھا دیتی ہے)

عورت: چائے لے لو!

مرد نمبر ایک: (چائے لے کر) اس بار کچھ سامان بھی ساتھ نہیں ہے!

عورت : ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے آئی ہو !
 مرد نمبر ایک : پرس میں صرف ایک ہی روپیہ تھا۔ سکوٹر کشا کا پورا کرایہ بھی نہیں !
 عورت : کیا معلوم کہیں اور سے آئی ہو !
 مرد نمبر ایک : تم ہمیشہ بات کو ڈھکنے کی کوشش کیوں کرتی ہو ؟ ایک بار اس سے پوچھتی کیوں نہیں
 کھل کر ؟

عورت : کیا پوچھوں ؟
 مرد نمبر ایک : یہ میں بتاؤں گا تمہیں ؟

(عورت چاتے کے گھونٹ بھرتی ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)
 (پل بھر جواب کا انتظار کرنے کے بعد) میری اس شخص کے بارے میں کبھی اچھی رائے نہیں تھی۔
 تمہی نے ہوا باندھ رکھی تھی کہ منوج یہ ہے، منوج وہ ہے۔ جانے کیا ہے ! تمہاری
 شہ پر گھر میں اس کا آنا جانا نہ ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی کہ اس کے ساتھ جا کر بعد میں اس

طرح

عورت : (تنگ آکر) تو تم خود ہی کیوں نہیں اس سے پوچھ لیتے ہو پوچھنا چاہتے ہو ؟

مرد نمبر ایک : میں کیسے پوچھ سکتا ہوں ؟

عورت : کیوں نہیں پوچھ سکتے ؟

مرد نمبر ایک : میرا پوچھنا اس لیے غلط ہے کہ

عورت : تمہارا کچھ نہ کرنا کسی نہ کسی وجہ سے غلط ہوتا ہے۔ میں جانتی نہیں ؟ کیا ؟

(بڑے بڑے گھونٹ بھر کر چاتے کی پیالی خالی کرتی ہے)

مرد نمبر ایک : تم سب جانتی ہو۔ اگر سب کچھ میرے کرنے سے ہوتا اس گھر میں

عورت : (اٹھتی ہوئی) تو معلوم نہیں اور کیا بربادی ہوتی ہوتی ؟ جو دور وٹی آج میری نوکری سے مل جاتی
 ہے وہ بھی نہ مل پاتی۔ لڑکی بھی گھر میں رہ کر بوڑھی ہو جاتی۔ مگر یہ نہ سوچا ہوتا کسی نے کہ ...

مرد نمبر ایک : (احاطے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ آ رہی ہے !

(جلدی جلدی اپنی پیالی خالی کر کے عورت کو دے دیتا ہے۔ بڑی لڑکی پہلے سے کافی

سنجھلی ہوتی واپس آتی ہے)

بڑی لڑکی : (آتی ہوئی) ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مارے تو کچھ ہوش آیا۔ آج کل کے دنوں میں تو بس ...

(ان دونوں کو اپنی طرف خاص نظروں سے دیکھنے پر) کیا بات ہے ماما؟ آپ لوگ اس طرح کیوں رہے ہیں مجھے؟

عورت: میں پیالیاں رکھ کر آرہی ہوں اندر سے!

(احاطے کے دروازے سے چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک بھی نظر میں ہٹا کر مصروفیت کا بہانہ تلاش کرتا ہے)

بڑی لڑکی: کیا بات ہے ڈیڈی؟

مرد نمبر ایک: بات؟ بات کچھ بھی نہیں!

بڑی لڑکی: (کمزور آوازیں) ہے تو سہی، کچھ نہ کچھ بات!

مرد نمبر ایک: ایسے ہی ابھی تیری ماں کچھ کہہ رہی تھی....

بڑی لڑکی: کیا کہہ رہی تھی؟

مرد نمبر ایک: مطلب وہ نہیں۔ میں کہہ رہا تھا اُسے....

بڑی لڑکی: کیا کہہ رہے تھے؟

مرد نمبر ایک: تیرے بارے میں بات کر رہا تھا!

بڑی لڑکی: کیا بات کر رہے تھے؟

(عورت لوٹ کر آ جاتی ہے)

مرد نمبر ایک: وہ آگئی ہے، خود ہی تجھے بتا دے گی!

(جیسے صورتِ حال سے الگ ہونے کی کوشش کر رہا ہو)

بڑی لڑکی: (عورت سے) ڈیڈی میرے بارے میں کیا بات کر رہے تھے ماما؟

عورت: انہی سے کیوں نہیں پوچھتی؟

بڑی لڑکی: وہ کہتے ہیں کہ تم بتاؤ گی اور تم کہتی ہو کہ انہی سے کیوں نہیں پوچھتی؟

عورت: تیرے ڈیڈی مجھ سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ....

مرد نمبر ایک: (بیچہ ہی میں بولتے ہوئے) اگر تم اپنی طرف سے نہیں جاننا چاہتی ہو تو رہنے دو بات کو!

بڑی لڑکی: مگر بات ایسی ہے کیا جاننے کی؟

عورت: بات صرف اتنی سی ہے کہ جس طرح سے تو آج وہاں سے آئی ہے اس سے انہیں کیوں لگتا

ہے کہ....

مرد نمبر ایک: تمہیں جیسے نہیں لگتا!

بڑی لڑکی: (جیسے کھڑے میں کھڑی ہو) کیا لگتا ہے؟

عورت: کچھ ضرور ہے جو اپنے دل میں چھپا رہی ہو۔ ہمیں نہیں بتلاتی!

بڑی لڑکی: میری کس بات نے یوں لگتا ہے؟

عورت: (مرد نمبر ایک سے) اب کہو نا اس کے سامنے وہ سب جو مجھ سے کہہ رہے تھے!

مرد نمبر ایک: تم نے بات شروع کی ہے، تم ہی پوری بھی کر ڈالو اب!

عورت: (بڑی لڑکی سے) میں تم سے ایک سیدھا سوال پوچھ سکتی ہوں؟

بڑی لڑکی: ضرور پوچھ سکتی ہو!

عورت: تو خوش ہے وہاں پر؟

بڑی لڑکی: (بچے ہوئے لہجے میں) ہاں۔ بہت خوش ہوں!

عورت: سچ مچ خوش ہو؟

بڑی لڑکی: اور کیا ایسے ہی کہہ رہی ہوں؟

مرد نمبر ایک: (بالکل دوسری طرف منہ کرنے کے بعد) یہ تو کوئی جواب نہیں ہے!

بڑی لڑکی: (تنبک کر) تو جواب کیا تبھی ہوتا اگر میں کہتی کہ میں خوش نہیں ہوں، بہت دکھی ہوں!

مرد نمبر ایک: آدمی جو جواب دے وہ اس کے چہرے سے بھی جھلکنا چاہیے!

بڑی لڑکی: میرے چہرے سے کیا جھلکتا ہے؟ مجھے تپ دق ہو گیا ہے؟ میں جھول جھول کر مری جا رہی

ہوں؟

مرد نمبر ایک: ایک تپ دق ہی ہوتا ہو آدمی کو؟

بڑی لڑکی: تو اور کیا کیا ہوتا ہے؟ آنکھوں سے دکھائی دینا بند ہو جاتا ہے؟ ناک کان ٹیڑھے ہو جاتے

ہیں؟ ہونٹ جھڑک کر جاتے ہیں؟ میرے چہرے سے ایسا نظر آتا ہے آپ کو؟

مرد نمبر ایک: (کڑھ کر لڑتا ہے) تیری ماں نے تجھ سے پوچھا ہے تو اسی سے بات کر! میں اسی لیے ان باتوں

میں نہیں پڑتا!

(صوفے پر جا کر اخبار کھولتا ہے مگر لمحہ بھر کے بعد ہی خیال آتا ہے کہ اس نے اخبار

اٹا پکڑا ہے اسے سیدھا کر لیتا ہے)

عورت: (بڑی لڑکی سے) اچھا، چھوڑا اب اس بات کو! آگے سے یہ سوال میں تجھ سے نہیں پوچھوں گی۔

(بڑی لڑکی کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں)

بڑی لڑکی: پوچھنے میں رکھا بھی کیا ہے ممتا! زندگی کسی طرح سے کٹتی ہی چلی جاتی ہے ہر شخص کی!
مرد نمبر ایک: (اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے) یہ ہوا کچھ جواب!

عورت: (مرد نمبر ایک سے) تم چپ نہیں رہ سکتے تھوڑی دیر؟

مرد نمبر ایک: میں کیا کہہ رہا ہوں؟ چپ ہی تو بیٹھا ہوں؟ (اخبار میں پڑھتا ہے) نالے کا باندھ پورا کرنے کے لیے بارہ سال کے لڑکے کی قربانی۔ (اخبار سے نظریں ہٹا کر) آپ چاہے جو کہہ لیں، میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلے گا۔ (پھر اخبار میں سے پڑھتے ہوئے) اودے پور کے مڈدھا گاؤں میں باندھ کے ٹھیکے دار کا سنگ دلانہ عمل۔ (اخبار سے نظریں ہٹا کر) حد ہوتی ہے ہر چیز کی!

(عورت بڑی لڑکی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پڑھنے کی میز کے پاس لے جاتی ہے)

عورت: یہاں بیٹھ!

(بڑی لڑکی ہلکی جھپکاتی وہاں کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

سچ سچ بتا، تجھے وہاں کس چیز کی شکایت ہے؟

بڑی لڑکی: شکایت کسی چیز کی نہیں....

عورت: تو....؟

بڑی لڑکی: اور ہر چیز کی ہے!

عورت: پھر کوئی خاص بات ہے؟

بڑی لڑکی: خاص بات کوئی نہیں....

عورت: تو....؟

بڑی لڑکی: اور سبھی باتیں خاص ہیں!

عورت: جیسے....؟

بڑی لڑکی: جیسے... سبھی باتیں!

عورت: ... تو تیرا مطلب ہے کہ....؟

بڑی لڑکی: میرا مطلب ہے کہ شادی سے پہلے مجھے یوں لگتا تھا کہ منوج کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں مگر

اب آکر... اب آکر یوں لگنے لگا ہے کہ وہ جاننا بالکل جاننا نہیں تھا!

عورت: (بات کی تہ تک جانے کے انداز میں) ہوں! تو کیا اس کے کردار میں کچھ ایسا ہے جو....

بڑی لڑکی : ... نہیں ! اس کے کردار میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے وہ بہت صاف آدمی ہے !

عورت : تو کیا اس کے برتاؤ میں کوئی ایسی بات ہے جس سے ؟

بڑی لڑکی : نہیں ! اس کا برتاؤ ہر شخص جیسا ہی ہے بلکہ عام آدمی سے زیادہ خوش دل کہنا چاہیے اُسے !

عورت : (اور بھی گہرائی تک جانے کی کوشش میں) تو پھر ؟

بڑی لڑکی : یہی تو میں بھی نہیں سمجھ پاتی۔ معلوم نہیں کہ کہاں پر کیا غلط ہے !

عورت : اس کی مالی حالت ٹھیک ہے ؟

بڑی لڑکی : ٹھیک ہے !

عورت : صحت ؟

بڑی لڑکی : بہت اچھی ہے !

مرد نمبر ایک : (اُدھر دیکھے بغیر) پھر سب کچھ اچھا ہی اچھا ہے۔ شکایت کس بات کی ہے ؟

عورت : (مرد نمبر ایک سے) تم بات کو سمجھنے بھی دو گے ؟ (بڑی لڑکی سے) جب ان میں سے کسی چیز کی شکایت نہیں ہے تجھے، تب کوئی بہت ہی خاص وجہ ہونی چاہیے یا

بڑی لڑکی : — یا ؟

عورت : یا یا میں ابھی نہیں کہہ سکتی !

بڑی لڑکی : وجہ صرف وہ ہوا ہے جو ہم دونوں کے درمیان سے گزر رہی ہے !

مرد نمبر ایک : (اُدھر دیکھ کر) کیا کہا ہوا ؟

بڑی لڑکی : ہاں ! ہوا !

مرد نمبر ایک : (ناامیدی سے سر ہلا کر، منہ پھر دوسری طرف کر لیتا ہے) یہ وجہ بتاتی ہے اس نے ... ہوا !

عورت : (بڑی لڑکی کے چہرے کو نظروں سے ٹٹولتی ہے) میں تیرا مطلب نہیں سمجھی !

بڑی لڑکی : (اُٹھتی ہوئی) میں شاید سمجھا بھی نہیں سکتی۔ (بے مطلب سے کچھ قدم چلتی ہے) کسی دوسرے کو تو کیا،

اپنے اکبھی نہیں سمجھا سکتی۔ (سانس روک کر) مہّا، ایسا بھی ہوتا ہے کہ

عورت : کہ ؟

بڑی لڑکی : دو شخص جتنا زیادہ ساتھ رہیں، ایک ہوا میں سانس لیں، اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے سے

اجنبی محسوس کریں ؟

عورت : تم دونوں ایسا محسوس کرتے ہو ؟

بڑی لڑکی : کم سے کم اپنے بارے میں تو میں کر ہی سکتی ہوں !
 عورت : رپل بھرا سے دیکھتے رہ کر تو بیٹھ کر کیوں نہیں بات کرتی ؟
 بڑی لڑکی : میں ٹھیک ہوں اسی طرح !

عورت : تو نے جو بات کہی ہے وہ اگر سچ ہے تو اس کے پیچھے کیا کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ نہیں ہے جو ؟

بڑی لڑکی : مگر کون سی رکاوٹ ؟ اس کے ہاتھ میں چھلک گئی چائے کی پیالی یا اس کے دفتر میں آدھا گھنٹہ کی دیر، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں رکاوٹ نہیں ہوتیں مگر رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ایک غبار سا ہے جو ہر وقت میرے اندر بھرا رہتا ہے اور میں انتظار میں رہتی ہوں جیسے کہ کب کوئی بہانہ مل جائے تو اسے باہر نکال لوں ! اور آخر ؟

(عورت چپ چاپ آگے سننے کا انتظار کرتی ہے)

آخر وہ حد آ جاتی ہے جہاں پہنچ کر وہ نڈھال ہو جاتا ہے۔ ایسے میں وہ ایک ہی بات کہتا ہے !

عورت : کیا ؟

بڑی لڑکی : کہ میں اس گھر سے ہی اپنے اندر کچھ چیز لے کر گئی ہوں جو کہ کسی بھی حالت میں مجھے فطری نہیں رہنے دیتی۔

عورت : (جیسے کسی نے اسے طمانچہ مار دیا ہو) کیا چیز ؟

بڑی لڑکی : میں پوچھتی ہوں کیا چیز تو بھی اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے !

عورت : وہ کیا ؟

بڑی لڑکی : کہ اس کا پتہ مجھے اپنے اندر سے یا اس گھر کے اندر سے چل سکتا ہے۔ وہ کچھ نہیں بتا سکتا !

مرد نمبر ایک : (پھر اُس طرف مڑ کر) یہ سب کہتا ہے وہ ؟ اور کیا کیا کہتا ہے ؟

عورت : وہ اس وقت تم سے بات نہیں کر رہی !

مرد نمبر ایک : لیکن بات تو میرے ہی گھر میں ہو رہی ہے !

عورت : تمہارا گھر ؟ ہونہ !

مرد نمبر ایک : تو میرا گھر نہیں ہے یہ ؟ کہہ دو نہیں ہے !

عورت : سچ مچ تم اپنا گھر سمجھتے ہو اسے۔ تو

مرد نمبر ایک: کہہ دو، کہہ دو! جو کہنا چاہتی ہو!

عورت: دس سال پہلے کہنا چاہیے تھا جو کہنا چاہتی ہوں!

مرد نمبر ایک: کہہ دو۔ اب بھی.... اس سے پہلے کہ دس سال گیارہ سال ہو جائیں!

عورت: نہیں ہونے پائیں گے گیارہ سال.... اسی طرح چلتا رہا سب کچھ تو!

مرد نمبر ایک: (ایک ٹک اسے دیکھتا ہے کاٹ کے ساتھ) نہیں ہونے پائیں گے سچ مچ؟.... کافی

اچھا آدمی ہے جگ موہن! اور پھر سے دلی میں اس کا ٹرانسفر بھی ہو گیا ہے۔ ملا تھا اس دن

کناٹ سپیس میں۔ کہہ رہا تھا آئے گا کسی دن ملنے!

بڑی لڑکی: (حوصلہ سے) ڈیڈی!

مرد نمبر ایک: ایسی کیا بات کہی میں نے؟ تعریف ہی کی ہے اس آدمی کی!

عورت: خوب کرو تعریف.... اور بھی جس جس کی ہو سکے تم سے۔ (بڑی لڑکی سے) منوج جو آج تجھے

یہ سب کہتا ہے، پہلے جب خود یہاں آتا رہا، رات دن یہاں رہتا رہا تب کیا اسے پتہ نہیں

چلا کہ....

بڑی لڑکی: یہ میں اس سے نہیں پوچھتی!

عورت: پر کیوں نہیں پوچھتی؟

بڑی لڑکی: کیوں کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ کہیں.... کیسے بتاؤں کہ کیا لگتا ہے؟ وہ جتنے اعتماد کے ساتھ

یہ بات کہتا ہے۔ اس سے... اس سے مجھے اپنے آپ سے عجب سی چڑھونے لگتی ہے۔ من

کرتا ہے... من کرتا ہے اس پاس کی ہر چیز کو توڑ پھوڑ ڈالوں! کچھ ایسا کر ڈالوں جس سے...

عورت: جس سے؟

بڑی لڑکی: جس سے اس کے دل کو سخت سے سخت چوٹ پہنچا سکوں! اسے میرے لائے بال اچھے لگتے

ہیں اس لیے سوچتی ہوں کہ جا کر انہیں ہی کٹواؤں۔ وہ میرے نوکری کرنے کے حق میں نہیں ہے

اسی لیے چاہتی ہوں کہیں بھی کوئی بھی چھوٹی موٹی نوکری ڈھونڈ کر لوں۔ کوئی بھی ایسی بات

کروں جس سے وہ اندر ہی اندر تلملا اٹھے۔ لیکن میں کچھ نہیں کر سکتی اور جب نہیں کر پاتی تو

بے زار ہو کر....

عورت: یہاں چلی آتی؟

(بڑی لڑکی پل بھر چپ رہ کر سر ہلا دیتی ہے)

بڑی لڑکی : نہیں !

عورت : تو ؟

بڑی لڑکی : کئی کئی دنوں کے لیے اپنے آپ کو اس سے الگ کر لیتی ہوں۔ مگر دھیرے دھیرے ہر چیز پھر اسی محور پر لوٹ آتی ہے۔ سب کچھ پھر اسی طرح ہونے لگتا ہے جب تک کہ ہم ... جب تک کہ ہم نئے سرے سے پھر اسی غار میں نہیں پہنچ جاتے۔ میں یہاں آتی ہوں۔ یہاں آتی ہوں تو صرف اس لیے کہ

عورت : تیرا اپنا گھر ہے یہ !

بڑی لڑکی : میرا اپنا گھر ! ہاں ! اور میں آتی ہوں کہ ایک بار پھر ڈھونڈنے کی کوشش کروں کہ وہ کیا چیز ہے اس گھر میں جسے لے کر مجھے بار بار بے قرار کیا جاتا ہے ! (لگ بھگ ٹوٹتے ہیچ میں) تم بتا سکتی ہو ماما کہ کیا چیز ہے وہ ؟ اور کہاں ہے وہ ؟ اس گھر کی کھڑکیوں اور دروازوں میں ؟ تم میں ؟ ڈیڈی میں ؟ کئی میں ؟ اشوک میں ؟ کہاں چھپی ہے وہ منحوس چیز جو وہ کہتا ہے کہ میں اس گھر سے اپنے اندر لے کر گئی ہوں ؟ (عورت کی دونوں ہاتھوں میں لے کر) بتاؤ ماما کیا ہے وہ چیز ؟ کہاں پر ہے وہ اس گھر میں ؟

کافی لمبا وقفہ ————— کچھ دیر بڑی لڑکی کے ہاتھ عورت کی ہاتھوں پر رک جاتے ہیں اور دونوں کی آنکھیں ملی رہتی ہیں۔ دھیرے دھیرے مرد نمبر ایک کی گردن اُن کی طرف جھککتی ہے۔ تبھی عورت بڑی لڑکی کے ہاتھ اپنی ہاتھوں سے ہٹا دیتی ہے اس کی نظریں مرد نمبر ایک سے ملتی ہیں۔ وہ جیسے اس سے کچھ کہنے کے لیے چند قدم اس کی طرف بڑھاتی ہے۔ بڑی لڑکی جیسے اب بھی سوال کا جواب مانگتی، اپنی جگہ پر رُک کر، ان دونوں کو دیکھ رہی ہے۔ مرد نمبر ایک، عورت کو اپنی طرف آتے دیکھ کر نظریں اُدھر سے ہٹا لیتا ہے اور ایک دولحے سر سیمگی کے عالم میں رہنے کے بعد، انجانے میں اخبار پھر اٹھاتا ہوا دونوں ہاتھوں سے اس کی رسی بٹنے لگتا ہے — عورت آدھے ہی راستے میں کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر کے پل بھر میں اپنے آپ کو سنبھال لیتی ہے۔ پھر بڑی لڑکی کے پاس واپس آ کر آہستہ سے اُس کے کاندھے کو چھو لیتی ہے۔ بڑی لڑکی لمحہ بھر آنکھیں موند کر اپنے درد کو دبانے کی کوشش کرتی ہے۔ پھر عورت کا ہاتھ کاندھے سے ہٹا کر ایک کرسی کا سہارا لیے اس پر بیٹھ

جاتی ہے۔ عورت کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔
 لمحہ بھر اسی اُدھیڑ بُن میں ہاتھ الجھائے رہتی ہے۔ اس کی آنکھیں پھر مرد نمبر ایک
 سے دو چار ہو جاتی ہیں اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا تجزیہ کر کے ایک
 موڑھے کی جگہ بدلنے میں لگ جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک اپنی جگہ سے اٹھ پڑتا ہے
 اخبار کی رسی اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر کچھ عجیب محسوس کرتا ہے اور کچھ دیر تاؤ لے
 پن سے کھڑا رہنے کے بعد پھر سے بیٹھ کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگتا ہے۔
 تبھی چھوٹی لڑکی باہر کے دروازے سے آتی ہے اور ان تینوں کو اس حال میں
 دیکھ کر اچانک ٹھٹھک جاتی ہے۔

چھوٹی لڑکی: کچھ پتہ نہیں چلتا یہاں تو!
 (تینوں میں سے صرف عورت اس کی طرف دیکھ لیتی ہے)

عورت: کیا کہہ رہی ہو تم؟
 چھوٹی لڑکی: بتاؤں، چلتا ہے کچھ پتہ؟ سکول سے آئی تو گھر پر کوئی نہیں تھا اور اب آئی ہوں تو تم
 بھی ہو، ڈیڑی بھی ہیں۔ بنی دیدی بھی ہے مگر سب لوگ ایسے چپ ہیں جیسے....
 عورت: (اس کی طرف آتے ہوئے) تو اپنا بتا کہ آتے ہی کہاں چلی گئی تھی؟
 چھوٹی لڑکی: کہیں بھی چلی گئی تھی۔ گھر پر تھا کوئی جس کے پاس یہاں بیٹھتی؟ دودھ گرم ہوا
 ہے میرا؟

عورت: ابھی ہوا جاتا ہے!
 چھوٹی لڑکی: ابھی ہوا جاتا ہے! سکول میں بھوک لگے تو کوئی پیسہ نہیں ہوتا پاس میں! اور
 گھر آنے پر گھنٹہ گھنٹہ بھر دودھ ہی نہیں ہوتا گرم!
 عورت: کہا ہے نا تجھ سے، ابھی ہوا جاتا ہے۔ (مرد نمبر ایک سے) تم اٹھ رہے ہو، یا میں جاؤں؟
 (مرد نمبر ایک اخبار کے ٹکڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

مرد نمبر ایک: (کوئی کڑوی چیز نگلنے کی طرح) جارہا ہوں میں ہی....
 (اخبار کے ٹکڑوں پر اس طرح سے نظر ڈالتا ہے جیسے کہ بہت ہی اہم دستاویز
 تھی جسے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے)

عورت: (چھوٹی لڑکی سے) تو پھر ایک کتاب پھاڑ لاتی ہے آج؟

(مرد نمبر ایک چلتے چلتے رُک جاتا ہے کہ اس اہم مسئلہ کا حل بھی دیکھ لے)
 چھوٹی لڑکی: اپنے آپ پھٹ گئی تو میں کیا کروں؟ آج سلائی کی کلاس میں پھر وہی ہوا میرے ساتھ۔
 مس نے کہا

عورت: تو مس کی بات بعد میں کرنا۔ پہلے یہ بتا کہ
 چھوٹی لڑکی: روز کہتی ہو بعد میں کرنا۔ آج بھی مجھے ریلیں لا کر نہ دیں تو میں سکول نہیں جاؤں گی
 کل سے! مس نے ساری کلاس کے سامنے کہا مجھ سے کہ
 عورت: تو اور تیری مس! روگ لگا رکھا ہے جان کو!
 چھوٹی لڑکی: تو اٹھا لو نا مجھے سکول سے! جیسے شو کی مارا مارا پھرتا ہے دن بھر، میں بھی پھرتی رہا کروں گی!
 (بڑی لڑکی اس بیچ میں کافی بے قراری سی محسوس کرتی ہوتی چھوٹی لڑکی کو دیکھتی رہتی ہے)
 بڑی لڑکی: (اپنے آپ پر قابو نہ پاتے ہوتے) تجھے تمیز سے بات کرنا نہیں آتی؟ بڑا بھاتی ہے وہ تیرا!
 چھوٹی لڑکی: کیوں پھرتا نہیں ہے مارا مارا سارا دن؟
 بڑی لڑکی: کتنی!

چھوٹی لڑکی: تم یہاں تھیں تو کہا کرتی تھیں اس کے بارے میں؟ تمہارا بھی تو بڑا بھاتی ہے ایک ہی
 سال بڑا ہے، ہے تو بڑا ہی!
 بڑی لڑکی: (عورت سے) ممّا! تم نے اس لڑکی کی زبان بہت کھول دی ہے!
 مرد نمبر ایک: اگر میں یہی بات کہہ دوں نا اس سے
 عورت: پہلے جو کچھ کہنا ہے وہ کہہ لو تم! اس کے بعد دیکھ لینا اگر
 مرد نمبر ایک: (احاطے کے دروازے کی طرف چلتا ہے) کہنا کیا ہے؟ کہتا ہی نہیں کبھی! میں دودھ گرم کر رہا
 ہوں اس کا!

(دروازے سے نکل جاتا ہے)

چھوٹی لڑکی: کل مجھے ریلیوں کا ڈبہ ضرور ہی چاہیے اور مس بینر جی نے سب لڑکیوں سے کہا کہ آج فاؤنڈر
 ڈے پی ٹی کے لیے تین تین نئے کپ
 عورت: کتنے؟

چھوٹی لڑکی: تین تین۔ سب لڑکیوں کو بنوانے ہیں اور تم نے کہا تھا کہ کلپ اور موزے اس کے لیے
 ضرور آجائیں گے۔ کتنی شرم آتی ہے مجھے، پھٹے موزے پہن کر سکول جاتے!

(لمحہ بھر عجب خاموشی)

عورت : (جیسے اپنے آپ کو اس صورت سے بچانے کی کوشش کرتی ہو) اچھا دیکھ سکول سے آکر تو اپنا بیگ یہاں کھلا چھوڑ کر گئی تھی ! میں نے آکر بند کیا ہے۔ پہلے اسے اندر رکھ کر آ !

چھوٹی لڑکی : تم نے میری بات سُنی ہے ؟

عورت : سُن لی ہے !

چھوٹی لڑکی : تو جواب کیوں نہیں دیا کچھ ؟ (کونے سے بیگ اٹھا کر جھٹکے سے اندر بڑھتی ہے) میں کر رہی ہوں،

موزوں اور کلیپ کی بات اور کہہ رہی ہے بیگ اندر رکھ کر آ !

(چلی جاتی ہے۔ بڑی لڑکی کرسی سے اُٹھ پڑتی ہے)

بڑی لڑکی : ہم کہہ پاتے تھے کبھی اتنی بات ؟ ادھی بات بھی کہہ دیں اس سے تو راسیں اس طرح کس

دی جاتی تھیں کہ بس !

(عورت لمحہ بھر اپنے میں ڈوبی کھڑی رہتی ہے —)

عورت : (اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے) کیا کہا تم نے ؟

بڑی لڑکی : میں نے کہا کہ ... (سراسیمہ عورت کے خیالوں کا اندازہ لگا کر) تم سوچ رہی تھی کچھ ؟

عورت : نہیں ... سوچ نہیں رہی تھی (ادھر ادھر نگاہ ڈالتے ہوئے) دیکھ رہی تھی کہ اور کچھ سمیٹنے کو تو نہیں۔ ابھی کوئی آنے والا ہے باہر سے اور

بڑی لڑکی : کون آنے والا ہے ؟

(مرد نمبر ایک دودھ کے گلاس میں چینی ہلاتا احاطے کے دروازے سے آتا ہے)

مرد نمبر ایک : سنگھانیا ! اس کا باس۔ وہ نیا آنا شروع ہوا ہے آج کل !

(گلاس ڈائینگ ٹیبل پر چھوڑ کر کسی کی طرف دیکھے بغیر واپس چلا جاتا ہے۔ عورت تلخی آمیز

نظر سے اُسے جاتے دیکھتی ہے۔ بڑی لڑکی عورت کے پاس آ جاتی ہے)

بڑی لڑکی : مَما !

(عورت کی آنکھیں گھوم کر بڑی لڑکی کے چہرے پر ٹک جاتی ہیں۔ وہ کچھ کہہ نہیں پاتی)

کیا بات ہے ماما ؟

عورت : کچھ نہیں !

بڑی لڑکی : پھر بھی ؟

عورت : کہا ہے نا۔ کچھ نہیں !

(وہاں سے ہٹ کر کبارڈ کے پاس چلی جاتی ہے اور اسے کھول کر اندر سے کوئی چیز ڈھونڈنے لگتی ہے)

بڑی لڑکی : (اس کے پیچھے جا کر) ممّا !

(عورت کوئی جواب نہ دے کر کبارڈ میں سے ایک میز پوش نکال لیتی ہے اور کبارڈ بند کر دیتی ہے)

تم تو عادی ہو روز روز ایسی باتیں سننے کی ! کب تک من پر لادتی رہو گی ؟
(عورت اُس کا جملہ پورا ہونے تک رُک رہتی ہے پھر جا کر تپائی کا میز پوش بدلنے لگتی ہے)

(اُس کی طرف آتی ہے) ایک تم ہی کرنے والی ہو سب کچھ اس گھر میں۔ اگر تمہیں ...

(عورت کے بدلتے ہوئے جذبات کو دیکھ کر درمیان میں ہی رُک جاتی ہے۔

عورت پرانے میز پوش کو ہاتھوں میں لیے ایک نظر اُس سے دیکھتی ہے۔ پھر اُٹتے ہوئے جذبے کو روکنے کی کوشش میں چہرے کو میز پوش سے ڈھک لیتی ہے)

(کافی نرم لہجے میں) ممّا !

(عورت آہستگی سے موڑھے پر مٹی جاتی ہے میز پوش چہرے سے ہٹاتی ہے)

عورت : (رُندھے ہوئے لہجے میں) اب مجھ سے نہیں ہوتا۔ بتی ! اب مجھ سے نہیں سنبھلتا !

(مرد نمبر ایک احاطے کے دروازے سے آتا ہے۔ پلیٹ میں دو جلمے ٹوسٹ ہیں۔

عورت کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے ہیں لیکن وہ اپنے چہرے سے کسی

طرح کا ردِ عمل ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ پلیٹ دودھ کے گلاس کے پاس چھوڑ

کر وہ کتابوں کے شیلف کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کے نچلے حصے میں رکھی

فائلوں میں سے کوئی خاص فائل ڈھونڈنے لگتا ہے۔ بڑی لڑکی پل بھر ٹھہر

کر اُسے دیکھتی ہے)

بڑی لڑکی : (خاص کر اُسی کو سناتی ہے۔ عورت سے مخاطب ہو کر) جو تم سے نہیں سنبھلتا وہ اور کس سے سنبھل

سکتا ہے اس گھر میں جان سکتی ہوں ؟

(مرد نمبر ایک جیسے ایک فائل کی دھول جھاڑنے کے لیے اُسے دو ایک ہاتھ زور

سے لگاتا ہے)

جب سے بڑی ہوتی ہوں تبھی سے دیکھ رہی ہوں۔ تم سب کچھ سہہ کر بھی رات دن اپنے آپ کو اس گھر کے لیے ہلاک کرتی رہتی ہو.....

(مرد نمبر ایک اب ایک اور فائل کو اس سے بھی تیز اور زیادہ بار پیٹ دیتا ہے)

عورت: پر ہوا کیا ہے اُس سے؟

(مایوسی کی نگاہ سے مرد نمبر ایک کی طرف دیکھتی ہے اور موڑھے سے اٹھ پڑتی ہے۔ مرد نمبر ایک دونوں فائلوں کو زور زور سے ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔

عورت یکا یک مرد نمبر ایک کی تھپ تھپ سے بے قرار ہو جاتی ہے)

تمہیں میرے گھر میں یہ دھول اسی وقت پھیلانی ہے کیا؟

مرد نمبر ایک: مجھے جا کی فائل ڈھونڈ رہا تھا۔ نہیں ڈھونڈتا!

(جیسے تیسے فائلوں کو اسی جگہ ٹھونسنے لگتا ہے جہاں سے اٹھائی تھیں۔ چھوٹی لڑکی

پیرٹھکتی اندر سے آتی ہے)

چھوٹی لڑکی: دیکھ لو ممّا، یہ مجھے پھر تنگ کر رہا ہے!

بڑی لڑکی: (لگ بھگ ڈانٹتے ہوئے) تو چلا کیوں رہی ہے اتنا؟

چھوٹی لڑکی: چلا رہی ہوں کیوں کہ شوکی اندر مجھے....

بڑی لڑکی: شوکی، شوکی کیا ہوتا ہے؟ اشوک بھیا جی نہیں کہہ سکتی؟

چھوٹی لڑکی: اشوک بھیا جی؟ واہ!

(زور کے ساتھ ہنستی ہے)

عورت: اشوک اندر کیا کر رہا ہے اس وقت؟ میں تو سوچتی تھی کہ وہ....

چھوٹی لڑکی: پڑا سو رہا تھا اب تک! میں نے جا کر جگا دیا تو لگا میرے بال کھینچنے!

(لڑکا اندر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ دو تین روز سے داڑھی نہیں بنائی ہے۔)

لڑکا: کون سو رہا تھا؟ میں؟ بالکل جھوٹ!

بڑی لڑکی: شیو کرنا چھوڑ دیا ہے تو نے؟

لڑکا: (اپنے چہرے کو چھوتا ہے) فریج کٹ رکھنے کی سوچ رہا ہوں! کیسی لگے گی میرے چہرے پر؟

چھوٹی لڑکی : (بے صبر ہو کر) میری بات سنی نہیں کسی نے ؟ اندر میرے بال کھینچ رہا تھا اور باہر آ کر اپنی فریج کٹ بتا رہا ہے !

(ڈاکنگ ٹیبل سے دو دو کا گلاس لے کر فٹ فٹ دوڑ چلی جاتی ہے۔ مرد نمبر ایک اس بچے میں خلیعت اور فاعلوں سے ہی الجھتا رہتا ہے۔ ایک فاعل کسی طرح اندر سنا ہے تو کچھ اور فاعلیں باہر کو آگئی ہیں۔ انہیں سمجھاتا ہے تو پہلی فاعلیں یہ چپے گر جاتی ہیں)

عورت : (لڑکے کے پاس آتی ہے) تم سے ایک بات پوچھوں ؟
لڑکا : پوچھو !

عورت : اس لڑکی کی عمر کیا ہے ؟
لڑکا : یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بارہ سال کی عمر میں یہ لڑکی
بڑی لڑکی : تیرہ سال کی عمر میں

عورت : تیرہ سال کی لڑکی کتنی بڑی ہوتی ہے ؟
لڑکا : تیرہ سال کی لڑکی تیرہ سال بڑی ہوتی ہے اور تیرہ سال بڑی ہونی چاہیے اسے جب کہ یہ لڑکی
عورت : بچی نہیں اب جو تو اس کے بال کھینچتا رہے !
(چھوٹی لڑکی لڑکے کی طرف زبان نکالتی ہے۔ مرد نمبر ایک کسی طرح سے فاعلوں کو سمیٹ کر اٹھ پڑتا ہے)

لڑکا : تب تو سچ مجھے اپنی غلطی ماننی چاہیے !
عورت : ضرور ماننی چاہیے !

لڑکا : کہ میں نے خواہ مخواہ اس کے ہاتھ سے وہ کتاب چھین لی !
مرد نمبر ایک : (اپنی غیر جانب داری بنائے رکھنے میں کامیاب نہ ہوتے ہوئے آگے آتا ہے) کون سی کتاب ؟
چھوٹی لڑکی : جھوٹ بول رہا ہے ! میں نے کوئی کتاب نہیں لی اس کی !
(ٹوٹوں والی پیٹ ہاتھ میں لیے میسز پر بیٹھ جاتی ہے —)

مرد نمبر ایک : (لڑکے سے) بہت قریب آکر کون سی کتاب ؟
لڑکا : (بیش شرط کے اندر سے نکل کر دکھاتا ہے) یہ کتاب !
چھوٹی لڑکی : جھوٹ ! بالکل جھوٹ ! میں نے دیکھی بھی نہیں یہ کتاب !

لڑکا: (آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھتا ہے) نہیں دیکھی؟
 چھوٹی لڑکی: (مزدور ہو کر، ڈھیٹ پن کے ساتھ) تو تکیے کے نیچے رکھ کر سوتے تو بھی کچھ نہیں! میں نے ذرا نکال کر دیکھ لی....

مرد نمبر ایک: (ہاتھ بڑھا کر) میں دیکھ سکتا ہوں؟
 لڑکا: (کتاب واپس لٹش ٹرٹ میں رکھتا ہے) نہیں... آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے! (عورت سے)
 پھر پوچھو مجھ سے کہ اس کی عمر کتنی ہے؟ کتنے سال کی ہے؟
 بڑی لڑکی: کیوں اشوک....! یہ وہی کتاب ہے نا کیسا نووا....
 مرد نمبر ایک: (اوپنے لہجے میں) ٹھہرو! (باری باری اُن سب کی طرف دیکھتا ہے) پہلے میں یہ جان سکتا ہوں
 یہاں کسی سے کہ میری عمر کتنے سال ہے؟
 (کچھ لمحوں کا وقفہ) جس میں صرف چھوٹی لڑکی کا منہ اور ٹانگیں چلتی رہتی ہیں)

عورت: ایسی کیا بات کہہ دی ہے کسی نے کہ....؟
 مرد نمبر ایک: (ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہے) میں پوچھ رہا ہوں میری عمر کتنے سال ہے؟ کتنے سال ہے میری عمر
 عورت: (نئی صورت حال کے لیے تیار ہو کر) یہ تمہیں پوچھ کر جاننا ہے کیا؟
 مرد نمبر ایک: ہاں پوچھ کر ہی جاننا ہے آج! کتنے سال ہو چکے ہیں مجھے زندگی کا بار ڈھوتے ہوئے؟ ان
 میں سے کتنے سال بیت گئے ہیں مجھے اس کہنے کی دیکھ بھال کرتے؟ اور اُس سب کے بعد میں
 آج پہنچا کہاں ہوں؟ یہاں جسے دیکھو وہی مجھ سے اُلٹے ڈھنگ سے بات کرتا ہے؟ جسے دیکھو
 وہی مجھ سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے؟

لڑکا: (اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش میں) میں نے تو صرف اس لیے کہا تھا ڈیڈی کہ....
 مرد نمبر ایک: ہر ایک کے پاس ایک نہ ایک وجہ ہوتی ہے۔ اس نے اس لیے کہا تھا! اُس نے اس لیے کہا تھا!
 میں جاننا چاہتا ہوں کہ میری یہاں یہی حیثیت ہے اس گھر میں کہ جو جب جس وجہ سے جو بھی
 کہہ دے چپ چاپ سُن لیا کروں؟ ہر وقت کی دھتکار، ہر وقت کا طعنہ! بس یہی کمائی ہے
 میری یہاں اتنے سالوں کی؟

عورت: (سراسیمگی سے اُسے دیکھتی ہے) یہ سب کسے سنا رہے ہو تم؟
 مرد نمبر ایک: کسے سنا سکتا ہوں؟ کوئی ہے جو سُن سکتا ہے؟ جنہیں سنانا چاہیے، وہ سب تو ایک بڑے
 سٹیپ کے سوا کچھ نہیں سمجھتے مجھے! صرف ضرورت کے وقت اس مہر کا ٹھپہ لگا کر....

عورت : یہ بہت بڑی بات نہیں کہہ رہے کیا تم ؟

لڑکا : (اُسے روکنے کی کوشش میں) ممّا

عورت : مجھے صرف اتنا پوچھ لینے دو ان سے کہ رٹر سٹیمپ کے معنی کیا ہوتے ہیں ؟ ایک حق، ایک

رُتبہ، ایک عزت — یہی نا ؟

لڑکا : (پھر اسی کوشش میں) سُنو تو سہی، ممّا

عورت : یہ سب کب کب ملا ہے ان سے کسی کو بھی اس گھر میں ؟ کن محنوں میں یہ کہتے ہیں

مرد نمبر ایک : کسی محنوں میں نہیں ! میں اس گھر میں ایک رٹر سٹیمپ بھی نہیں ! صرف رٹر کا ایک

ٹکڑا ہوں — بار بار گھسا جانے والا رٹر کا ٹکڑا ! اس کے بعد کیا کوئی مجھے وجہ بتا سکتا

ہے ایک بھی ایسی وجہ کہ کیوں مجھے رہنا چاہیے اس گھر میں

(سب لوگ خاموش رہتے ہیں)

نہیں بتا سکتا نا ؟

عورت : میں نے ایک چھوٹی سی بات پوچھی ہے تم سے

مرد نمبر ایک : (سر ہلاتا ہے) ہاں ! چھوٹی سی بات ہی تو ہے یہ ! — حق، رُتبہ، عزت — یہ

سب باہر کے لوگوں سے مل سکتا ہے اس گھر کو۔ اس گھر کا آج تک کچھ بنا ہے یا آگے بن سکتا

ہے تو صرف باہر کے لوگوں کے بھروسے۔ میری وجہ سے تو سب کچھ بگڑنا آیا ہے اور آگے بگڑ ہی

بگڑ سکتا ہے ! (لڑکی کی طرف اشارہ کر کے) یہ بنا بتاتے ایک رات گھر سے کیوں بھاگ گئی تھی ؟

میری وجہ سے ! (عورت کے بالکل سامنے آکر) اور تم بھی تم بھی اتنے سالوں سے کیوں

چاہتی رہی ہو کہ

عورت : (بوکھلا کر باقی تینوں سے) سُن رہے ہو تم لوگ ؟

مرد نمبر ایک : اپنی زندگی چوٹ کرنے کا ذمہ دار میں ہوں ! تمہاری زندگی تباہ کرنے کا ذمہ دار میں ہوں !

ان سب کی زندگیاں برباد کرنے کا ذمہ دار میں ہوں ! پھر بھی اس گھر سے چپکا ہوا ہوں،

کیوں کہ اندر سے میں آرام طلب ہوں، گھر ہی میں گھسا رہتا ہوں۔ میری ہڈیوں میں زنگ

لگا ہے۔

عورت : میں نہیں جانتی کہ تم سچ مچ ایسا محسوس کرتے ہو یا

مرد نمبر ایک : سچ مچ محسوس کرتا ہوں ! مجھے معلوم نہیں کہ میں ایک کیڑا ہوں جس نے اندر ہی اندر اس

گھر کو کھایا ہے! (باہر کے دروازے کی طرف چلتا ہے) لیکن اب پیٹ بھر گیا ہے۔ میرا ہمیشہ کے لیے بھر گیا ہے! (دروازے کے پاس رُک کر) اور بچا بھی کیا ہے؟ جسے کھانے کے لیے اور رہ جاؤں یہاں؟

(چلا جاتا ہے! کچھ دیر کے لیے سب لوگ مبہوت سے رہ جاتے ہیں
پھر چھوٹی لڑکی ہاتھ کے ٹوسٹ کو منہ کی طرف لے جاتی ہے)

بڑی لڑکی: تمہارا کیا خیال ہے ممتا.....

عورت: لوٹ آئیں گے رات تک! ہر منگل، سینچر یہی سب ہوتا ہے یہاں!
چھوٹی لڑکی: (جو ٹھٹھے ٹوسٹ کو پلیٹ میں واپس شکی ہے) کھو! کھو!.....

بڑی لڑکی: (کافی غصے کے ساتھ) تجھے کیا ہو رہا ہے وہاں؟

چھوٹی لڑکی: مجھے کیا ہو رہا ہے یہاں؟ یہ ٹوسٹ ہے، کوئلہ ہے؟

عورت: (دانت پیستے ہوتے) تو ادھر آتے گی ایک منٹ؟

چھوٹی لڑکی: نہیں آؤں گی!

بڑی لڑکی: نہیں آئے گی؟

چھوٹی لڑکی: نہیں آؤں گی۔ (دفعۃً اٹھ کر باہر چلی جاتی ہے) اندر جاؤں تو بال کھینچے جاتے ہیں! باہر

آؤں تو کٹ پٹ، کٹ پٹ، کٹ پٹ اور کھانے کو کوئلہ — اب ادھر آ کر ان کے
تمناچے اور کھانے ہیں!

(چلی جاتی ہے)

لڑکا: (اس کے پیچھے جاتے ہوئے) میں دیکھتا ہوں اسے! کم سے کم اس لڑکی کی تو مجھے.....

(دروازے کے پاس پہنچتا ہی ہے کہ پیچھے سے عورت آواز دے کر اُسے

روک لیتی ہے)

عورت: سُن!

لڑکا: (کس طرح سے نکل جانے کی کوشش میں) پہلے میں جا کر اسے.....

عورت: (کافی سخت لہجے میں) پہلے تو آ کر یہاں..... بات سُن میری!

(لڑکا جیسے کسی ضروری کام پر جانے سے روک لیے جانے کی حالت میں

لوٹ کر عورت کے پاس آ جاتا ہے)

لڑکا: بتاؤ !

عورت: کم سے کم تجھے اس وقت کہیں نہیں جانا ہے۔ وہ آج پھر آنے والا ہے تھوڑی ہی دیر میں

....

لڑکا: (مجھے کیا کوئی آنے والا ہے؟ جیسی لاپرواہی کے عالم میں) کون آنے والا ہے؟
بڑی لڑکی: ممّا کا باس — کیا نام ہے اس کا؟

لڑکا: اچھا وہ آدمی !

بڑی لڑکی: تو ملا ہے اُس سے؟

لڑکا: دوبارہ !

بڑی لڑکی: کہاں؟

لڑکا: اسی گھر میں !

عورت: (بڑی لڑکی سے) دونوں بار اسی کے لیے بلایا تھا میں نے اُسے ! آج بھی اسی کی خاطر...

لڑکا: (کچھ تیکھے سے انداز میں) میری خاطر؟ کیا لینا دینا ہے اُس سے؟

بڑی لڑکی: ممّا اس کے ذریعے سے تیری نوکری کے لیے کوشش کر رہی ہوں گی نا

لڑکا: مجھے نہیں چاہیے نوکری ! کم از کم اُس آدمی کے ذریعے سے ہرگز نہیں !

بڑی لڑکی: کیوں، اُس سے آدمی کو کیا ہے؟

لڑکا: چھتہ رہے؟ وہ آدمی ہے؟ جسے بیٹھنے کا شعور ہے نہ بات کرنے کا !

عورت: پانچ ہزار تنخواہ ہے اس کی ! پورا دفتر سنبھالتا ہے !

لڑکا: پانچ ہزار تنخواہ ہے، پورا دفتر سنبھالتا ہے لیکن اتنا ہوش نہیں کہ اپنی پیلوں کے بٹن

عورت: اشوک !

لڑکا: تمہارا باس نہ ہوتا تو اُس دن میں نے کان سے پکڑ کر گھر سے نکال دیا ہوتا ! صوفے پر ٹانگیں

پسارے آپ سوچ کچھ رہے ہیں۔ ران کھجالتے دیکھتے کسی اور طرف ہیں اور بات مجھ سے

کر رہے ہیں — نقل اتارتا ہے) اچھا یہ بتلاتے کہ آپ کے کیا سیاسی خیالات ہیں؟ سیاسی

خیالات ہیں میرے — کھجلی اور اس کا مرہم !

عورت: (اپنا ماتھا سہلا کر، بڑی لڑکی سے) یہ لوگ ہیں جن کے لیے میں جان ماری کرتی ہوں رات دن !

لڑکا: پہلے پانچ سیکنڈ آدمی کی آنکھوں میں جھانکتا رہے گا ! پھر ہونٹوں کے داہنے کونے سے ذرا

مُسکراتے گا! پھر ایک ایک لفظ کو چباتا ہوا پوچھے گا... (اسی کے لہجے میں) آپ کیا سوچتے ہیں آج کل نوجوانوں میں ہیجان کیوں ہے؟ ڈھونڈ ڈھونڈ کر دفتری زبان کے لفظ لاتا ہے —
نوجوان لوگوں میں! ہیجان!

عورت: تو کچھ؟

لڑکا: تو کچھ کیا؟

عورت: تو کچھ کیا مرضی ہے تیری؟

لڑکا: کس چیز کو لے کر؟

عورت: اپنے آپ کو!

لڑکا: مجھے کیا ہوا ہے؟

عورت: زندگی میں تجھے بھی کچھ کرنا دھنا ہے یا باپ ہی کی طرح....

لڑکا: (بچہ سمجھنے انداز میں) ہر بات میں خواہ مخواہ اُن کا ذکر کیوں بیچ میں لاتی ہو؟

عورت: پڑھائی تھی تو تو نے وہ پوری نہیں کی! ایر فریز میں لو کری دلائی تھی تو وہاں سے چھ ہفتے کے

بعد ہی چھوڑ کر چلا آیا! اب میں نے سرے سے کوشش کرنا چاہتی ہوں تو....

لڑکا: پر کیوں کرنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہے تم سے کوشش کرنے کے لیے؟

بڑی لڑکی: تو تیرا مطلب ہے کہ تو... زندگی بھر کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا؟

لڑکا: ایسا کہا ہے میں نے؟

بڑی لڑکی: تو نو کری کے سوا ایسا کیا ہے جو تو....؟

لڑکا: یہ میں نہیں کہہ سکتا! صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس چیز میں میری دل چسپی نہیں ہے....

عورت: دل چسپی تو تیری....

بڑی لڑکی: ٹھہرو ماما....

عورت: تو ٹھہر، مجھے بات کرنے دے۔ (لڑکے سے) دل چسپی تو تیری صرف تین چیزوں میں ہے۔

دن بھر اونگھنے میں، تصویریں کاٹنے میں اور.... گھر کی یہ چیز وہ چیز لے جا کر....

لڑکا: (کڑوی نگاہ سے دیکھتا ہے) اسے گھر کہتی ہو تم؟

عورت: تو تو اسے کیا سمجھ کر رہتا ہے یہاں؟

لڑکا: میں اسے....

بڑی لڑکی: (اسے بولنے نہ دینے کے لیے) دیکھ اشوک، ممّا کے یہ سب کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ

لڑکا: میں نہیں جانتا مطلب؟ تو چلی گئی ہے یہاں سے، میں تو ابھی یہیں رہتا ہوں! عورت: (اضطراب میں) تو کیوں نہیں تو بھی پھر بڑی لڑکی: (جھڑکنے کے انداز میں) کیسی بات کر رہی ہو ممّا! عورت: کیسی بات کر رہی ہوں؟ یہاں پر سب لوگ سمجھتے کیا ہیں مجھے؟ ایک مشین، جو سب کے لیے آٹا پیس پیس کر رات کو دن اور دن کو رات کرتی ہے؟ اگر کسی کے من میں ذرا بھی خیال نہیں ہے اس چیز کے لیے کہ کیسے میں

(اس بیچ میں ہی باہر کے دروازے پر مرد نمبر دو کی صورت دکھائی دیتی ہے جو کوڑ کو ہلکے سے کھٹکھٹاتا ہے۔ عورت چونک کر ادھر دیکھتی ہے اور اپنی ادھ کہی بات درمیان ہی سے چبا جاتی ہے)

(لہجے کو کسی طرح سے سنبھالتی ہے) آگے ہیں آپ؟ آئیے آئیے اندر

بڑی لڑکی: (ذمہ دارانہ انداز سے دروازے کی طرف بڑھتی ہے) آئیے!

(مرد نمبر دو پورے ادب سے اُن کے آداب و تسلیم کا جواب دیتا ہے اور

اندر آ جاتا ہے)

عورت: یہ میری بڑی لڑکی — بتی! اشوک تو آپ سے مل ہی چکا ہے!

مرد نمبر دو: اچھا اچھا یہی ہے وہ لڑکا! تم اس کا ذکر کر رہی تھی! اسی کا آپریشن ہوا تھا نا پچھلے سال؟ نہ نہ نہ نہ وہ تو مسز ماتھر کی لڑکی کا ہوا تھا! (آنکھیں سکوڑے) مسز ماتھر کی لڑکی کا؟ نہیں شاید لیکن ہوا تھا کسی کی لڑکی کا!

عورت: یہاں آ جاتیے صوفے پر!

(صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے مرد نمبر دو کی آنکھیں لڑکے سے مل جاتی ہیں۔

لڑکا چلتے ڈھنگ سے اسے ہاتھ جوڑ دیتا ہے۔ مرد نمبر دو اسی تہذیب سے

جواب دیتا ہے)

مرد نمبر دو: (بیٹھتا ہوا) اتنے لوگوں سے ملنا جلنا ہوتا ہے کہ (اپنی گھڑی دیکھ کر) پانچ منٹ ہیں سا میں! ان کی فرمائش تھی کہ سات بجے تک ضرور پہنچ جاؤں! کئی لوگوں کو بلا رکھا ہے انھوں

نے — خاص طور سے ملنے کے لیے! (بڑی لڑکی کو غور سے دیکھتا ہے، عورت سے) تم نے

بتایا کچھ اس کے بارے میں! کس کالج میں ہے یہ؟

عورت: اب کالج میں نہیں ہے....

مرد نمبر دو: ہاں، ہاں، ہاں....! بتایا تھا تم نے! (بڑی لڑکی سے) بیٹھو نا! (عورت سے) تم بھی بیٹھو!

(عورت، صوفے کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے، بڑی لڑکی کچھ حیرانی کے

عالم میں کھڑی رہتی ہے)

عورت: بیٹھ جا! کھڑی کیوں ہے؟

بڑی لڑکی: یہ جلدی چلے جاتیں گے! سوچ رہی تھی کہ چائے کا پانی.....

مرد نمبر دو: نہیں! نہیں! چائے داتے نہیں اس وقت! ویسے بھی بہت کم پیتا ہوں! ایک

مضمون کہیں... ریڈرز ڈائجسٹ میں تھا؟.... کہ زیادہ چائے پینے سے.....

(ران کھلاتا ہے) یہ ریڈرز ڈائجسٹ بھی کیا چیز نکالتا ہے! اپنے یہاں تو بس یہ کہانیاں، وہ

کہانیاں، کوئی اچھا رسالہ ملتا ہی نہیں دیکھنے کو! ایک امریکی آیا تھا کچھلے دنوں تو بتا رہا تھا

کہ.....

(لڑکا، جو اتنی دیر پرے کھڑا رہتا ہے اب بڑھ کر ان کے پاس آ جاتا ہے)

لڑکا: (عورت سے) ایسا ہے ممّا کہ.....

عورت: رک ابھی! (مرد نمبر دو سے) ایک پیالی بھی نہیں لیں گے؟

مرد نمبر دو: بالکل نہیں.....! کمپنی کے بین الاقوامی رابطے ہیں، سو بھی ملکوں کے لوگ ملنے آتے

رہتے ہیں! جاپان سے ایک پورا ہی جتنا آیا تھا نمائندوں کا کچھلے دنوں.....! کچھ بھی

کہیے جاپان نے ان سب کی ناک میں کیل ڈال رکھی ہے آج کل.....! ابھی اسی دن

میں جاپان کے کچھلے سال کے صنعتی اعداد دیکھ رہا تھا.....

لڑکا: میں معافی چاہوں گا کیوں کہ.....

عورت: تجھ سے کہا رک ابھی تھوڑی دیر! (مرد نمبر دو سے) آپ کافی پسند کرتے ہیں تو.....

مرد نمبر دو: نہ چائے! نہ کافی! ایک واردات سناؤں آپ کو کافی پینے کے سلسلے میں! آج کی بات

نہیں، بہت سال پہلے کی ہے! تب کی جب میں اپنی یونیورسٹی کی ادبی مجلس کا سیکرٹری

تھا! (من ہی من میں اس بات سے مرزا لیتا ہوا) ہیہ ہیہ ہیہ... ادبی سرگرمیاں شروع ہوئی تھیں! سو.... (بڑی لڑکی اور لڑکے سے) بیٹھ جاؤ تم لوگ! (بڑی لڑکی بیٹھ جاتی ہے)

لڑکا: بات یہ ہے کہ....

عورت: (بڑھتی ہوئی) بیٹھ! میں تھوڑا نمکین لے کر آرہی ہوں!

(لڑکے کو بیٹھنے کے لیے تاکید کر کے احاطے کے دروازے سے جاتی ہے۔ لڑکا بے اطمینانی سے اسے دیکھتا ہے پھر ٹہلتا ہوا پڑھنے کی میز کے پاس چلا جاتا ہے! بڑی لڑکی سے آنکھیں ملنے پر ذرا ذرا سے مسکھ بناتا ہے اور کرسی کا رخ تھوڑا سا صوفے کی طرف کر کے بیٹھ جاتا ہے)

مرد نمبر دو: (بڑی لڑکی سے) تمہیں پہلے کہاں دیکھا ہے... نہیں دیکھا؟

بڑی لڑکی: مجھے؟.... آپ نے؟

مرد نمبر دو: کسی انٹرویو میں؟

بڑی لڑکی: نہیں تو!

مرد نمبر دو: پھر بھی لگتا ہے دیکھا ہے!.... کوئی اور ہوگی! بالکل تمہارے جیسی تھی عجیب بات نہیں ہے یہ!

بڑی لڑکی: کیوں؟

مرد نمبر دو: کہ بہت سے لوگ ایک دوسرے جیسے ہوتے ہیں! ہمارے انکل ہیں ایک! بیٹھ سے دیکھو — مرارجی بھائی لگتے ہیں!

(لڑکا اس بیچ میں میز کی دراز کھول کر تصویریں نکال لیتا ہے اور انھیں میز پر پھیلانے لگتا ہے)

لگتا ہے)

لڑکا: ہماری آنٹی ہیں ایک! گردن کاٹ کر دیکھو — جینا لولو برجی ڈال نظر آتی ہیں!

مرد نمبر دو: ہاں!... کئی لوگ ہوتے ہیں ایسے! زندگی کی رنگارنگی کی طرف دھیان دیں تو کئی بار یوں

لگتا ہے کہ.... (اچانک جیبیں ٹٹولتا ہے) بھول تو نہیں آیا گھر پر؟ (جیب سے چشمہ نکال کر واپس

رکھتا ہے) نہیں! تو میں کہہ رہا تھا کہ.... کیا کہہ رہا تھا؟

بڑی لڑکی: کہ زندگی کی رنگارنگی کی طرف دھیان دینے لگوں تو....

لڑکا: آپ کی وہ صنعتی.... کیا تھی وہ؟ اس کی بات نہیں کر رہے تھے آپ؟

(عورت اس بیچ میں نمکین کی پلیٹ لیے احاطے کے دروازے سے آتی ہے)

عورت: کوئی واردات سنا رہے تھے.... کافی پینے کے سلسلے میں!

مرد نمبر دو: ہاں، تو.... تو وہ.... وہ جو....!

عورت: لیجئے کھوڑا سا....!

مرد نمبر دو: ہاں! ہاں.... ضرور (بڑی لڑکی سے) لو تم بھی! (عورت سے) بیٹھ جاؤ اب!

عورت: (موڑھے پر بیٹھتی ہے) اُس بارے میں سوچا آپ نے کچھ؟

مرد نمبر دو: (منہ چلاتا ہے) کس بارے میں؟

عورت: وہ جو میں نے بات کہی تھی آپ سے... کہ کوئی ٹھیک سی جگہ ہو آپ کی نظر میں تو....

مرد نمبر دو: بہت مزے دار ہے!

عورت: یاد ہے نا آپ کو؟

مرد نمبر دو: یاد ہے۔ کچھ بات کی تھی تم نے ایک بار! اپنی کسی کمزن کے لیے کہا تھا... نہیں۔ وہ

تو مسز ملہو ترانے کہا تھا! تم نے کس کے لیے کہا تھا؟

عورت: (لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے) اس کے لیے!

(مرد نمبر دو، گھوم کر لڑکے کی طرف دیکھتا ہے تو لڑکا ایک بناوٹی مسکراہٹ مسکراتا ہے)

عورت: ہوں، ہوں! بی ایس سی کر رہا تھا! تیسرے سال میں بیمار ہو گیا، اس لیے....

مرد نمبر دو: اچھا اچھا... ہاں!... بتایا تھا تم نے! کچھ دن ایرانڈیا میں....

عورت: ایرفریز میں!

مرد نمبر دو: ہاں! ایرفریز! ہوں ہوں.... ہوں!

(پھر گھوم کر لڑکے کی جانب دیکھتا ہے۔ لڑکا اُسی طرح مسکراتا ہے)

ادھر آ جاتیے آپ! وہاں دوڑ کیوں بیٹھے ہیں؟

لڑکا: (اپنی ناک کی طرف اشارہ کرتا ہے) جی، مجھے ذرا....

مرد نمبر دو: اچھا! اچھا! دیں کی آب و ہوا ہی ایسی ہے! کیا کیا جاتے؟ آب و ہوا کے لحاظ سے

جو ملک مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، وہ ہے اٹلی! پچھلے سال کافی سفر کرنا پڑا! پورا یورپ

گھوما! لیکن جو بات مجھے اٹلی میں ملی وہ اور کسی ملک میں نہیں! اٹلی کی سب سے بڑی

خوبی معلوم ہے کیا ہے؟ ... بہت ہی مزے دار ہے ...! کہاں سے لاتی ہو؟ (گھڑی دیکھ کر سات پانچ یہاں ہو گئے! تو

عورت: یہاں نکر پر ایک دوکان ہے!

مرد نمبر دو: اچھی دوکان ہے؟ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ کھانے اور پہننے، دونوں کی نظر سے وہ امریکی بھی یہی بات کہہ رہا تھا کہ جتنی رنگارنگی اس ملک کے کھان پان اور پہناوے میں ہے ... اور وہی کیا سبھی غیر ملکی لوگ اس بات کو مانتے ہیں! کیا روسی! کیا جرمن! میں کہتا ہوں کہ دنیا بھر میں سرد جنگ کم کرنے کی دین ہماری ہے! تو یہی کہ ... تم اپنی اس ساڑھی کو ہی لو! کتنی عامیانه ہے، پھر بھی یہ ہڑتالوں وڑتالوں کا چکر نہ چلتا اپنے یہاں تو ہماری کپڑا بنانے کی صنعت اب تک اچھا! تم نے وہ نوٹس دیکھا ہے جو یونین نے مینجمنٹ کو دیا ہے؟

(عورت 'ہاں' کے لیے سر ہلاتی ہے)

کتنی بے تکی باتیں ہیں اس میں؟ ڈی اے پہلے ہی اتنا ہے کہ

(لڑکا دراز سے ایک پیڈ نکال کر، دراز بند کر دیتا ہے۔ مرد نمبر دو پھر

گھوم کر اس طرف دیکھ لیتا ہے! لڑکا پھر مسکرا دیتا ہے۔ مرد نمبر دو

کے منہ موڑنے کے ساتھ ہی وہ پیڈ پر پینسل سے لکیریں کھینچنے لگتا ہے)

تو میں کہہ رہا تھا کہ ... کیا کہہ رہا تھا؟

عورت: آپ کہہ رہے تھے

بڑی لڑکی: کتنی باتیں کہہ رہے تھے!

مرد نمبر دو: لیکن بات شروع کہاں سے کی تھی میں نے؟

لڑکا: اٹلی کی سب سے بڑی خوبی سے!

مرد نمبر دو: ہاں! پر اس کے بعد

لڑکا: کھان پان اور پہناوے کی رنگارنگی! امریکن! جرمن! روسی! سرد جنگ! ہڑتالیں!

کپڑوں کی صنعت ...! ڈی اے

مرد نمبر دو: بہت اچھی یادداشت ہے لڑکے کی! کہنے کا مطلب تھا کہ

عورت: حقوڑا اور لیجیے ...

مردنبردو: اور نہیں اب !
 عورت: کھوڑا سا ! دیکھیے، جیسے بھی ہو، اس کے لیے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہے !
 مردنبردو: ضرور! کس کے لیے کیا کرنا ہے ؟
 عورت: (لڑکے کی طرف دیکھ کر) اس کے لیے کچھ نہ کچھ
 مردنبردو: ہاں ! ہاں ! ... ضرور ... ! وہ تو ہے ہی ! (لڑکے کی طرف گھوم کر) بی ایس سی میں کون
 ڈوئین تھا آپ کا ؟
 (لڑکا انگلی سے ہوا میں صفر کھینچ دیتا ہے)

کون سا ؟
 لڑکا: (تین چار بار انگلی گھماتا ہے) او !
 مردنبردو: (جیسے بات سمجھ کر) او !
 عورت: تیسرے سال میں بیمار ہو گیا تھا، اسی لیے
 مردنبردو: اچھا ! اچھا ! ... ہاں ! ... ٹھیک ہے ... دیکھوں گا میں ! (گھڑی دیکھ کر) اب چلنا
 چاہیے ! بہت وقت ہو گیا ہے ! (اٹھتا ہوا) تم گھر پر آؤ کسی دن ! بہت دنوں سے نہیں
 آئیں ؟

(عورت اور بڑی لڑکی ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوتی ہیں)
 عورت: میں بھی سوچ رہی تھی آنے کے لیے ! بے بی سے ملنے !
 مردنبردو: وہ پوچھتی رہتی ہے انٹی اتنے دنوں سے کیوں نہیں آئیں ! بہت پیار کرتی ہے آنٹیوں سے
 ماں کے نہ ہونے سے بچاری
 عورت: بہت ہی پیاری بچی ہے ! میں پوچھ لوں گی کسی دن آپ سے ! اس سے بھی کہہ دوں اگر مل
 لے آپ سے ایک بار !
 مردنبردو: (بڑی لڑکی کو دیکھتا ہے) کس سے ؟ اس سے ؟

عورت: اشوک سے !
 مردنبردو: ہاں ! ہاں ! ... کیوں نہیں ؟ لیکن تم تو آؤ گی ہی ! تمہیں کو بتا دوں گا !
 عورت: یہ جارہے ہیں اشوک !
 لڑکا: (جیسے پہلے پتہ نہ چلا ہو) جارہے ہیں آپ ؟

(اٹھ کر پاس آ جاتا ہے)

مرد نمبر دو: (گھڑی دیکھ کر) سوچا نہیں تھا اتنی دیر رُک جاؤں گا!

(باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے، بڑی لڑکی سے)

تم نہیں کرتی ہو کہیں نوکری؟

بڑی لڑکی: جی نہیں!

عورت: چاہتی ہے کرنا... (بڑی لڑکی سے) چاہتی ہے نا؟

بڑی لڑکی: ہاں! نہیں... ایسا ہے کہ...

عورت: ڈرتی ہے!

مرد نمبر دو: ڈرتی ہے؟

عورت: اپنے خاوند سے!

مرد نمبر دو: خاوند سے؟

عورت: ہاں! اسے پسند نہیں ہے!

مرد نمبر دو: یہ لڑکی؟

عورت: نہیں، اس کا نوکری کرنا!

مرد نمبر دو: اچھا! اچھا... ہاں!

عورت: آپ کو دھیان رہے گا نا اس کے لیے؟

مرد نمبر دو: اس کے لیے؟

عورت: میرا مطلب ہے اس کے لیے!

مرد نمبر دو: ہاں، ہاں، ہاں! تم گھر پر آؤ گی ہی! دفتر کی بھی کچھ باتیں کرنی ہیں۔ وہی یونین

یونین کا جھگڑا ہے!

عورت: میں تو آؤں گی ہی! یہ بھی اگر ملے...

مرد نمبر دو: (گھڑی دیکھ کر) بہت دیر ہو گئی! (لڑکے سے) اچھا! ایک بات بتائیں گے آپ کی یہ جو

ہڑتالیں ہو رہی ہیں سب میدانوں میں آج کل، اُن کے بارے میں آپ کیا سوچ رہے ہیں؟

(لڑکا ایسے اچک جاتا ہے جیسے کوئی کیڑا پتلون کے اندر چلا گیا ہو)

لڑکا: اوہ! اوہ! اوہ!

(جیسے باہر سے کیڑے کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگتا ہے)

بڑی لڑکی: کیا ہوا؟

عورت: (کچھ ناراضی سے) انھوں نے کیا پوچھا ہے؟

لڑکا: (بڑی لڑکی سے) ہوا کچھ نہیں! کیڑا ہے ایک!

بڑی لڑکی: کیڑا؟

مرد نمبر دو: اپنے دلیں میں تو...

لڑکا: پکڑا گیا!

مرد نمبر دو: اتنی طرح کا کیڑا پایا جاتا ہے کہ....

لڑکا: مسل دیا!

مرد نمبر دو: مسل دیا؟ شو! شو! شو! یہ تشدد کا خیال...

عورت: بہت ہے اس میں! کوئی کیڑا ہاتھ لگ جاتے سہی!

لڑکا: اور کیڑا چاہے جتنا تشدد کرتا رہے؟

مرد نمبر دو: اصولوں کا سوال ہے! میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں.... بیٹھو تم لوگ!

عورت: میں سڑک تک چل رہی ہوں ساتھ!

مرد نمبر دو: اس ملک میں بنیادی اصولوں پر....! تم نے تقریر سنی ہے....! وہ جو آئے ہوئے

ہیں آج کل! کیا نام ہے اُن کا؟

لڑکا: زبردہ مہارشی!

مرد نمبر دو: ہاں! ہاں! ہاں! یہی نام ہے نا؟ اتنی اچھی تقریر کرتے ہیں.... جنم کنڈلی بھی بناتے

ہیں ویسے.... پر تقریر....؟ واہ واہ واہ!

(آخری لفظوں کے ساتھ دروازہ پار کر جاتا ہے، عورت بھی ساتھ باہر چلی جاتی ہے)

لڑکا: ہا ہا!

بڑی لڑکی: یہ کس بات پر؟

لڑکا: ایکٹنگ دیکھی؟

بڑی لڑکی: کس کی؟

لڑکا: میری!

بڑی لڑکی : تو کیا تُو ...

لڑکا : اُو بنا رہا تھا اُسے !

بڑی لڑکی : پتہ نہیں اصل میں کون اُو بن رہا تھا !

لڑکا : کیوں ؟

بڑی لڑکی : اُسے تو پھر بھی پانچ ہزار تنخواہ مل جاتی ہے !

لڑکا : چہرہ دیکھا ہے پانچ ہزار تنخواہ پانے والے کا ؟

(پیڈ پر بنایا ہوا خاکہ لا کر اُسے دکھاتا ہے)

بڑی لڑکی : یہ اس کا چہرہ ہے ؟

لڑکا : نہیں ہے ؟

بڑی لڑکی : سر پر کیا ہے یہ ؟

لڑکا : سینگ بنائے تھے - کاٹ دیے - کہتے ہیں نا سینگ نہیں ہوتے !

(بڑی لڑکی پیڈ اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھتی ہے عورت لوٹ کر آتی ہے)

عورت : تو ایک منٹ کے لیے جاتے گا باہر ؟

لڑکا : کیوں ؟

عورت : گاڑی نہیں چل رہی ہے اُن کی !

لڑکا : کیا ہوا ؟

عورت : بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے - دھکا لگانا پڑے گا !

لڑکا : ابھی سے ؟ ابھی تو نوکری کی بات نہیں کی اُن سے

عورت : جلدی چلا جا ! انھیں پہلے ہی دیر ہو گئی ہے !

لڑکا : اگر سچ مچ دلا دی نوکری، تب تو پتہ نہیں

(باہر کے دروازے سے چلا جاتا ہے)

عورت : کچھ سمجھ میں نہیں آتا - کیا ہونے کو ہے اس لڑکے کا یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے ؟

بڑی لڑکی : میرے ہاتھ میں ؟ یہ ؟ یہ تو وہ ہے وہ جو بنا رہا تھا !

عورت : کیا بنا رہا تھا ؟ — دیکھو !

بڑی لڑکی : (پیڈ اس کی طرف بڑھاتی ہے) ایسے ہی پتہ نہیں کیا بنا رہا تھا ! بیٹھے بٹھائے

اسے بھی بس

(عورت پل بھر اس خاکے کو لے کر دیکھتی رہتی ہے)

عورت : یہ چہرہ کچھ کچھ ویسا نہیں ہے ؟

بڑی لڑکی : کیسا ؟

عورت : تیرے ڈیڑی جیسا ؟

بڑی لڑکی : ڈیڑی جیسا ؟ نہیں تو —

عورت : لگتا تو ہے کچھ کچھ !

بڑی لڑکی : وہ اس آدمی کا چہرہ بنا رہا تھا یہ جو ابھی گیا ہے !

عورت : (تیوریاں چڑھا کر) یہ کرتوت کر رہا تھا ؟

(لڑکا لوٹ کر آ جاتا ہے)

لڑکا : (جیسے ہاتھوں سے گرد جھاڑتا ہے) کیا تو اپنی صورت ہے اور کیا گاڑی کی !

عورت : ادھر آ !

لڑکا : (پاس آتا ہے) گاڑی کا انجن تو پھر بھی دھکے سے چل جاتا ہے۔ جہاں تک (ماتھے کی طرف اشارہ

کر کے) اس انجن کا سوال ہے

عورت : (کچھ سخت لہجہ میں) یہ کیا بنا رہا تھا تو ؟

لڑکا : تمہیں کیا لگتا ہے ؟

عورت : تو کیا بنا رہا تھا ؟

لڑکا : ایک آدمی، بن مانس !

عورت : کیا ؟

لڑکا : بن مانس !

عورت : نائک مت کر۔ ٹھیک سے بتا !

لڑکا : دیکھ نہیں رہیں یہ لیلیاٹی زبان ! یہ رستی گچھاؤں جیسی آنکھیں، یہ

عورت : مجھے تیری یہ حرکتیں بالکل پسند نہیں ہیں ! — سن رہا ہے تو ؟

(لڑکا جواب نہ دے کر پڑھنے کی میز کی طرف بڑھ جاتا ہے اور وہاں سے تصویریں

اٹھا کر دیکھنے لگتا ہے)

سُن رہا ہے یا نہیں !

لڑکا : سُن رہا ہوں !

عورت : سُن رہا ہے تو کچھ کہنا نہیں ہے تجھے ؟

(لڑکا اسی طرح تصویریں دیکھتا رہتا ہے)

نہیں کہنا ہے ؟

لڑکا : (تصویریں واپس میز پر رکھتا ہے) کیا کہہ سکتا ہوں ؟

عورت : مت کہہ - نہیں کہہ سکتا تو ! میں منت خوشامد سے لوگوں کو گھر پر بلاؤں اور تو آنے پر

اُن کا مذاق اُڑاتے - اُن کے کارٹون بناتے - ایسی چیزیں اب مجھے بالکل برداشت نہیں

ہیں - سُن لیا ؟ بالکل برداشت نہیں ہیں !

لڑکا : نہیں برداشت ہیں تو بِلاتی کیوں ہوا ایسے لوگوں کو گھر پر کہ جن کے آنے سے

عورت : ہاں ! ہاں ! بتا - کیا ہوتا ہے جن کے آنے سے ؟

لڑکا : رہنے دو ! میں اسی لیے چلا جانا چاہتا تھا پہلے ہی !

عورت : تو بات پوری کر اپنی !

لڑکا : جن کے آنے سے ہم جتنے چھوٹے ہیں اس سے اور چھوٹے ہو جاتے ہیں اپنی نظر میں !

عورت : (کچھ حیران ہو کر) مطلب ؟

لڑکا : مطلب وہی جو میں نے کہا ہے - آج تک جس کسی کو بلایا ہے مُم نے، کس وجہ سے بلایا

ہے ؟

عورت : تو کیا سمجھتا ہے کس وجہ سے بلایا ہے ؟

لڑکا : اس کی کسی بڑی چیز کی وجہ سے - ایک کو اس لیے کہ وہ بہت بڑا انٹلیکچوئل ہے - دوسرے

کو اس لیے کہ اس کی تنخواہ پانچ ہزار ہے - تیسرے کو اس لیے کہ اس کی تختی چیف کمشنر کی ہے -

جب بھی بلایا ہے آدمی کو نہیں — اُس کی تنخواہ کو، نام کو، رُتبے کو بلایا ہے !

عورت : تو کہنا کیا چاہتا ہے اس طرح ؟ ایسے لوگوں کے آنے سے اس گھر کے لوگ چھوٹے ہو جاتے

ہیں ؟

لڑکا : بہت بہت چھوٹے ہو جاتے ہیں -

عورت : اور میں انھیں اس لیے بِلاتی ہوں کہ ...

لڑکا : پتہ نہیں کس لیے بلاتی ہو، پر بلاتی ایسے ہی لوگوں کو ہو! اچھا تم ہی بتاؤ کس لیے بلاتی

ہو؟

عورت : اس لیے کہ کسی طرح سے اس گھر کا کچھ بن سکے کہ مجھ اکیلی کے اوپر بہت بوجھ ہے اس گھر کا جیسے کوئی اور بھی میرے ساتھ ڈھونے والا ہو سکے! اگر میں کچھ خاص لوگوں کے ساتھ رابطہ بڑھانا چاہتی ہوں تو اپنے واسطے نہیں تم لوگوں کے لیے۔ پر تم لوگ اس سے چھوٹے ہوتے ہو تو میں چھوڑ دوں گی کوشش! — ہاں! اتنا کہہ دوں کہ میں تنہا گھر کی ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکتی ایک آدمی ہے جو گھر کا سارا روپیہ ڈبو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ دوسرا اپنی کوشش سے کچھ کرنا تو دور میرے سر پھوڑنے سے بھی کسی ٹھکانے لگنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں مجھ سے بھی نہیں بچ سکتی۔ جب اور کسی کو یہاں درد نہیں کسی چیز کا تو اکیلی میں ہی کیوں اپنے کو مالتی رہوں رات دن۔ میں بھی کیوں نہ سرخ رو ہو کر بیٹھ رہوں اپنی جگہ؟ تو تم میں سے کوئی چھوٹا نہیں ہوگا؟

(لڑکا چپ رہ کر میز کی دراز کھولنے اور بند کرنے لگتا ہے)

چپ کیوں ہو اب؟ — بتانا اپنے بڑپن سے زندگی کاٹنے کا کیا طریقہ سوچ رکھا ہے تو نے؟

لڑکا : بات کو رہنے دو ماما! میں نہیں چاہتا میرے منہ سے کچھ ایسا نکل جائے جس سے تم...

عورت : جس سے میں کیا؟ کہہ دے جو کچھ بھی کہنا ہے تجھے!

لڑکا : (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) کچھ نہیں کہنا ہے مجھے!

(بہنہ بی بی دلی سے ایک میگزین اور فیچر دراز سے نکال کر اسے زور سے بند کر دیتا ہے)

عورت : اگر کچھ نہیں کہنا تھا تجھے، تو پہلے ہی کیوں نہیں اپنی زبان....

بڑی لڑکی : (پاس آکر اس کی ہاتھ تھامتے ہیں) رک جاؤ ماما! میں بات کروں گی اس سے (لڑکے سے)

دیکھ اشوک....

لڑکا : تیرا اس وقت بات کرنا بہت ضروری ہے کیا؟

بڑی لڑکی : میں تجھ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ....

لڑکا : پر کیوں پوچھنا چاہتی ہے؟ میں اس وقت کسی کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا!

بڑی لڑکی : (کچھ رک کر) یہ تو بھی جانتا ہے کہ ممانے ہی آج تک....

لڑکا: تو پھر بھی بات کر رہی ہے؟

عورت: کیوں کر رہی ہے بات تو اس سے؟ کوئی ضرورت نہیں کہ کسی سے بھی بات کرنے کی —
آج وقت آگیا ہے جب کہ خود ہی مجھے اپنے لیے کوئی نہ کوئی فیصلہ

لڑکا: ضرور کر لینا چاہیے!

بڑی لڑکی: اشوک!

لڑکا: میں کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن

بڑی لڑکی: تو کہہ کیوں رہا ہے؟

لڑکا: کہنا پڑ رہا ہے کیوں کہ! جب نہیں بچتا ان سے یہ سب، تو کیوں نبھائے جاتی ہیں؟
عورت: میں نبھائے جاتی ہوں کیوں کہ

لڑکا: کوئی اور نبھانے والا نہیں ہے۔ یہ بات کتنی بار کہی جا چکی ہے اس گھر میں!

بڑی لڑکی: تو تو سوچتا ہے کہ ممّا جو کچھ بھی کرتی ہے یہاں

لڑکا: میں پوچھتا ہوں کہ کیوں کرتی ہیں؟ کس کے لیے کرتی ہیں؟

بڑی لڑکی: میرے لیے کرتی تھیں

لڑکا: تو گھر چھوڑ کر چلی گئی!

بڑی لڑکی: کتنی کے لیے کرتی ہیں

لڑکا: وہ دن بدن پہلے سے بھی بدتمیز ہوتی جا رہی ہے!

بڑی لڑکی: ڈیڈی کے لیے کر رہی ہے

لڑکا: اُن کی حالت دیکھ کر رحم نہیں آتا؟

بڑی لڑکی: اور سب سے زیادہ تیرے لیے کرتی ہیں!

لڑکا: اور میں ہی شاید اس گھر میں سب سے زیادہ ناکارہ ہوں — لیکن کیوں ہوں؟

بڑی لڑکی: یہ ... یہ میں کیسے بتا سکتی ہوں؟

لڑکا: کم سے کم اپنی بات تو بتا ہی سکتی ہے۔ تو یہ گھر چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھی؟

بڑی لڑکی: (لا جواب ہو کر) میں چلی گئی تھی چلی گئی تھی کیوں کہ

لڑکا: تو منوج سے محبت کرتی تھی! خود تجھے ہی یہ نانا بہت کمزور نہیں لگتا؟

بڑی لڑکی: (رو ہانسی ہو کر) تو تو مجھ سے مجھ سے بھی کہہ رہا ہے کہ

(بے بس ہو کر ایک موڑے پر بیٹھ جاتی ہے —)

لڑکا: میں نے کہا تھا تجھ سے... مت کہ بات!

(عورت آہستہ سے دو قدم چل کر لڑکے کے پاس آ جاتی ہے)

عورت: (گہیر انداز سے) تجھے معلوم ہے ناکہ تو نے کیا بات کہی ہے؟
(لڑکا بنا کچھ کہے میگزین کھول کر اس میں سے ایک تصویر کاٹنے لگتا ہے)

پتہ ہے نا؟

(لڑکا اسی طرح سے چپ چاپ تصویر کاٹا رہتا ہے)

تو ٹھیک ہے! آج سے میں صرف اپنی زندگی کو دیکھوں گی — تم لوگ اپنی اپنی زندگی کو خود دیکھ لو!

(بڑی لڑکی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے ناخنوں کو مسلنے لگتی ہے)

میرے پاس اب بہت سال نہیں ہیں جینے کے لیے! لیکن جتنے ہیں انہیں میں اسی طرح اور نبھاتی ہوتی نہیں کاٹوں گی! میرے کرنے سے جو کچھ ہو سکتا تھا اس گھر کا ہو چکا آج تک! میری طرف سے اب یہ حد ہوتی — بالکل حد!

(ایک کھنڈ کی روح کو تجسیم کرتی ہوئی موسیقی۔ لڑکا اپنی کاٹی ہوئی تصویر کو

لمحہ بھر ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے۔ پھر چپ چک کر اُسے بڑے بڑے ٹکڑوں

میں کاٹنے لگتا ہے جو نیچے فرش پر بکھرتے جاتے ہیں۔ چیزوں پر سے روشنی

دھندلا جاتی ہے۔ کمرے کے الگ الگ کونوں سے سمٹنے لگتی ہے۔ سیلج پر پورا

اندھیرا ہونے کے ساتھ ساتھ سنگیت بھی رک جاتا ہے مگر تینچی کی چک چک

چک اور کچھ دیر سنائی دیتی رہتی ہے)

(وقفہ)

(روشنی کے دو الگ الگ دھاروں میں لڑکا اور بڑی لڑکی۔ لڑکا صوفے پر

اونڈھا لیٹ کر ٹانگیں ہلاتا ہے۔ سامنے ”پے شینس“ کے پتے پھیلے ہیں۔

بڑی لڑکی پڑھنے کی میز پر توسوں پر مکھن لگاتی ہے۔ پاس میں پیئر کا ڈبہ ہے

پوری روشنی ہونے پر وہ بکھراؤ نظر آتا ہے جو ایک دن کی ٹھیک سے دیکھ

ریکھ نہ ہونے کی وجہ سے آسکتا ہے۔ یہاں وہاں چائے کی خالی پیالیاں ہیں۔

اُترے ہوئے کپڑے اور ایسی ہی دوسری چیزیں نظر آتی ہیں)

بڑی لڑکی : یہ ڈبہ کھول دے گا تو؟

لڑکا : (پتوں میں منہمک ہے) مجھ سے نہیں کھلے گا!

بڑی لڑکی : نہیں کھلے گا، تو لایا کس لیے تھا؟

لڑکا : تو نے کہا تھا جو جو ادھار مل سکے لے آئیے سے! میں ادھار میں ایک فون بھی کر آیا۔

بڑی لڑکی : کہاں؟

لڑکا : مجھے جانکل کے ہاں!

بڑی لڑکی : ڈیڈی سے بات ہوتی؟

لڑکا : نہیں!

بڑی لڑکی : تو؟

لڑکا : مجھے جانکل سے ہوتی!

بڑی لڑکی : کچھ کہا اُنھوں نے؟

لڑکا : بات ہوتی۔ اس کا مطلب نہیں کہ

بڑی لڑکی : مطلب۔ ڈیڈی کے گھر آنے کے بارے میں!

لڑکا : کہا — نہیں آئیں گے!

بڑی لڑکی : نہیں آئیں گے!

لڑکا : نہیں!

بڑی لڑکی : تو پہلے کیوں نہیں بتایا تو نے! میں ایسے ہی یہ سینڈوچ اینڈ وچ

لڑکا : میں نے سوچا چیز سینڈ وچ تجھے خود بھی پسند ہیں اس لیے کہہ رہا ہوں!

بڑی لڑکی : میں نے کہا نہیں تھا کہ ممّا کے دفتر سے لوٹنے تک ڈیڈی بھی آجائیں گے شاید؟ چیز سینڈ وچ

دونوں کو پسند ہیں۔

لڑکا : جتنے جانکل کو بھی پسند ہیں۔ وہ آئیں گے انھیں کھلا دینا!

بڑی لڑکی : کہا ہے آئیں گے؟

لڑکا : ممّا سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چھ ساڑھے چھ تک آئیں شاید!

بڑی لڑکی: ممّا کا مُوڈ ویسے ہی آف ہے۔ اوپر سے وہ آکر بات کریں گے تو.... چہرہ دکھاتا تھا
ممّا کا صبح دفتر جاتے وقت؟

لڑکا: میں سامنے ہی نہیں آیا!
بڑی لڑکی: رات سے ہی چُپ تھیں۔ صبح تو — اتنا چُپ پہلے کبھی نہیں دیکھا!
لڑکا: بات ہوئی تھی تیری کچھ؟

بڑی لڑکی: یہی چائے وائے کے بارے میں!
لڑکا: ساڑھی تو بہت بڑھیا باندھ کر گئی ہیں، جیسے کسی کے بیاہ کا دعوت نامہ ملا ہو!
بڑی لڑکی: دیکھتا تھا تو نے؟

لڑکا: جھلک پڑی تھی جب باہر نکل رہی تھیں!
بڑی لڑکی: میں نے سوچا دفتر سے کہیں اور جائیں گی لیکن کہا کہ ساڑھے پانچ تک آجاؤں گی —
روز کی طرح!

لڑکا: تُو نے پوچھا تھا؟
بڑی لڑکی: اس لیے پوچھا تھا کہ میں بھی اسی حساب سے اپنا پروگرام.... لیکن سچ کچھ پتہ نہیں
چلتا۔ جیسے....

لڑکا: کس چیز کا؟
بڑی لڑکی: کہ دل میں کیا سوچ رہی ہیں؟ کہا تو تھا کہ ساڑھے پانچ تک لوٹ آئیں گی لیکن چہرے
سے لگتا تھا جیسے....

لڑکا: جیسے؟
بڑی لڑکی: جیسے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر لیا ہو اور....

لڑکا: اچھا ہی نہیں ہے یہ؟
بڑی لڑکی: اچھا کہتا ہے اسے؟
لڑکا: ہو سکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو اس سے!
بڑی لڑکی: کیا ہو؟

لڑکا: کچھ بھی! جو چیز برسوں سے ایک جگہ رکی ہے وہ رکی ہی نہیں رہنی چاہیے!
بڑی لڑکی: تو تو سچ مچ چاہتا ہے کہ....

لڑکا : (اپنی بازی کا آخری پتا چلتا ہے) سچ مچ چاہتا ہوں کہ بات کسی بھی ایک نتیجے تک پہنچ جائے !
 ————— تو نہیں چاہتی ؟

(پتے سمیٹتا اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

بڑی لڑکی : مجھے تیری باتوں سے ڈر لگتا ہے آج کل !
 لڑکا : (اُس کی طرف آتا ہے) پر غلط تو نہیں لگتی میری باتیں ؟
 بڑی لڑکی : پتا نہیں ————— صحیح بھی نہیں لگتیں حالاں کہ (ڈبّہ اور ٹن کڑ ہاتھ میں لے کر) —————
 یہ ڈبّہ ————— ؟

لڑکا : اس ٹن کڑ سے نہیں کھلے گا ! اس کی نوک اتنی مرچکی ہے کہ
 بڑی لڑکی : تو کیا کریں پھر ————— ؟

لڑکا : کوئی اور چیز نہیں ہے ؟

بڑی لڑکی : میں کیسے بتا سکتی ہوں ؟ میں تو اتنی بیگانہ محسوس کرتی ہوں اب اس گھر میں کہ
 لڑکا : پہلے نہیں کرتی تھی ؟
 بڑی لڑکی : پہلے ؟ پہلے تو

لڑکا : محسوس کرنا ہی محسوس ہوتا تھا ! اور کچھ کچھ محسوس ہونا شروع ہوا جب تو پہلا موقع ملے ہی
 گھر سے چلی گئی !

بڑی لڑکی : (تیکھی ہو کر) تو پھر کل والی بات کہہ رہا ہے ؟

لڑکا : بُرا کیوں مانتی ہے ؟ میں خود اپنے کو بے گانہ محسوس کرتا ہوں یہاں اور محسوس کرنا شروع
 کیا ہے میں نے تیرے جانے کے دن سے

بڑی لڑکی : میرے جانے کے دن سے ؟

لڑکا : محسوس شاید پہلے بھی کرتا تھا لیکن سوچنا تبھی سے شروع کیا ہے !

بڑی لڑکی : اور سوچ کر جانا ہے کہ ...

لڑکا : ایک خاص چیز ہے اس گھر کے اندر جو

بڑی لڑکی : (اضطراب سے) تو بھی یہی کہتا ہے ...

لڑکا : اور کون کہتا ہے ؟

بڑی لڑکی : کوئی بھی پر کون سی چیز ہے وہ ؟

لڑکا : (ٹٹکی باندھ کر دیکھتا ہے) تو نہیں جانتی ؟

بڑی لڑکی : (نظر بچاتی ہے) میں —؟ میں کیسے ؟

لڑکا : تجھ سے تو میں نے جانا ہے اسے اور تو کہتی ہے تو کیسے ؟

بڑی لڑکی : تو نے مجھ سے جانا ہے اسے ؟ میں نہیں سمجھتی !

لڑکا : ٹھیک ہے ! ٹھیک ہے ! اس چیز کو جان کر بھی نہ جانتا ہی بہتر ہے شاید ! لیکن دوسرے کو تو دھوکا دے بھی لے آدمی ، اپنے آپ کو کیسے دے ؟

(بڑی لڑکی اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس کا ہاتھ ٹھیک سے توں پر مکھن

نہیں لگا پاتا)

بڑی لڑکی : تو تو ہمیشہ ہی دیکھ ، ایسا ہے کہ میں کہہ رہی تھی تجھ سے کہ بھتی ، یہ ڈبہ کھول

کر لا ، پہلے کہیں سے ! یہ اگر نہیں کھلتا تو

لڑکا : ہاتھ کیوں کانپ رہا ہے تیرا ؟ (ڈبہ لیتا ہوا) ابھی کھل جاتا ہے یہ ! تیز اواز چاہیے ایک منٹ نہیں لگے گا !

(باہر کے دروازے سے چلا جاتا ہے ، بڑی لڑکی کام جاری رکھنے کی کوشش کرتی

ہے۔ پر ہاتھ نہیں چلتے تو چھوڑ دیتی ہے)

بڑی لڑکی : (ہاتھ پر ہاتھ پھیرتی ، بے بسی کے لہجے میں) کیسے کہتا ہے یہ ؟ میں سچ مچ — سچ مچ

جانتی ہوں کیا ؟

(سر کو جھٹک لیتی ہے۔ جیسے اندر ایک بھنورا اٹھ رہا ہے۔ کوشش سے اپنے

کوسہارا دیتی ہوئی اٹھ پڑتی ہے اور اندر کے دروازے کے پاس جا کر آواز

دیتی ہے)

کنی !

(جواب نہیں ملتا تو ایک بار اندر جھانک کر لوٹ آتی ہے)

کہاں چلی جاتی ہے ؟ صبح سکول جانے سے پہلے رونا کہ جب تک چیزیں نہیں آئیں گی ، تو

نہیں جاؤں گی اور اب دن بھر سے پتہ ہی نہیں کب گھر میں ہے ، کب باہر ہے !

(لڑکا باہر کے دروازے سے چھوٹی لڑکی کو اندر دھکیلتا ہے)

لڑکا : چل اندر !

(چھوٹی لڑکی اپنے آپ کو بچا کر باہر بھاگ جانا چاہتی ہے لیکن وہ اسے
بانہ سے پکڑ لیتا ہے)

کہا ہے اندر چل !

بڑی لڑکی : (غصہ میں) یہ کیا ہو رہا ہے ؟
چھوٹی لڑکی : دیکھ لو بتی دیدی ' یہ مجھے

(جھٹکے سے بانہ چھڑانے کی کوشش کرتی ہے لیکن لڑکا اسے سختی سے
کھینچ کر اندر لے آتا ہے)

لڑکا : ادھر آنا، ابھی پتہ چلتا ہے تجھے !

(بڑی لڑکی پاس آ کر چھوٹی لڑکی کی بانہ سے چھڑاتی ہے)

بڑی لڑکی : چھوڑ دے اسے ! کیا کیا ہے اس نے جو

لڑکا : (ڈبے سے دیتا ہے) یہ ڈبہ لے ! کھل گیا ہے۔ (چھوٹی لڑکی پر ہلکا سا اٹھا کر) اسے تو میں ابھی ...
بڑی لڑکی : (اس کا ہاتھ روکتی ہے) سر پھر گیا ہے تیرا ؟

لڑکا : پھر نہیں، پھر جائے گا ! بانی جوؤ !

بڑی لڑکی : بات کیا ہوئی ہے ؟

لڑکا : اس سے پوچھ کیا بات ہوئی ہے ! مائی گاڈ !
بڑی لڑکی : کیا بات ہوئی ہے کتنی ؟ کیا کر رہی تھی تو ؟

(چھوٹی لڑکی جواب نہ دے کر سسکیاں بھرنے لگتی ہے)

بتانا کیا کر رہی تھی ؟

(چھوٹی لڑکی چپ چاپ سسکتی رہتی ہے)

لڑکا : کر نہیں کہہ رہی تھی کسی سے کچھ ؟

بڑی لڑکی : کیا ؟

لڑکا : اسی سے پوچھ !

بڑی لڑکی : (چھوٹی لڑکی سے) بولتی کیوں نہیں ؟ زبان سل گئی ہے تیری ؟

لڑکا : سل نہیں تھک گئی ہے ! بتانے میں کہ عورتیں اور مرد کس طرح آپس میں

بڑی لڑکی : کیا ؟ ؟ ؟

لڑکا: پوچھ لے اس سے! ابھی بتا دے گی تجھے سب..... جو سرکھیا کو بتا رہی تھی باہر!
چھوٹی لڑکی: (سکسنے کے دوران میں) وہ بتا رہی تھی مجھے کہ میں اُسے بتا رہی تھی؟
لڑکا: تو بتا رہی تھی!

چھوٹی لڑکی: وہ بتا رہی تھی!
لڑکا: تو بتا رہی تھی! اچانک مجھ پر نظر پڑی کہ میں پیچھے کھڑا سن رہا تھا تو.....
چھوٹی لڑکی: سرکھیا بھاگی تھی کہ میں بھاگی تھی؟
لڑکا: تو بھاگی تھی!

چھوٹی لڑکی: سرکھیا بھاگی تھی!
لڑکا: تو بھاگی تھی اور میں نے پکڑ لیا دوڑ کر۔ تو چلا کر آس پاس کو سنانے لگی کہ یہ ممّا سے میری
شکا بیتیں کرتے ہیں اور ممّا گھر پر نہیں ہے اس لیے میں اسے پیٹ رہا ہوں!
بڑی لڑکی: (چھوٹی لڑکی سے) یہ سچ کہہ رہا ہے؟

چھوٹی لڑکی: بات سرکھیا نے شروع کی تھی! وہ بتا رہی تھی کہ کیسے اُس کے ماما ڈیڈی...
بڑی لڑکی: (سنختی سے) اور تجھے بہت شوق ہے جانے کا کہ کیسے اس کے ماما ڈیڈی آپس میں...
چھوٹی لڑکی: آپس میں نہیں ایسی بات تو تھی خاص!

بڑی لڑکی: چپ رہ اشوک!
چھوٹی لڑکی: اس سے کبھی کچھ نہیں کہتا کوئی! روز کسی نہ کسی بات پر مجھے پیٹ دیتا ہے!
بڑی لڑکی: کیوں پیٹ دیتا ہے؟

چھوٹی لڑکی: کیوں کہ میں اپنی سب چیزیں اسے نہیں لے جانے دیتی! اُسے دینے!
بڑی لڑکی: کسے دینے؟

چھوٹی لڑکی: وہ جو اس کی!..... کبھی میری برتھ ڈے پرنٹ کی چوڑیاں دے آتا ہے اُسے۔ کبھی
میرے پرائز کا فونٹین پن۔ میں اگر ماما سے کہہ دیتی ہوں تو اکیلے میں میرا گلا دبانے لگتا ہے!

بڑی لڑکی: (لڑکے سے) کس کی بات کرتی ہے یہ؟

لڑکا: ایسے ہی بک رہی ہے! جھوٹ موٹ!

چھوٹی لڑکی: جھوٹ موٹ؟ میرا فونٹین پن تیری ورنّا کے پاس نہیں ہے؟

بڑی لڑکی: ورنّا کون ہے؟

چھوٹی لڑکی: وہی ادیوگ سنٹر والی! جس کے پیچھے جوتیاں چٹخاتا پھرتا ہے؟
 لڑکا: (پھرا سے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے) تو ٹھہر جا، آج میں تیری جان نکال کر رہوں گا!
 (چھوٹی لڑکی اس سے بچنے کے لیے ادھر ادھر بھاگتی ہے۔ لڑکا اس کا پیچھا کرتا ہے)
 بڑی لڑکی: اشوک!

لڑکا: آج میں نہیں چھوڑنے کا اسے! اس کی زبان جس طرح کھل گئی ہے! اس سے!
 (چھوٹی لڑکی راستہ پا کر باہر کے دروازے سے نکل جاتی ہے۔)
 چھوٹی لڑکی: (جاتی ہوئی) ورنہ سنٹر والی! ورنہ ادیوگ سنٹر والی! ورنہ ادیوگ سنٹر والی! ...

(لڑکا اس کے پیچھے باہر جانے ہی لگتا ہے کہ اچانک عورت کو اندر آنے دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے۔ عورت اندر آتی ہے جیسے وہاں کی کسی چیز سے اسے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ ماحول کی اداسی کے باوجود چہرے پر غم اور تذبذب والا جذبہ! ان لوگوں کی طرف نہ دیکھ کر وہ ہاتھ کا سامان پرے کی ایک کرسی پر رکھتی ہے۔ لڑکا اپنے آپ کو بھونڈی حالت میں پاتا ہوا اس چیز اس چیز کو چھو کر دیکھنے لگتا ہے۔ بڑی لڑکی پلیٹ، توس اور پیپر کا ڈبہ لیے احاطے کے دروازے کی طرف چل دیتی ہے)

بڑی لڑکی: (عورت کے پاس گزرتے ہوئے) میں چائے لے کر آتی ہوں ابھی!

عورت: مجھے نہیں چاہیے!

بڑی لڑکی: ایک پیالی لے لینا!

(چلی جاتی ہے عورت کمرے کے بکھراؤ پر ایک نظر ڈالتی ہے لیکن سوائے اپنے ساتھ لائی چیزوں کو مناسب جگہ پر رکھنے کے اور کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتی ہے)
 بڑی لڑکی لوٹ کر آتی ہے)

(پتی کا خالی پکیٹ دکھاتی ہے) پتی ختم ہو گئی ہے!

عورت: میں نہیں بول گی چائے!

بڑی لڑکی: سب کے لیے بنا رہی ہوں ایک ایک پیالی!

لڑکا: میرے لیے نہیں!

بڑی لڑکی: کیوں؟ پانی رکھ رہی ہوں۔ صرف پتی لانی ہے

لڑکا: اپنے لیے بنانی ہے، بنا لے!

بڑی لڑکی: میں اکیلی ہوں گی؟ اتنے چاؤ سے پیرسینڈ وچ بنا رہی ہوں!
لڑکا: میرا من نہیں ہے!

عورت: مجھے چائے کے لیے باہر جانا ہے کسی کے ساتھ!

بڑی لڑکی: تو تم گھر پر نہیں ہوگی اس وقت؟

عورت: نہیں۔ جگ موہن آئے گا لینے!

بڑی لڑکی: یہاں آئیں گے وہ؟

عورت: لینے آئے گا! کیوں؟

بڑی لڑکی: وہ بھی آنے والے ہیں ابھی..... مجھے جانا نکل!

عورت: اُن کا کیسے معلوم ہے آنے والے ہیں؟

بڑی لڑکی: اشوک نے فون کیا تھا۔ کہہ رہے تھے کچھ بات کرنی ہے!

عورت: لیکن مجھے کوئی بات نہیں کرنی اُن سے!

بڑی لڑکی: پھر بھی جب وہ آئیں گے ہی، تو.....!

عورت: کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں۔ معلوم نہیں کب لوٹوں گی!

بڑی لڑکی: کہیں انتظار کرتے ہیں، تو؟

عورت: کرنے دینا انتظار!

(کبار ڈیس سے دو تین پرس نکال کر دکھیتی ہے کہ ان میں سے کون سا

ساتھ رکھنا چاہیے۔ بڑی لڑکی ایک نظر لڑکے کو دکھیتی ہے جو لگتا ہے

کہ وہاں سے جانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے)

بڑی لڑکی: (ایک پرس کو چھو کر) یہ اچھا ہے ان میں سے ایک تک سوچتی ہو، لوٹ آؤ گی؟

عورت: (اُس پرس کو رکھ کر دوسرا نکال لیتی ہے) معلوم نہیں اب بات کرنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے!

بڑی لڑکی: (اس پرس کے لیے) یہ اور بھی اچھا ہے! اگر پوچھیں کہاں گئی ہیں کس کے ساتھ گئی ہیں؟

عورت: کہنا پتا نہیں... یا بتا دینا جگ موہن آیا تھا لینے! (ایک بار پھر کمرے پر نگاہ ڈالتی ہے)

کتنا گند اڑا ہے!

بڑی لڑکی: سمیٹ رہی ہوں (اضطراب سے) بتانا ٹھیک ہوگا انھیں؟

عورت: کیوں؟

بڑی لڑکی : ایسے ہی ! وہ جا کر ڈیڈی کو بتادیں گے خواہ مخواہ
 عورت : تو کیا ہوگا ؟ (کچھ چیزیں خود اٹھ کر اُسے دیتی ہے) اندر رکھ آ ابھی !
 بڑی لڑکی : ہو گا یہی کہ

عورت : ایک آدمی کے ساتھ چائے پینے جا رہی ہوں میں ، کہیں چوری کرنے تو نہیں جا رہی ؟
 بڑی لڑکی : تمہیں پتہ ہی ہے ڈیڈی جگ موہن انکل کو
 عورت : پسند بھی کرتے ہیں تیرے ڈیڈی کسی کو ؟
 بڑی لڑکی : پھر بھی تھوڑا جلدی آسکو تم ، تو
 عورت : مجھے اس سے کچھ ضروری بات نہیں کرنی ہے ۔ اُسے کتنی کام تھے شام کو جو اس نے میری
 خاطر کینسل کیے ہیں ۔ بے کار آدمی نہیں ہے وہ کہ جب چاہا بلا لیا جب چاہا کہہ دیا جاؤ
 اب !

(لڑکا بے قراری سے ٹہلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ جاتا ہے)
 لڑکا : میں ذرا جا رہا ہوں بیٹی !
 بڑی لڑکی : تو بھی ؟ تو کہاں جا رہا ہے ؟
 لڑکا : یہاں تک ذرا ! آ جاؤں گا تھوڑی دیر میں !
 بڑی لڑکی : تو مجھے جانکل کے آنے پر میں
 لڑکا : آ جاؤں گا تب تک شاید !
 بڑی لڑکی : شاید ؟
 لڑکا : نہیں آ ہی جاؤں گا !

(چلا جاتا ہے)

بڑی لڑکی : (پچھلے سے) سُن ! (دروازے کی طرف بڑھتی ہے) اشوک !
 (لڑکا نہیں رکتا تو ہونٹ سکڑ کر عورت کی طرف لوٹ آتی ہے ۔۔۔)
 کم سے کم پتی لے کر تو دے جاتا !

عورت : (جیسے کہنے سے پہلے تیاری کر کے) تجھ سے ایک بات کہنا چاہتی تھی !
 بڑی لڑکی : یہ سب چھوڑ کر آؤں اندر ؟ وہاں بھی کتنا کچھ بکھرا ہوا ہے ۔ سوچتی ہوں کہ جگ موہن
 انکل کے آنے سے پہلے

عورت : مجھے ذرا سی ہی بات کرنی ہے !

بڑی لڑکی : بتاؤ !

عورت : اگلی بار آنے پر میں تجھے یہاں نہ ملوں شاید !

بڑی لڑکی : کیسی بات کر رہی ہو ؟

عورت : جگ موہن کو میں نے آج اسی لیے فون کیا تھا !

بڑی لڑکی : تو ؟

عورت : تو اب جو بھی ہو ! میں جانتی تھی ایک دن آنا ہی ہے ایسا !

بڑی لڑکی : تو تم نے پوری طرح سے سوچ لیا ہے کہ ...

عورت : (ذرا سا آنکھیں موند کر) بالکل سوچ لیا ہے ! (آنکھیں جھپکتی ہے) جا تو اب !

(بڑی لڑکی پل بھر چپ چاپ اسے دیکھتی کھڑی رہتی ہے۔ پھر سوچنے کے

انداز سے اندر چلی جاتی ہے)

بڑی لڑکی : (چلتے چلتے) اور سوچ لیتیں تھوڑا !

(چلی جاتی ہے)

عورت : کب تک اور ؟

(گلے کی مالا کو انگلیوں میں لپیٹتے ہوئے، جھٹکا لگنے سے مالا ٹوٹ جاتی

ہے۔ پریشان ہو کر وہ مالا کو اتار دیتی ہے اور جا کر کبارڈ سے دوسری

مالا نکال لیتی ہے)

سال ہر سال اس کا یہ ہو جاتے۔ اس کا وہ ہو جاتے !

(مالاؤں کا ڈبہ رکھ کر کبارڈ کو بند کرنا چاہتی ہے۔ پر بیچ کی چیزوں کے

ہل جانے سے کبارڈ ٹھیک سے بند نہیں ہوتا)

ایک دن ... دوسرا دن !

(نہیں بند ہوتا تو اسے پورا کھول کر جھٹکے سے بند کرتی ہے)

ایک سال ... دوسرا سال !

(کبارڈ کے نیچے رکھے جوتے چپلوں کو پیر سے ٹوٹل کر ایک چپل نکالنے

کی کوشش کرتی ہے، لیکن دوسرا پیر نہیں ملتا تو سب کو ٹھوکریں لگا کر

بیچھے ہٹا دیتی ہے)

اب بھی اور سوچوں تھوڑا؟

(ڈرلینگ ٹیل کے سامنے چلی جاتی ہے۔ کچھ لمحے شش و پنج میں رہتی ہے کہ وہاں کیوں آئی ہے۔ پھر کچھ یاد آنے پر آئینے میں دیکھ کر بالاپہننے لگتی ہے۔ پہن کر اپنے آپ کو غور سے دیکھتی ہے۔ گردن اٹھا کر اور جلد کو مل کر چہرے کی جھریاں نکالنے کی کوشش کرتی ہے)

کب تک؟ کیوں؟

(پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا ہے۔ ڈرلینگ ٹیل کی کچھ چیزوں کو لیں ہی اٹھاتی رکھتی ہے۔ کریم کی شیشی ہاتھ میں آ جانے پر پل بھرا سے دیکھتی رہتی ہے، پھر کھول لیتی ہے)

گھر دفتر گھر دفتر!

(کریم چہرے پر لگاتے ہوئے خیال آتا ہے کہ وہ اس وقت نہیں لگانی تھی۔ اسے تو لیے سے پونچھ کر ایک اور شیشی اٹھا لیتی ہے۔ اس میں سے لوشن روٹی پر لے کر سوچتی ہے کہاں لگاتے! اور پھر کچھ نہیں سوچتا تو اس سے کلاسیاں صاف کرنے لگتی ہے)

سوچو سوچو!

(دھیان پھر سر کے بالوں میں اٹک جاتا ہے۔ انجانے میں لوشن والی روٹی سر پر لگانے لگتی ہے لیکن بیچ میں ہی ہاتھ روک کر اسے الگ رکھ دیتی ہے۔ انگلیوں سے ٹپٹپٹ کر دیکھتی ہے کہ کہاں سفید بال زیادہ نظر آ رہے ہیں۔ بے تابی میں بھی درازوں کو کھول کر دیکھ ڈالتی ہے۔ آخر کنگھی وہیں تو لیے کے نیچے سے مل جاتی ہے)

چچ چچ کٹ کٹ چچ چچ کٹ کٹ!

کیا سوچو؟

(کنگھی سے سفید بالوں کو ڈھکنے لگتی ہے۔ خیال آنکھوں کی جھاتیوں کی طرف چلا جاتا ہے تو کنگھی رکھ کر انہیں سہلانے لگتی ہے۔ تبھی مرد مہرین

باہر کے دروازے سے آتا ہے۔ سگریٹ کے کش کھینچ کر دائرے بناتا ہے۔
عورت اسے نہیں دیکھتی تو وہ راکھ جھاڑنے کے لیے تپائی پر رکھی ایش ٹرے
کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ عورت پوڈر کی ڈبیہ کھول کر آنکھوں کے نیچے پوڈر لگاتی
ہے۔ ڈبیہ والا ہاتھ کانپ جانے سے تھوڑا پوڈر بکھر جاتا ہے)

(آہ کے ساتھ) کچھ مت سوچو!
(اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ایک بار اچھی طرح سے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتی ہے
مرد نمبر تین پہلے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگاتا ہے)

ہونے دو جو ہوتا ہے!
(صوفے کی طرف مڑتی ہے کہ مرد نمبر تین پر نظر پڑتی ہے کہ ٹھٹھک جاتی ہے۔

آنکھوں میں ایک چمک بھر آتی ہے)
مرد نمبر تین: (کافی نرم لہجے میں) ہیلو! کلو!
عورت: ارے! پتہ ہی نہیں چلا تمہارے آنے کا!
مرد نمبر تین: میں نے دیکھا ہے آپ ہی سے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ اسی لیے.....
عورت: انتظار میں ہی تھی میں! تم سیدھے آرہے ہو دفتر سے؟
(مرد نمبر تین کش کھینچ کر دائرے بناتا ہے)

مرد نمبر تین: سیدھا ہی سمجھو!
عورت: سمجھو یعنی کہ نہیں!
مرد نمبر تین: ناؤ ناؤ..... دو منٹ رُکالیں، پول سٹار میں! ایک ڈیزائن دینا تھا اُن کا! پھر گھر جا
کر نہایا اور سیدھا.....

عورت: سیدھا کہتے ہو اسے؟
مرد نمبر تین: (دائرے بناتا ہوا) تم نہیں بدلیں بالکل! اسی طرح ڈانٹتی ہو آج بھی! لیکن بات اتنی سی
گلو ڈیر کہ دفتر کے کیڑوں میں ساری شام الجھن ہوتی اسی لیے سوچا کہ.....
عورت: لیکن میں نے کہا تھا نا بالکل سیدھا آنا؟ بنا ایک منٹ بھی ضائع کیے؟
مرد نمبر تین: ضائع کہاں کیا ایک منٹ بھی؟ پول سٹار میں تو.....
عورت: رہنے دو اب! تمہاری بہانہ بازی نئی چیز نہیں ہے میرے لیے!

مرد نمبر تین : (صوفے پر بیٹھا ہے) کہہ لو جو بھی چاہے ! بلا وجہ لگام کھینچے جانا میرے لیے بھی نئی چیز نہیں ہے !

عورت : بیٹھ رہے ہو — چلنا نہیں ہے ؟
 مرد نمبر تین : ایک منٹ ! چل ہی رہے ہیں بس ! بیٹھو !
 (عورت بے دلی کے سے انداز میں پاس ہی صوفے پر بیٹھ جاتی ہے)

جس طرح فون کیا تم نے اچانک ، اس سے مجھے کہیں لگا کہ
 (عورت کی آنکھیں بھر آتی ہیں —)

عورت : (اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر) جوگ !
 مرد نمبر تین : (ہاتھ سہلاتا ہے) کیا بات ہے لگو ؟
 عورت : میں وہاں پہنچ گئی ہوں جہاں پہنچنے سے زندگی بھر ڈرتی رہی ہوں ! مجھے آج لگتا ہے کہ ...
 مرد نمبر تین : (ہاتھ پر ہلکی تھپکیاں دیتا ہے) پریشان نہیں ہوتے اس طرح !
 عورت : میں سچ کہہ رہی ہوں - آج اگر تم مجھ سے کہو کہ
 مرد نمبر تین : (اندر کی طرف دیکھ کر) گھر پر کوئی نہیں ہے ؟
 عورت : ہنسی ہے اندر !

(ہاتھ ہٹا لیتی ہے)

مرد نمبر تین : یہیں ہے وہ ؟ اس کا سنا تھا کہ
 عورت : ہاں ! ... پر آئی ہوئی ہے کل سے !
 مرد نمبر تین : تب کا دیکھا ہوا ہے اُسے ! کتنے سال ہو گئے ؟
 عورت : اب آہی رہی ہوگی باہر ! دیکھو ! تم سے بہت بہت باتیں کرنی ہیں مجھے آج !
 مرد نمبر تین : میں سننے کے لیے ہی تو آیا ہوں ! فون پر تمہاری آواز سے ہی مجھے لگتا تھا کہ
 عورت : میں بہت وہ تھی اُس وقت !
 مرد نمبر تین : وہ تو اس وقت بھی ہو !
 عورت : تم کتنی اچھی طرح سمجھتے ہو مجھے کتنی اچھی طرح ! اس وقت میری جو حالت ہے اندر سے

(آواز بھاری ہو جاتی ہے)

مرد نمبر تین: پلیز!

عورت: جوگ!

مرد نمبر تین: بولو!

عورت: تم جانتے ہو میں ایک تم ہی ہو جس پر میں

مرد نمبر تین: کہتی کیوں ہو؟ کہنے کی بات ہے یہ؟

عورت: پھر بھی منہ سے نکل جاتی ہے! دیکھو ایسا ہے کہ نہیں! باہر چل کر ہی بات کروں گی!

مرد نمبر تین: ایک سمجھاؤ ہے میرا!

عورت: بتاؤ!

مرد نمبر تین: بات یہیں کر لو جو کرنی ہے! اس کے بعد

عورت: نا! نا! یہاں نہیں!

مرد نمبر تین: کیوں؟

عورت: یہاں ہو نہیں سکے گی بات مجھ سے! ہاں! تم کچھ ویسا سمجھتے ہو باہر چلنے میں میرے ساتھ تو۔ تو۔۔۔

مرد نمبر تین: کیسی بات کرتی ہو؟ تم جہاں بھی کہو، چلتے ہیں! میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ

عورت: میں جانتی ہوں سب! تمہاری بات میں کبھی غلط نہیں سمجھتی!

مرد نمبر تین: تو بتاؤ کہاں چلو گی؟

عورت: جہاں بھی ٹھیک سمجھو تم!

مرد نمبر تین: میں ٹھیک سمجھوں؟ ہمیشہ تم ہی نہیں طے کیا کرتی تھیں؟

عورت: گنرا کیسا رہے گا؟ وہاں وہی کونے والی ٹیبل خالی مل جائے شاید!

مرد نمبر تین: پوچھو نہیں! یہ کہو — گنرا!

عورت: یا یار کس؟ وہاں اس وقت زیادہ لوگ نہیں ہوتے ہیں!

مرد نمبر تین: میں نے کہا نا

عورت: اچھا اس چھوٹے رستوران میں چلیں جہاں کے کباب تمہیں بہت پسند ہیں؟ میں تب سے

وہاں کبھی نہیں گئی!

مرد نمبر تین : (ہچکچاہٹ کے ساتھ) وہاں؟ میں بھی وہاں اب جاتا نہیں! مگر تمہارا وہیں جانے کو من کر رہا ہے تو چل بھی سکتے ہیں!

عورت : دیکھو! ایک بات تو بتا دوں تمہیں چلنے سے پہلے!

مرد نمبر تین : (دھوئیں کے دائرے بناتا ہوا) کیا بات؟

عورت : میں نے کل ایک فیصلہ کر لیا ہے اپنے حق میں!

مرد نمبر تین : ہاں! ہاں!

عورت : ویسے اُن دنوں بھی سُنی ہوگی تم نے ایسی بات میرے منہ سے لیکن اس بار سچ مچ کر لیا ہے!

مرد نمبر تین : (جیسے بات کو نظر انداز کرتا ہے) ہوں!

(پل بھر کی خاموشی جس میں وہ کچھ سوچتا ہوا ادھر ادھر دیکھتا ہے! پھر جیسے کسی کتاب پر آنکھیں رک جانے سے اٹھ کر شیف کی طرف چلا جاتا ہے)

عورت : ادھر کیوں چلے گئے؟

مرد نمبر تین : (شیف سے کتاب نکالتا ہے) ایسے ہی! یہ کتاب دیکھنا چاہتا تھا ذرا!

عورت : تمہیں شاید میری بات پر اعتبار نہیں آیا!

مرد نمبر تین : سُن رہا ہوں میں!

عورت : میرے لیے پہلے بھی ناممکن تھا یہاں یہ سب کچھ سہنا! تم جانتے ہی ہو! لیکن اب آخر بالکل — بالکل ناممکن ہو گیا ہے!

مرد نمبر تین : (ورق گردانی کرتے ہوئے) تو مطلب ہے کہ

عورت : ٹھیک سوچ رہے ہو تم!

مرد نمبر تین : (کتاب واپس رکھتے ہوئے) ہوں!

(عورت اٹھ کر اس کی طرف آتی ہے)

عورت : میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ مجھے ہمیشہ کتنا افسوس رہا ہے اس بات کا کہ میری وجہ سے تمہیں بھی تمہیں بھی اتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہے زندگی میں!

مرد نمبر تین : (اپنی گردن سہلاتا ہوا) دیکھو! سچ پوچھو تو میں اب زیادہ سوچتا ہی نہیں اس بارے میں!

(ٹہلتا ہوا اس کے پاس سے آگے نکل آتا ہے۔)
عورت : مجھے یاد ہے کہ کہا کرتے تھے ”سوچنے سے کچھ ہونا ہوتا تو سوچے بھی آدمی!“
مرد نمبر تین : ہاں ! یہی تو !

عورت : لیکن یہ بھی کہ ”کل اور آج میں فرق ہوتا ہے ! ہوتا ہے نا؟“
مرد نمبر تین : ہاں ہوتا ہے ! بہت بہت !
عورت : اسی لیے کہنا چاہتی ہوں تم سے کہ
(بڑی لڑکی اندر سے آتی ہے)

بڑی لڑکی : مُمی ! اندر جو کپڑے استری کے لیے رکھے ہیں
(مرد نمبر تین کو دیکھ کر) ہیلو انکل !

مرد نمبر تین : ہیلو ! ہیلو ! ارے واہ ! یہ تو ہی ہے کیا؟
بڑی لڑکی : آپ کو کیا لگتا ہے؟

مرد نمبر تین : اتنی سی تھی تو تو ! (عورت سے) کتنی بڑی نظر آنے لگی ہے اب !
عورت : ہاں یہ چہرہ نکل آیا ہے !

مرد نمبر تین : اُن دنوں فراک پہنا کرتی تھی ابھی !
بڑی لڑکی : (شرم سے) پتہ نہیں کن دنوں !

مرد نمبر تین : یاد ہے کیسے میرے ہاتھ پر کاٹا تھا اس نے ایک بار؟ بہت ہی شیطان تھی !
عورت : (سر ہلا کر) دھری رہ جاتی ہے ساری شیطانی بالآخر !
بڑی لڑکی : بیٹھیے آپ ! میں ابھی آتی ہوں اُدھر سے !

(احاطے کے دروازے کی طرف چلی جاتی ہے)

مرد نمبر تین : بھاگ کہاں رہی ہے؟
بڑی لڑکی : آ رہی ہوں بس !

(چلی جاتی ہے)

مرد نمبر تین : کتنی گد راتی ہوئی لڑکی تھی ! گال اس طرح پھولے پھولے تھے کہ

عورت : سب چپک جاتے ہیں گال وال !

مرد نمبر تین : لیکن میں نے تو سنا تھا کہ اپنی مرضی سے ہی اس نے

عورت : ہاں ! اپنی مرضی ہی سے ! اپنی مرضی کا ہی تو پھل ہے یہ کہ

مرد نمبر تین : بات لیکن بڑی سنجیدگی سے کرتی ہے !

عورت : یہ عمر اور اتنی بزرگی ! ہاں تو چلیں اب پھر ؟

مرد نمبر تین : جیسے کہو !

عورت : (اپنے پرس میں رومال ڈھونڈتی ہے) کہاں گیا ؟ (رومال مل جانے پر پرس بند کرتی ہے) ہے یہ

اس میں ! تو کب تک لوٹ آؤں گی میں ؟ اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ اسی طرح کہہ جاؤں گی

اس سے تاکہ

مرد نمبر تین : تم پر ہے یہ ! جیسا بھی کہہ دو !

عورت : کہہ دیتی ہوں — شاید دیر ہو جائے مجھے ! کوئی آنے والا ہے اُسے بھی بتا دے گی !

مرد نمبر تین : کوئی اور بھی آنے والا ہے ؟

عورت : جُنے جا ! وہی آدمی جس کی وجہ سے تم جانتے ہی ہو اب ! (احاطے کی طرف دیکھتی ہے)

بہن ! (جواب نہ ملنے پر) بہن ! ... کہاں چلی گئی یہ ؟

(احاطے کے دروازے سے جا کر ادھر دیکھ لیتی ہے اور کچھ مضطرب سی ہو کر

لوٹ آتی ہے)

معلوم نہیں کہاں چلی گئی ! یہ لڑکی بھی اب

مرد نمبر تین : انتظار کر لو !

عورت : نہیں ! وہ آدمی آگیا تو مشکل ہو جائے گی ! مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے !

آج ہی ! ابھی !

مرد نمبر تین : (نیا سگریٹ سلگاتا ہے) تو ٹھیک ہے ! ابٹ یورڈ سپوزل !

عورت : (اس طرح کمرے کو دیکھتی ہے جیسے کہ کوئی چیز وہاں چھٹی جا رہی ہے) ہاں آؤ !

مرد نمبر تین : (چلتے چلتے رُک کر) لیکن گھر اس طرح اکیلا چھوڑ جاؤ گی ؟

عورت : نہیں ... ابھی آجاتے گا کوئی نہ کوئی !

مرد نمبر تین : (دائرے بناتا ہے) تمہارے اوپر ہے ! جیسا بھی ٹھیک سمجھو !

عورت : (پھر ایک نظر کمرے پر ڈال کر) میرے لیے تو آؤ !

مرد نمبر تین پہلے نکل جاتا ہے۔ عورت پھر سے پرس کھول کر اس میں کوئی چیز ڈھونڈتی پیچھے پیچھے نکل جاتی ہے۔ کچھ لمحوں کے لیے سیٹج خالی رہ جاتا ہے۔ پھر باہر سے چھوٹی لڑکی کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔ وہ روتی ہوئی اندر آکر صوفے پر اوندھی ہو جاتی ہے۔ پھر اٹھ کر کمرے کے خالی پن پر نظر ڈالتی ہے اور اسی طرح روتی، سسکتی اندر کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ سیٹج پھر دوا ایک پل کے لیے خالی رہتا ہے۔ اس کے بعد بڑی لڑکی چائے کی ٹرے لیے احاطے کے دروازے سے آتی ہے!

بڑی لڑکی: ارے! چلے بھی گئے یہ لوگ!

(ٹرے ڈائینگ ٹیبل پر چھوڑ کر باہر کے دروازے تک آتی ہے۔ ایک بار باہر دیکھتی ہے اور کچھ لمحے تذبذب میں وہیں رُکی رہتی ہے۔ پھر اپنے آپ کو جھٹک کر واپس ڈائینگ ٹیبل کی طرف چلی جاتی ہے)

کیسے پتھر اجاتا ہے سر کبھی کبھی!

(راتے میں ڈرائینگ ٹیبل کے بکھراؤ کو دیکھ کر رُک جاتی ہے اور جلدی سے وہاں کی چیزوں کو قرینے سے رکھ دیتی ہے)

ذرا دھیان نہ دے آدمی.... جنگل ہو جاتا ہے سب!

(وہاں سے ہٹ کر ڈائینگ ٹیبل کے پاس آ جاتی ہے اور اپنے لیے چائے کی پیالی بناتی ہے۔ چھوٹی لڑکی اسی طرح سسکیاں بھرتی اندر سے آتی ہے)

چھوٹی لڑکی: جب نہیں ہو، ہونا، ہوتا، تو سب لوگ ہوتے ہیں سر پر! اور جب ہو، ہونا، ہوتا ہے، تو کتنی بھی نہیں دی، دکھتا کہیں!

(بڑی لڑکی چائے بنانا بیچ میں چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتی ہے۔)

بڑی لڑکی: کتنی! یہ پھر کیا ہوا تجھ کو؟ باہر سے کب آئی تُو؟

چھوٹی لڑکی: کب آتی میں! یہاں پر کو۔ کوئی بھی کیوں نہیں تھا؟ تو۔ تم بھی کہاں تھی تھوڑی دیر پہلے!

بڑی لڑکی: میں چائے کی پتی لینے چلی گئی تھی!.... کس نے، اشوک نے مارا ہے تجھ کو؟

چھوٹی لڑکی: وہ بھی کہہ۔ کہاں تھا اس وقت؟ میرے کان کھینچنے کے لیے تو پتہ نہیں کہہ۔ کہاں سے چلا

آئے گا ابرج۔ جب سر لکھیا کی ممی سے بات کرنے کی بات تھی، نہ تو....

بڑی لڑکی: سُرکیھا کی مُمی نے کچھ کھا ہے تَجھ کو؟

چھوٹی لڑکی: ماما کہاں ہے؟ مجھے کو نہیں س۔ ساتھ لے کر جانا ہے وہاں!

بڑی لڑکی: کہاں؟ سُرکیھا کے گھر؟

چھوٹی لڑکی: سُرکیھا کی مُمی بلا رہی ہے اُنہیں! کہتی ہے ابھی لے لے کر آ!

بڑی لڑکی: لیکن کس بات کے لیے؟

چھوٹی لڑکی: اشوک کو دیکھ لیا تھا سب نے ہم لوگوں کو ڈانٹتے! سُرکیھا کی مُمی نے سُرکیھا کو گھ۔ گھر لے جا کر

پیٹا! تو اس نے..... اس نے م۔ میرا نام لگا دیا!

بڑی لڑکی: کیا کہا؟

چھوٹی لڑکی: کہ میں سکھلاتی ہوں یہ سب ب باتیں!

بڑی لڑکی: اچھا.... تو؟

چھوٹی لڑکی: تو... سُرکیھا کی مُمی لے مجھے بلا کر اس طرح ڈانٹا ہے جیسے.... پہلے بتاؤ مُمی کہاں ہے؟

میں انھیں ابھی س۔ ساتھ لے کر جاؤں گی! کہتی ہے کہ میں اس کی لڑکی کو بگاڑ رہی ہوں!

اور بھی ب۔ بری، بری باتیں ہمارے گھر کا نام لے کر....

بڑی لڑکی: ہمارے گھر میں کس کا نام لے کر؟

چھوٹی لڑکی: سبھی کا! ت تمہارا! اشوک کا! ڈیڈی کا! ماما کا! تم بتاتی کیوں نہیں کہ ماما کہاں

ہے؟

بڑی لڑکی: ماما باہر گئی ہے!

چھوٹی لڑکی: باہر کہاں؟

بڑی لڑکی: مجھے سب جگہ کا پتہ ہے کہ کہاں کہاں جایا جاسکتا ہے ماہر؟

چھوٹی لڑکی: (اور بچھرتی ہوتی) ت۔ تم بھی مجھی کو ڈانٹ رہی ہو۔ ماما نہیں ہیں تو تم چلو میرے ساتھ!

بڑی لڑکی: میں نہیں چل سکتی!

چھوٹی لڑکی: (تاؤ میں) کیوں نہیں چل سکتی؟

بڑی لڑکی: نہیں چل سکتی کہہ دیا نا؟

چھوٹی لڑکی: (اُسے پرے دھکیلتے ہوئے) مت چلو، نہیں چل سکتیں تو!

بڑی لڑکی: (غصے سے) کئی!

چھوٹی لڑکی: بات مت کرو مجھ سے! کتنی!

بڑی لڑکی: تجھے بالکل بھی تمیز نہیں ہے کیا؟

چھوٹی لڑکی: نہیں ہے مجھے تمیز!

بڑی لڑکی: دیکھ تو مجھ سے ہی مار کھا بیٹھے گی آج!

چھوٹی لڑکی: مار لو نا تم! ان سے ہی م۔ مار کھا بیٹھوں گی آج!

بڑی لڑکی: تو اس وقت اپنا یہ رونا بند کرے گی یا نہیں!

چھوٹی لڑکی: نہیں بند کروں گی! رونا بند کرے گی یا نہیں!

بڑی لڑکی: تو ٹھیک ہے! روتی رہ بیٹھ کر!

چھوٹی لڑکی: ر۔ روتی رہ بیٹھ کر!

(احاطے کے پیچھے سے دروازے کی کُنڈی کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دیتی ہے)

بڑی لڑکی: (ادھر دیکھتے ہوئے) یہ یہ ادھر سے کون آیا، ہو سکتا ہے اس وقت؟
(جلدی سے احاطے کے دروازے سے چلی جاتی ہے۔ چھوٹی لڑکی غصے اور دشمنی

کے جذبے سے ایک کرسی پر جم جاتی ہے۔ بڑی لڑکی مرد نمبر چار کے ساتھ

واپس آتی ہے)

بڑی لڑکی: (آتے ہوئے) میں نے سوچا کہ کون ہو سکتا ہے جو پیچھے کا دروازہ کھٹکھٹاتے! آپ کا پتہ تھا

آپ آنے والے ہیں۔ پر آپ تو ہمیشہ آگے کے دروازے سے ہی آتے ہیں اس لیے

مرد نمبر چار: میں اسی دروازے سے آتا لیکن (چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر) اسے کیا ہوا ہے؟ اس طرح

کیوں بیٹھی ہے وہاں؟

بڑی لڑکی: (چھوٹی لڑکی سے) مجھے جانکل آتے ہیں، ادھر آ کر بات تو کر، ان سے!

(چھوٹی لڑکی منہ پھیر کر کرسی کی پیٹھ پر بانہہ پھیلا لیتی ہے)

مرد نمبر چار: (چھوٹی لڑکی کے پاس جاتا ہے) ارے! یہ تو رورہی ہے! (اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے)

کیوں، کیا ہوا دنیا کو؟ کس نے ناراض کر دیا ہے؟ (پچکار تے ہوئے) اٹھو بیٹا! اس طرح

اچھا نہیں لگتا! اب آپ بڑے ہو گئے ہیں، اس لیے

چھوٹی لڑکی: (اچانک اٹھ کر باہر چلی جاتی ہے) ہاں! بڑے ہو گئے ہیں! پتا نہیں کس وقت چھوٹے ہو جاتے

ہیں! کس وقت بڑے ہو جاتے ہیں! (باہر کے دروازے کے پاس سے) ہم نہیں لوٹ کر آئیں گے

آب جب تک ماما نہیں آجائیں !

(چلی جاتی ہے)

مرد نمبر چار : (لوٹ کر بڑی لڑکی کی طرف آکر) ساوتری باہر گئی ہے ؟

(بڑی لڑکی صرف سر ہلاتی ہے)

میں تھوڑی دیر پہلے آگیا تھا۔ باہر سڑک پر نیو انڈیا کی گاڑی کھڑی دیکھی تو کچھ دیر پیچھے کو گھومنے نکل گیا۔ تیرے ڈیڑی نے بتایا تھا جگ موہن آج کل یہاں ہے — پھر سے ٹرانسفر ہو کر آگیا ہے ! وہ ایسے ہی آیا تھا ملنے یا

بڑی لڑکی : ماما کو پتہ ہوگا ! میں نہیں جانتی !

مرد نمبر چار : اشوک نے ذکر نہیں کیا مجھ سے ! اسے بھی پتا نہیں ہوگا شاید !

بڑی لڑکی : اشوک ملا ہے آپ سے ؟

مرد نمبر چار : بس سٹاپ پر کھڑا تھا اس نے پوچھا تو بولا کہ آپ ہی کے یہاں جا رہا ہوں ڈیڑی

کا حال چال معلوم کرنے ! کہنے لگا آپ بھی چلیے، بعد میں ساتھ ہی آجائیں گے۔ پر میں نے

سوچا کہ ایک بار جب اتنی دُور آ ہی گیا ہوں تو ساوتری سے مل کر ہی جاؤں گا ! پھر اسے

بھی جس حال میں چھوڑ آیا ہوں اس کی وجہ سے

بڑی لڑکی : کس کی بات کر رہے ہیں ڈیڑی کی ؟

مرد نمبر چار : ہاں ! مہندر ناتھ ہی کی ! ایک تو ساری رات سویا نہیں وہ، دوسرے

بڑی لڑکی : طبیعت ٹھیک نہیں ان کی ؟

مرد نمبر چار : طبیعت بھی ٹھیک نہیں اور ویسے بھی میں تو سمجھتا ہوں مہندر ناتھ خود ذمے دار

ہے اپنی ایسی حالت کے لیے ؟

بڑی لڑکی : (اس مسئلے سے بچنا چاہتی ہے) چائے بناؤں آپ کے لیے ؟

مرد نمبر چار : (چائے کا سامان دیکھ کر) کس کے لیے بناتے بیٹھی تھی اتنی چائے ؟ پی نہیں، لگتا ہے،

کسی نے ؟

بڑی لڑکی : (کچھ تذبذب کے ساتھ) یہ میں نے ... بنائی تھی کیوں کہ کیوں کہ سوچ رہی تھی کہ

مرد نمبر چار : (جیسے بات کو سمجھ جاتا ہے) وہ لوگ جلدی چلے گئے ہوں گے ساوتری کو پتہ تھا نا

میں آنے والا ہوں !

بڑی لڑکی: (آہستگی کے ساتھ) پتہ تھا!
مرد نمبر چار: یہ بھی بتایا نہیں مجھے اشوک نے.... پر اُس کے لہجے سے ہی مجھے لگ گیا تھا کہ...!
(پھر جیسے کوئی بات سمجھ میں آ جاتی ہے) اچھا! اچھا! کافی سمجھ دار لڑکی ہے!

بڑی لڑکی: (چینی دانی ہاتھ میں لیے) چینی کتنی؟
مرد نمبر چار: چینی بالکل نہیں! تجھے منع ہے چینی! وہ شاید اسی لیے مجھے واپس لے چلنا چاہتا تھا
کہ.... اسے معلوم ہوگا جگ موہن کا!

بڑی لڑکی: دودھ؟

مرد نمبر چار: ہمیشہ جتنا!

بڑی لڑکی: کچھ نمکین لے آؤں اندر سے؟

مرد نمبر چار: نہیں!

بڑی لڑکی: بیٹھ جائیے!

مرد نمبر چار: او! ہاں!

(وہیں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ جاتا ہے۔ بڑی لڑکی ایک پیالی اُسے دے کر

دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ جاتی ہے۔ کچھ لمحے خاموشی رہتی ہے)

بڑی لڑکی: آپ کہاں کہاں گھوم آئے اس بیچ میں؟ سنا تھا کہیں باہر گئے تھے!

مرد نمبر چار: ہاں! گیا تھا باہر! لیکن کسی نئی جگہ نہیں گیا!

(پھر کچھ پل خاموشی)

بڑی لڑکی: سُشنا کا کیا حال ہے؟

مرد نمبر چار: ٹھیک ٹھاک ہے اپنے گھر میں!

بڑی لڑکی: کوئی بچہ وچہ؟

مرد نمبر چار: ابھی نہیں!

(پھر کچھ پل خاموشی)

بڑی لڑکی: آپ تو بالکل چپ بیٹھے ہیں۔ کوئی بات کیجیے نا!

مرد نمبر چار: (آہ کے ساتھ) کیا بات کروں؟

بڑی لڑکی: کچھ بھی!

مرد نمبر چار: سوچ کر تو بہت سی باتیں آیا تھا! سادہ تری ہوتی تو شاید کچھ بات کرتا بھی! لیکن اب لگ رہا ہے کہ بے کار ہی ہے سب!

(پھر کچھ لمحہ خاموشی! دونوں لگ بھگ ایک ساتھ اپنی اپنی پیالی خالی کر کے رکھ دیتے ہیں)

بڑی لڑکی: ایک بات پوچھوں... ڈیڈی کو پھر سے وہی دورہ تو نہیں پڑا بلڈ پریشر کا؟
مرد نمبر چار: یہ بھی پوچھنے کی بات ہے؟
بڑی لڑکی: آپ انھیں سمجھاتے کیوں نہیں کہ....

مرد نمبر چار: (اٹھتے ہوئے) کوئی سمجھا سکتا ہے اُسے؟ وہ اس عورت کو اتنا چاہتا ہے، اتنا چاہتا ہے اندر سے کہ....

بڑی لڑکی: یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟
مرد نمبر چار: تجھے لگتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے؟
بڑی لڑکی: (اٹھتی ہوئی) کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟... آپ نہیں جانتے ہم نے دونوں کے بیچ کیا کیا گزرتے دیکھا ہے اس گھر میں!

مرد نمبر چار: دیکھا جو کچھ بھی ہو....

بڑی لڑکی: اتنی آسانی سے اڑا دینے کی بات نہیں ہے انکل! میں یہاں تھی تو مجھے کئی بار لگتا تھا کہ میں ایک گھر میں نہیں چڑیا گھر کے ایک پھرے میں رہتی ہوں جہاں.... آپ شاید سوچ بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا ہوتا رہا ہے یہاں! ڈیڈی کا چہنچہ ہوئے ماما کے کپڑے تار تار کر دینا.... اُن کے مُٹھ پر پٹی باندھ کر انھیں بند کمرے میں پیٹنا.... کھینچے ہوئے غسل خانے میں لکڑی پر لے جا کر.... (اضطرابی کیفیت میں) میں تو بیان بھی نہیں کر سکتی کہ کتنے کتنے بھیانگ منظر دیکھے ہیں اس گھر میں میں نے! کوئی جانتا تو یہی کہتا کہ کیوں نہیں بہت پہلے ہی یہ لوگ....

مرد نمبر چار: تم نے مجھے کوئی نئی بات نہیں بتائی! مہندر ناتھ خود مجھے بتاتا رہا ہے یہ سب!
بڑی لڑکی: بتاتے رہے ہیں؟ پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ....

مرد نمبر چار: پھر بھی کہتا ہوں کہ وہ اسے بہت پیار کرتا ہے!

بڑی لڑکی: کیسے کہتے ہیں یہ آپ؟ دو آدمی جو رات دن ایک دوسرے کی جان نوچنے میں لگے رہتے

ہیں

مرد نمبر چار: میں دونوں کی نہیں ایک کی بات کہہ رہا ہوں!
بڑی لڑکی: تو آپ سچ سچ مانتے ہیں کہ

مرد نمبر چار: بالکل مانتا ہوں! اسی لیے کہتا ہوں کہ آپ نے آج کی حالت کے لیے ذمے دار
مہندر ناتھ خود ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج صبح سے ہی بڑی فرماں برداری کے سے
انداز میں مجھ سے نہ کہہ رہا ہوتا کہ جیسے بھی ہو میں اس سے بات کر کے اسے سمجھاؤں۔
میں اس وقت یہاں نہ آیا ہوتا تو معلوم ہے کیا ہوتا؟

بڑی لڑکی: کیا ہوتا؟

مرد نمبر چار: مہندر خود یہاں چلا آیا ہوتا! اس کی پروا کیے بغیر کہ یہاں آکر بلڈ پریشر سے اس کا
کیا حال ہوگا؟ میں نے کتنی مشکل سے سمجھا سمجھا کر اسے روکا ہے، میں ہی جانتا ہوں۔
میرے من میں کہیں تھوڑا بھروسہ باقی تھا کہ شاید اب بھی کچھ ہو سکے میری بات
کرنے سے ہی کچھ بات بن سکے! لیکن یہاں آکر باہر نیوانڈیا کی گاڑی کھڑی دیکھی تو مجھے
یوں لگا کہ نہیں کچھ نہیں ہو سکتا! کچھ نہیں ہو سکتا! بات کر کے میں صرف اپنے کو
میرا خیال ہے چلنا چاہیے مجھے اب! جاتے ہوئے مجھے اس کے لیے دوائی بھی لے جانی ہے!
..... اچھا!

(باہر کے دروازے کی طرف چل دیتا ہے۔ بڑی لڑکی اپنی جگہ
پر ساکت کھڑی رہتی ہے۔ پھر دو ایک قدم اس کی طرف بڑھ
جاتی ہے)

بڑی لڑکی: انکل!

مرد نمبر چار: (رک کر) کہو!

بڑی لڑکی: آپ جا کر ڈیڈی کو یہ بات بتا دیں گے؟

مرد نمبر چار: کون سی؟

بڑی لڑکی: یہی ... جگ موہن انکل کے آنے کی؟

مرد نمبر چار: کیوں؟ نہیں بتانی چاہیے؟

بڑی لڑکی: ایسا ہے کہ

مرد نمبر چار: (ذرا سی آنکھ موندھ کر کھولتا ہے) میں نا بھی بتاؤں شاید! پر کچھ فرق نہیں پڑے گا اس سے! بیٹھو!

(دروازے سے باہر جانے لگتا ہے)

بڑی لڑکی: انکل!

مرد نمبر چار: (پھر رگ کر) ہاں! بیٹے!

بڑی لڑکی: سچ مچ کچھ نہیں بدسکتا کیا؟

مرد نمبر چار: ایک دن کے لیے ہو سکتا ہے شاید! دو دن کے لیے ہو سکتا ہے! لیکن ہمیشہ کے لیے کچھ بھی نہیں!

بڑی لڑکی: تو اس حالت میں کیا یہی بہتر نہیں کہ

(باہر سے عورت کی باتیں سنائی دیتی ہیں)

عورت: چھوڑ دے میرا ہاتھ! چھوڑ بھی!

بڑی لڑکی: آگئی ہیں وہ لوٹ کر!

مرد نمبر چار: ہاں!

(باہر جانے کی بجائے ہونٹ چبانا ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ جاتا)

ہے۔ عورت، چھوٹی لڑکی کے ساتھ آتی ہے۔ چھوٹی لڑکی اُسے

بانہ سے باہر کھینچ رہی ہے)

چھوٹی لڑکی: چلتی کیوں نہیں تم میرے ساتھ؟ چلو نا!

عورت: (بانہ چھڑاتے ہوتے) تو ہٹے گی یا نہیں؟

چھوٹی لڑکی: نہیں ہٹوں گی! اس وقت تو گھر پر نہیں تھیں اور اب کہتی ہو

عورت: چھوڑ میری بانہ!

چھوٹی لڑکی: نہیں چھوڑوں گی!

عورت: یہ نہیں چھوڑو گی؟ (غصے سے بانہ چھڑا کر اُسے پرے دھکیل دیتی ہے) بڑا زعم ہونے لگا ہے

مجھے؟

چھوٹی لڑکی: ہاں! ہونے لگا ہے مجھے! جب جب کوئی بات کہتا ہے مجھ سے تو یہاں کسی کو فرصت ہی

نہیں ہوتی چل کر اس سے پوچھنے کی!

بڑی لڑکی: اُنھیں سانس تو لینے دے! وہ ابھی گھر میں داخل نہیں ہوئیں کہ تُو نے....
 چھوٹی لڑکی: تُم بات مت کرو! مٹی کے لونڈے کی طرح ہلی ہی نہیں جب میں نے....
 عورت: (اُسے فراک سے پکڑ کر) پھر سے کہہ جو کہا ہے تُو نے!
 چھوٹی لڑکی: (اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہے) کیا کہا ہے میں نے؟ پوچھوان سے جب میں نے
 آکر اُنھیں بتایا تھا تو....

عورت: (اُسے چپت مارتی ہے) تو کہہ تو پھر سے ایک بار وہی بات!
 (پل بھر خاموشی جس میں سب کی نظریں جم جاتی ہیں۔ چھوٹی لڑکی کی
 عورت پر اور باقی سب کی چھوٹی لڑکی پر)
 چھوٹی لڑکی: (اپنی جھنجھلاہٹ سے بے بس ہو کر) مٹی کے لونڈے!.... سب کے سب مٹی کے لونڈے!
 مرد نمبر چار: (ان کی طرف آ کر) چھوڑ دو لڑکی کو، ساوتری! اس پر اس وقت پاگل پن سوار ہے، اسی
 لیے....

عورت: آپ مت پڑیے بیچ میں!
 مرد نمبر چار: دیکھو....
 عورت: آپ سے کہا ہے مت پڑیے بیچ میں! مجھے اپنے گھر میں کس سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے یہ
 میں اوروں سے بہتر جانتی ہوں! (چھوٹی لڑکی کو ایک اور تھپڑ مارتی ہے) اس وقت چپ
 چاپ چلی جا اُس کمرے میں! مٹھ سے ایک لفظ بھی اور کہا تو خیر نہیں تیری!
 (چھوٹی لڑکی کے ہونٹ ہلتے ہیں، مٹھ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکلتا۔ وہ
 گھائل نظر سے عورت کو دیکھتی ہے اور کھڑی رہتی ہے)
 جا اُس کمرے میں! سنا نہیں؟
 (چھوٹی لڑکی پھر بھی کھڑی رہتی ہے —)
 نہیں جاتے گی؟

(چھوٹی لڑکی دانت پیس کر بنا کچھ کہے یکا یک جھٹکے سے اندر کے
 کمرے میں چلی جاتی ہے۔ عورت جا کر پیچھے سے دروازے کو کندھی
 لگا دیتی ہے)

تجھ سے سمجھوں گی ابھی تھوڑی دیر میں!

بڑی لڑکی: بیٹھیے انکل!

مرد نمبر چار: نہیں! میں ابھی چلا جاؤں گا!

عورت: (اس کی طرف آتی ہے) آپ کو کچھ بات کرنی تھی مجھ سے بتایا تھا اس نے!

مرد نمبر چار: ہاں! لیکن اس وقت تم ٹھیک موڈ میں نہیں ہو ...

عورت: میں ٹھیک موڈ میں ہوں! بتائیے آپ!

بڑی لڑکی: انکل کہہ رہے تھے کہ ڈیڈی کی طبیعت پھر ٹھیک نہیں ہے!

عورت: گھر سے جا کر طبیعت کب ٹھیک رہتی ہے اُن کی؟ ہر بار کا کیا یہ قصہ نہیں ہے؟

بڑی لڑکی: تم تھکی ہوئی ہو! اچھا ہوگا جو بھی بات کرنی ہو بیٹھ کر آرام سے کر لو!

عورت: میں بہت آرام سے ہوں! (مرد نمبر چار سے) بتائیے آپ!

مرد نمبر چار: زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتا۔ صرف ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں تم سے!

عورت: (لمحہ بھر انتظار کرنے کے بعد) کہیے!

مرد نمبر چار: تم چھٹکارا نہیں دے سکتی اُس آدمی کو؟

عورت: چھٹکارا؟ میں —؟ اُنھیں —؟ کتنی اُلٹی بات ہے!

مرد نمبر چار: اُلٹی بات نہیں ہے! تم نے جس طرح باندھ رکھا ہے اسے اپنے ساتھ

عورت: اُنھیں باندھ رکھا ہے؟ میں نے اپنے ساتھ؟ سوائے آپ کے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ

بات

مرد نمبر چار: کیوں کہ اور کوئی جانتا بھی تو نہیں اتنا، جتنا میں جانتا ہوں!

عورت: آپ ہمیشہ یہی مانتے آتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ جانتے ہیں!

مرد نمبر چار: مہندر ناتھ کے بارے میں، ہاں! اور جان کر بھی کہتا ہوں کہ تم نے اس طرح شکنجے میں

کس رکھا ہے جیسے کہ وہ اب اپنے دو پیروں پر چل سکنے کے قابل ہی نہیں رہا!

عورت: اپنے دو پیروں پر! اپنے دو پیر کبھی تھے بھی اُس کے پاس؟

مرد نمبر چار: کبھی کی بات کیوں کرتی ہو؟ جب تم نے اسے جانا، تب سے دس سال پہلے سے میں

اسے جانتا ہوں۔

عورت: اسی لیے شاید جب میں نے جانا، تب تک دو پیر رہے ہی نہیں تھے اس کے پاس!

مرد نمبر چار: میں جانتا ہوں ساوتری کہ تم میرے بارے میں کیا کیا سوچتی اور کہتی ہو

عورت: ضرور جانتے ہوں گے.... لیکن پھر بھی کتنا کچھ ہے جو ساوتری کبھی کسی کے سامنے نہیں کہتی!

مرد نمبر چار: جیسے؟

عورت: جیسے.... پر بات تو آپ کرنے والے ہیں!
مرد نمبر چار: نہیں! پہلے تم بات کر لو (بڑی لڑکی سے) تو بیٹے، ذرا ادھر چلی جا تھوڑی دیر!
(بڑی لڑکی چپ چاپ جانے لگتی ہے)

عورت: سن لینے دیجیے اسے بھی مگر مجھے بات کرنی ہے تو!

مرد نمبر چار: ٹھیک ہے۔ یہیں رہ تو بنی!

بڑی لڑکی: پر میں سوچتی ہوں کہ....

عورت: میں چلتی ہوں کہ تو یہیں رہے، تو کسی وجہ سے ہی چاہتی ہوں!
(بڑی لڑکی آہستہ سے آنکھیں جھپک کر ان دونوں سے تھوڑی دور ڈائینگ ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھتی ہے)

مرد نمبر چار: (عورت سے) بیٹھ جاؤ تم بھی!

(کہتا ہوا خود صوفے پر بیٹھ جاتا ہے۔ عورت ایک موڑھالے لیتی ہے)

کہہ ڈالو اب جو بھی کہنا ہے کہیں!

عورت: کہنے سے پہلے ایک بات پوچھنی ہے آپ سے! آدمی کس حالت میں سچ مچ ایک آدمی ہوتا ہے؟
مرد نمبر چار: پوچھو کچھ نہیں! جو کہنا ہے، کہہ ڈالو!

عورت: یوں تو جو کوئی بھی ایک آدمی کی طرح چلتا پھرتا ہے، بات کرتا ہے، وہ آدمی ہی ہوتا ہے۔
لیکن اصل میں آدمی ہونے کے لیے کیا ضروری نہیں کہ اس میں اپنا ایک مادہ، اپنی ایک شخصیت ہو؟

مرد نمبر چار: مہندر کو سامنے رکھ کر یہ تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ....

عورت: اس لیے کہہ رہی ہوں کہ جب سے میں نے اسے جانا ہے میں نے ہمیشہ ہر چیز کے لیے اسے کسی نہ کسی کا سہارا ڈھونڈتے پایا ہے! خاص طور سے آپ کا! یہ کرنا چاہیے یا نہیں۔
جتنے جاسے پوچھ لوں! کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز خریدنی ہے تو بھی جتنے جا کی پسند سے! کوئی بڑے سے بڑا خطرہ اٹھانا ہے۔ تو بھی جتنے جا کی صلاح سے! یہاں تک کہ مجھ سے بیاہ کرنے

کا فیصلہ بھی کیسے کیا اُس نے؟ جُنے جا کے ہامی بھرنے سے!

مرد نمبر چار: میں دوست ہوا اس کا! اسے بھروسہ رہا ہے مجھ پر!

عورت: اور اس بھروسے کا نتیجہ؟ کہ اپنے آپ پر اسے کبھی کسی چیز کے لیے بھروسہ نہیں رہا! زندگی میں ہر چیز کی کسوٹی — جُنے جا! جو جُنے جا سوچتا ہے جو جُنے جا چاہتا ہے، جو جُنے جا کرتا ہے وہی اُسے بھی سوچتا ہے، وہی اسے بھی چاہتا ہے، وہی اسے بھی کرتا ہے کیوں؟ کیوں کہ جُنے جا ایک پورا آدمی ہے اپنے میں! اور وہ خود؟ وہ خود ایک پورے آدمی کا آدھا۔ چوتھائی بھی نہیں ہے!

مرد نمبر چار: تم اس نظر سے دیکھ سکتی ہو اس چیز کو۔ لیکن اصلیت اس کی یہ ہے کہ....

عورت: (کھڑی ہو جاتی ہے) مجھے اس اصلیت کی بات کرنے دیجیے، جسے میں جانتی ہوں؟ ایک آدمی ہے! گھر بساتا ہے! کیوں بساتا ہے؟ ایک ضرورت پوری کرنے کے لیے! کون سی ضرورت؟ اپنے اندر کے کسی اس کو... ایک اُدھورا پن کہہ لیجیے اُسے....! جس کو بھر سکنے کی! اس طرح اسے اپنے لیے.... اپنے میں.... پورا ہونا ہوتا ہے! کن دوسروں کو پورا کرتے رہتے ہیں ہی زندگی نہیں کاٹنی ہوتی! پر آپ کے مہندرناتھ کے لیے زندگی کا مطلب رہا ہے.... جیسے صرف دوسروں کے خالی خانے بھرنے کی ہی ایک چیز ہے وہ جو کچھ وہ دوسرے اس سے چاہتے ہیں، اُمید کرتے ہیں.... یا جس طرح وہ سوچتا ہے، ان کی زندگی میں اس کا استعمال ہو سکتا ہے....

مرد نمبر چار: استعمال ہو سکتا ہے؟

عورت: نہیں؟ اس کام کے لیے اور کوئی نہیں جاسکتا، مہندرناتھ چلا جائے گا.... اس بوجھ کو کوئی اور نہیں ڈھوسکتا۔ مہندر ڈھولے گا! پریس کھلا، تو بھی! فیکٹری شروع ہوئی تو بھی! خالی خانے بھرنے کی جگہ پر مہندرناتھ اور خالی خانے بھر جانے پر —؟ مہندرناتھ کہیں نہیں! مہندرناتھ اپنا حصہ پہلے ہی لے چکا ہے۔ پہلے ہی کھا چکا ہے! اور اس کا حصہ؟ (کمرے کی ایک ایک چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے) یہ — یہ — یہ — دوسرے، تیسرے، چوتھے درجے کی گھٹیا چیزیں جن سے وہ سوچتا تھا اس کا گھر بن رہا ہے۔

مرد نمبر چار: مہندرناتھ بہت جلد بازی برتنا تھا اس معاملے میں۔ میں جانتا ہوں! مگر وہ اس

کی....

عورت: وجہ — اس کی میں تھی — یہی کہنا چاہتے ہیں نا؟ وہ مجھے خوش رکھنے کے لیے ہی یہ لوہا لکڑی جلدی سے جلدی گھر میں بھر کر ہر بار اپنی بربادی کی نیو کھود لیتا تھا! پر اصل میں اس کی بربادی کی نیو کیا چیز کا دوسری ہی تھی.... کیا چیز اور کون آدمی اپنے دل میں تو آپ بھی جانتے ہی ہوں گے!

مرد نمبر چار: کہتی رہو تم! میں برا نہیں مان رہا ہوں! آخر تم مہندر کی پتی ہو اور.... عورت: (جھنجھلاتی ہوئی اس کی طرف مڑتی ہے) مت کہیے مجھے مہندر کی پتی! مہندر بھی ایک آدمی ہے جس کا اپنا گھر بار ہے، پتی ہے۔ یہ بات مہندر کو اپنا کہنے والوں کو شروع سے ہی اس نہیں آتی! مہندر نے بیاہ کیا کیا آپ لوگوں کی نظر میں آپ کا ہی کچھ آپ سے چھین گیا! مہندر اب پہلے کی طرح ہنستا نہیں! مہندر اب دوستوں میں بیٹھ کر پہلے کی طرح کھلتا نہیں! مہندر اب وہ پہلے والا مہندر رہ ہی نہیں گیا! اور مہندر کی جی جان سے کوشش کہ وہ وہی بنا رہے کسی طرح! کوئی یہ نہ کہہ سکے اس سے کہ وہ اب پہلے والا مہندر رہ ہی نہیں گیا اور اس کے لیے مہندر گھر کے اندر رات دن چھٹیٹا رہا ہے! دیواروں سے سر پٹکتا ہے! بچوں کو پیٹتا ہے! بیوی کے گھٹنے توڑتا ہے! دوستوں کو اپنا اپنا فرصت کا وقت کاٹنے کے لیے اس کی ضرورت ہے! مہندر کے بغیر کوئی پارٹی جمتی نہیں! مہندر کے بغیر کسی پکٹنگ کا مزا نہیں آتا! دوستوں کے لیے جو فرصت کاٹنے کا وسیلہ ہے وہی مہندر کے لیے اس کا اہم کام ہے زندگی میں! اور اس کا ہی نہیں، اس کے گھر کے لوگوں کا بھی اہم کام ہونا چاہیے! تم فلاں جگہ چلنے سے انکار کیسے کر سکتی ہو؟ فلاں سے تم ٹھیک سے بات کیوں نہیں کرتی؟ تم اپنے کو پڑھی لکھی کہتی ہو —؟ تمہیں تو لوگوں کے بیچ میں اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے! ایک عورت کو اس طرح چلنا چاہیے۔ اس طرح بات کرنی چاہیے! اس طرح مسکراتا چاہیے! کیوں تم لوگوں کے بیچ ہمیشہ میری پوزیشن خراب کرتی ہو؟ اور وہی مہندر جو دوستوں کے بیچ دلو سا بنا ہلکے ہلکے مسکراتا ہے، گھر آکر ایک درندہ بن جاتا ہے! معلوم نہیں کب کسے نوچ لے گا، کب کسے پھاڑ کھائے گا! آج وہ تاؤ میں اپنی قمیص کو آگ لگا دیتا ہے! کل وہ ساوتری کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کا سر زمین سے رگڑنے لگتا ہے! بول! بول! — بول! چلے گی اس طرح کہ نہیں جیسے کہ میں چاہتا ہوں؟

مانے گی وہ سب کہ نہیں جو میں کہتا ہوں؟ پر ساوتری پھر بھی ویسے نہیں چلتی! وہ سب نہیں مانتی! وہ نفرت کرتی ہے اس سب سے — اس آدمی کے ایسا ہونے سے! وہ ایک پورا آدمی چاہتی ہے اپنے لیے — ایک پورا آدمی! گلا پھاڑ کر وہ یہ بات کہتا ہے! کبھی اس آدمی کو ہی وہ آدمی بنا سکے کی کوشش کرتی ہے! کبھی تڑپ کر اپنے کو اس سے الگ کر لینا چاہتی ہے! پر اگر اُس کی کوششوں سے کھوڑا بھی فرق پڑنے لگتا ہے اس آدمی میں تو دوستوں میں اس کا غم کیا جانے لگتا ہے! ساوتری مہندر کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے اپنے ڈھنگ سے چلا رہی ہے! ساوتری بے چارے مہندر کی ریڑھ توڑ کر اُسے کسی لائق نہیں رہنے دے رہی ہے! جیسے کہ آدمی نہ ہو کر بنا گوشت پوست کے پتلا ہو وہ ایک — بے چارا مہندر!

(ہانپتی ہوئی چپ ہو جاتی ہے۔ بڑی لڑکی کہنیاں میز پر رکھے اور مٹھیوں پر چہرہ نکاتے پھراتی آنکھوں سے چپ چاپ دونوں کو دیکھتی رہتی ہے)

مرد نمبر چار: (اٹھتا ہوا) بنا گوشت پوست کا پتلا، یا جو بھی کہہ لو تم اُسے — پر میری نظر میں وہ ہر آدمی جیسا ایک آدمی ہے — صرف اتنی ہی کمی ہے اُس میں! عورت: یہ آپ مجھے بتا رہے ہیں؟ کس نے بائیس سال ساتھ جی کر جانا ہے اس آدمی کو؟ مرد نمبر چار: زندگی ضرور گزاری ہے تم نے اس کے ساتھ جانا بھی ہے اُسے کچھ حد تک ... لیکن

عورت: (بے بسی سے سر ہلاتی ہے) افوہ! افوہ! افوہ!

مرد نمبر چار: جو جو باتیں تم نے کہی ہیں ابھی وہ غلط نہیں ہیں اپنے میں! لیکن بائیس سال ساتھ جی کر جانی ہوئی باتیں وہ نہیں ہے! آج سے بائیس سال پہلے بھی ایک بار لگ بھگ ایسی ہی باتیں میں تمہارے منہ سے سُن چکا ہوں! تمہیں یاد ہے؟

عورت: آپ آج ہی کی بات نہیں کر سکتے؟ بیس سال پہلے! پتہ نہیں کس زندگی کی بات ہے

وہ؟

مرد نمبر چار: میرے گھر پر ہوتی تھی وہ بات! تم بات کرنے کے لیے ہی خاص طور سے آئی تھی وہاں! اور میرے کاندھے پر سر رکھے دیر تک روتی رہی تھیں! تب تم نے کہا تھا کہ

عورت : دیکھیے اُن دنوں کی بات اگر چھڑنا ہی چاہتے ہیں آپ تو میں چاہوں گی کہ یہ لڑکی
مرد نمبر چار : کیا ہرج ہے اگر اب یہ یہیں کھڑی رہے تو ؟ اب آدھی بات اس کے سامنے ہوئی ہے
تو باقی آدھی بھی اس کے سامنے ہی ہو جانی چاہیے !

بڑی لڑکی : (اٹھنا چاہتی ہے) لیکن انکل
مرد نمبر چار : (عورت سے) تم سمجھتی ہو کہ اس کے سامنے مجھے نہیں کرنی چاہیے یہ بات ؟
عورت : میں اپنے خیال سے نہیں کہہ رہی تھی! اٹھیک ہے ! آپ کیجیے بات !
(کہتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے —)

مرد نمبر چار : بیٹھ ! بیٹی !

(بڑی لڑکی پھر اسی طرح بیٹھ جاتی ہے)

(عورت سے) اس دن پہلی بار میں نے تمہیں اس طرح ڈولتے دیکھا تھا ! تب تم نے کہا تھا
کہ

عورت : میں بالکل سچی تھی تب تک ابھی اور
مرد نمبر چار : سچی تھی یا جو بھی تھیں ، پر بات بالکل اسی طرح کرتی تھیں جیسے آج کرتی ہو ! اس دن
بھی بالکل اسی طرح تم نے مہندر کو میرے سامنے اُدھیرا تھا ! کہا تھا کہ وہ بہت بے حس اور
ڈھیلا ڈھالا سا آدمی ہے ! پر اسے ویسا بنانے والوں میں نام دوسرے تھے ! ایک نام تھا
اس کی ماں کا اور دوسرا اس کے باپ کا

عورت : اٹھیک ہے ! اُن لوگوں کی بھی کچھ کم دین نہیں رہی اُسے ایسا بنانے میں !
مرد نمبر چار : لیکن مجھے جا کا نام تب نہیں تھا ایسے لوگوں میں ! کیوں نہیں تھا ، کہہ دوں نا یہ بھی ؟
عورت : دیکھیے

مرد نمبر چار : بہت پرانی بات ہے ! کہہ دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے ! میرا نام اس لیے نہیں تھا
کہ

عورت : میں عزت کرتی تھی آپ کی ... بس اتنی سی بات تھی !
مرد نمبر چار : تم عزت کہہ سکتی ہو اُسے ... پر وہ عزت کس لیے کرتی تھی ؟ اس لیے نہیں کہ ایک مرد
کے طور پر میں مہندر سے کچھ بہتر تھا تمہاری نظر میں ! بلکہ صرف اسی لیے کہ
عورت : کہ آپ کے پاس بہت پیسہ تھا ؟ اور آپ کا بہت دبدبہ تھا ان لوگوں کے بیچ ؟

مرد نمبر چار: نہیں! صرف اس لیے کہ میں جیسا بھی تھا، جو بھی تھا — مہندر نہیں تھا! عورت: (بیکایک اٹھتی ہے) تو آپ کہنا چاہتے ہیں کہ

مرد نمبر چار: بے تاب کیوں ہو رہی ہو؟ مجھے بات کہہ لینے دو! مجھ سے اُس وقت تم کیا چاہتی تھیں، میں ٹھیک ٹھیک نہیں جانتا! لیکن تمہاری بات سے اتنا ضرور ظاہر تھا کہ مہندر کو تم تب بھی مرد نہیں سمجھ سکتی تھیں جس کے ساتھ تم زندگی کاٹ سکتیں عورت: حلال کہ اس کے بعد بھی آج تک اس کے ساتھ زندگی کاٹنی آرہی ہوں

مرد نمبر چار: پر ہر دوسرے چوتھے سال اپنے کو اس سے جھٹک لینے کی کوشش کرتی ہوتی! ادھر ادھر نظر دوڑاتی ہوتی کہ ایسا کوئی ذریعہ مل جاتے جس سے تم اپنے کو اس سے الگ کر سکتی! پہلے کچھ دن جئے جا ایک مرد تھا تمہارے سامنے! تم نے کہا تھا تب تم اس کی عزت کرتی تھیں! یہ آج اس کے بارے میں جو سوچتی ہو وہ بھی ابھی بتا چکی ہو! جئے جا کے بعد جس سے کچھ متاثر نہیں تم، وہ تھا، شوجیت! ایک بڑی ڈگری، بڑے بڑے بول اور پوری دنیا گھومنے کا ارادہ! ہر اصل چیز وہی کہ وہ جو بھی تھا اور ہی کچھ تھا! — مہندر نہیں تھا! پر جلد ہی تم نے پہچاننا شروع کیا کہ وہ نہایت دوغلا قسم کا آدمی ہے! ہمیشہ دو طرح کی باتیں کرتا ہے! اس کے بعد سامنے آیا جگ موہن! اونچے تعلقات، زبان کی مٹھاس، ٹپ ٹاپ رہنے کی عادت اور خرچ کی دریا دلی! ہر تیر کی اصلی نوک پھر اسی جگہ پر کہ جو کچھ بھی تھا، جگ موہن کا سا تھا — مہندر کا سا نہیں تھا! — لیکن شکایت تمہیں اس سے بھی ہونے لگی تھی کہ وہ سب لوگوں پر برابر سے پیسہ کیوں اڑاتا ہے — دوسرے کی سخت سے سخت بات کو ایک خاموش مسکراہٹ کے ساتھ کیوں پی جاتا ہے؟ اچھا ہوا وہ ٹرانسفر ہو کر چلا گیا یہاں سے، ورنہ

عورت: یہ خواہ مخواہ کا تانا بانا کیوں بن رہے ہیں؟ جو اصل بات کہنا چاہتے ہو وہی کیوں نہیں کہتے؟

مرد نمبر چار: اصل بات اتنی ہی ہے کہ مہندر کی جگہ ان میں سے کوئی بھی آدمی ہوتا تمہاری زندگی میں تو سال دو سال بعد تم یہی محسوس کرتیں کہ تم نے ایک غلط آدمی سے شادی کر لی ہے! اس کی زندگی میں بھی ایسے ہی کوئی مہندر، کوئی جئے جا، کوئی شوجیت یا کوئی جگ موہن محسوس کرتیں! کیوں کہ تمہارے لیے جینے کا مطلب رہا کتنا کچھ ساتھ ہو کر کتنا کچھ ایک ساتھ

مرد نمبر چار: مجبور ہو کر کہنا پڑ رہا ہے بتی! تو شاید منوج کو اب بھی اتنا نہیں جانتی؛ جتنا...
 بڑی لڑکی: (ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے) اوہ!

مرد نمبر چار: جتنا یہ جانتی ہے! اسی لیے آج یہ اُسے برداشت بھی نہیں کر سکتی! (عورت سے)
 ٹھیک نہیں ہے یہ؟ بتی کے منوج کے ساتھ چلے جانے کے بعد تم نے ایک اندھا دھند
 کوشش شروع کی — کبھی مہندر کو ہی اور بُرا بھلا کہنے کی، کبھی اشوک کو ہی
 چابک لگانے کی اور کبھی ان دونوں سے دھیرج کھو کر کوئی اور ہی راستہ، کوئی اور ہی
 چار اڈھونڈ سکنے کی، ایسے میں پتا چلا جگ موہن یہاں لوٹ آیا ہے! آگے کے راستے
 بند پا کر تم نے پھر پیچھے کی طرف دیکھنا چاہا! آج ابھی باہر گئی تھیں اس کے ساتھ!
 کیا بات ہوئی؟

عورت: آپ سمجھتے ہیں آپ کو مجھ سے کچھ بھی جاننے کا، کچھ بھی پوچھنے کا حق حاصل ہے؟
 مرد نمبر چار: نہ سہی! لیکن میں پنا پوچھے بھی بتا سکتا ہوں کہ کیا بات ہوئی ہوگی! تم نے کہا تم بہت
 بہت دکھی ہو آج! اُس نے کہا اُسے بہت بہت ہمدردی ہے تم سے! تم نے کہا تم جیسے
 بھی ہو اب اس گھر سے چھٹکارا پالینا چاہتی ہے! اس نے کہا: کتنا اچھا ہوتا اگر اس نتیجے
 پر تم کچھ سال پہلے پہنچ سکی ہو تیں! تم نے کہا: جو تب نہیں ہوا وہ اب تو ہو ہی سکتا ہے!
 اس نے کہا: وہ چاہتا ہے، ہو سکتا ہے آج اس میں بہت سی الجھنیں سامنے ہیں —
 بچوں کی زندگی کو لے کر، اس کو اُس کو لے کر! پھر یہ بھی کہ اس نوکری میں اس کا من نہیں
 لگ رہا معلوم نہیں کب چھوڑ دے۔ اس لیے اپنے بارے میں بھی اس کا کچھ طے نہیں ہے
 اس وقت! تم گم سم ہو کر سُنتی رہیں اور رومال سے آنکھیں پونچھتی رہیں! آخر اس نے کہا
 کہ تمہیں دیر ہو رہی ہے اب لوٹ چلنا چاہیے! تم چپ چاپ اٹھ کر اس کے ساتھ گاڑی
 میں آ بیٹھیں! راستے میں اس کے مُنہ سے یہ بھی نہ نکلا شاید کہ تمہیں اگر روپیے پیسے کی کچھ
 ضرورت ہے اس وقت تو وہ....

عورت: بس بس بس بس بس! جتنا سننا چاہیے تھا اس سے بہت زیادہ سُن لیا ہے آپ سے
 میں نے! بہتر یہی ہے کہ اب آپ یہاں سے چلے جاتے کیوں کہ....

مرد نمبر چار: میں جگ موہن کے ساتھ ہوئی تمہاری بات چیت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہوں کیوں کہ اس
 کی جگہ میں ہوتا تو میں نے بھی تم سے یہی سب کچھ کہا ہوتا! وہ کل پرسوں پھر فون کرنے کو کہہ کر

تمہیں گھر کے باہر اتار گیا! تم من میں ایک گھٹن لیے گھر میں داخل ہوئیں اور آتے ہی تم نے بچوں کو پیٹ دیا! جاتے ہوئے سامنے تھی ایک پوری زندگی! پر لوٹے تک کا کل حال؟
— اُکچھے ہاتھوں کا چمکنا پسینہ اور

عورت: میں نے آپ سے کہا ہے نالیں! سب کے سب سب کے سب ایک سے!
بالکل ایک سے ہیں آپ لوگ! الگ الگ صورتیں، لیکن چہرہ؟ چہرہ سب کا ایک ہی!
مرد نمبر چار: پھر بھی تمہیں لگتا رہا ہے کہ تم چناؤ کر سکتی ہو! لیکن دائیں سے ہٹ کر بائیں، سامنے سے ہٹ کر پیچھے، اس کونے سے ہٹ کر اُس کونے میں — کیا سچ مچ کہیں کوئی منتخب کیا ہے تم نے؟ بولو، آیا ہے کوئی نظر کہیں؟

(کچھ پل خاموشی جس میں بڑی لڑکی چہرے سے ہاتھ ہٹا کر پلکیں چھپاتی
ان دونوں کو دیکھتی ہے! پھر اندر کے دروازے پر کھٹ کھٹ سنائی

دیتا ہے)

چھوٹی لڑکی: (اندر سے) دروازہ کھولو! کھولو دروازہ!
بڑی لڑکی: (عورت سے) کیا کرنا ہے ماما؟ کھولنا ہے دروازہ؟

عورت: رہنے دے ابھی!

مرد نمبر چار: لیکن اس طرح بند رکھو گی تو

عورت: میں نے پہلے بھی کہا تھا! میرا گھر ہے! میں بہتر جانتی ہوں!
چھوٹی لڑکی: (دروازہ کھٹکھٹاتی ہے) کھولو! (بے بس ہو کر) مت کھولو!

(اندر سے کُنڈی لگانے کی آواز —)

اب کھولو لینا مجھ سے!

مرد نمبر چار: تمہارا گھر ہے! تم بہت جانتی ہو! کم سے کم مان کر یہی چلتی ہو! اس لیے بہت کچھ چاہتے ہوئے بھی مجھے اب کچھ بھی حل نظر نہیں آتا! اگر اسی لیے پھر ایک بار پوچھنا چاہتا ہوں تم سے — کیا سچ مچ کسی طرح تم اس آدمی کو چھٹکارا نہیں دے سکتیں؟

عورت: آپ بار بار کس لیے کہہ رہے ہیں یہ بات؟

مرد نمبر چار: اس لیے کہ آج وہ اپنے کو بالکل بے سہارا سمجھتا ہے! اُس کے من میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے تم نے کہ سب کچھ ہونے پر بھی اس کے لیے زندگی میں تمہارے سوا کوئی چارا، کوئی بھوک نہیں

ہے اور ایسا کیا اسی لیے نہیں کیا تم نے کہ زندگی میں اور کچھ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ نامراد مہرہ تو ہاتھ میں بنا ہی رہے ؟

عورت : کیوں کیوں کیوں آپ اور بات کرتے رہنا چاہتے ہیں ابھی ؟ آپ جائیے اور کوشش کر کے اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیجیے ! اس گھر میں آنا اور رہنا سچ مچ ہی حق میں نہیں ہے اس کے ! اور مجھے بھی، مجھے بھی اپنے پاس اُس مہرے کی بالکل بالکل ضرورت نہیں ہے جو نہ خود چلتا ہے نہ کسی اور کو چلنے دیتا ہے !

مرد نمبر چار : (پل بھر چپ چاپ اُسے دیکھتا ہے پھر بے بسی کے لہجے میں کہتا ہے) تو ٹھیک ہے ! وہ نہیں آئے گا ! وہ کمزور ہے مگر اتنا کمزور نہیں ہے ! تم سے جڑا ہوا ہے مگر اتنا جڑا ہوا نہیں ہے ! اتنا بے سہارا بھی نہیں ہے جتنا وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے ! وہ ٹھیک سے دیکھ سکے تو ایک پوری دُنیا ہے اس کے ارد گرد ! میں کوشش کروں گا کہ وہ آنکھ کھول کر دیکھ سکے اُسے !

عورت : ضرور، ضرور ! اس طرح اُس کا بھلا کریں گے ہی آپ میرا بھی اس سے بڑا احسان زندگی میں نہیں کر سکیں گے !

مرد نمبر چار : تو اب چل رہا ہوں میں ! تم سے جتنی بات کر سکتا تھا کر چکا ہوں ! اور بات اب اسی سے جا کر کروں گا ! مجھے معلوم ہے کتنا مشکل ہو گا یہ پھر بھی یہ بات میں اس کے دماغ میں بٹھا کر رہوں گا اس بار کہ

(لڑکا باہر سے آتا ہے ! چہرہ کافی اُترا ہوا ہے۔ جیسے کوئی بڑی

سی چیز کہیں ہار کر آیا ہو)

کیا بات ہے اشوک ؟ تو چلا کیوں آیا وہاں سے ؟

(لڑکا بنا اس سے آنکھ ملائے بڑی لڑکی کی طرف بڑھ جاتا ہے —)

لڑکا : اُٹھ بیتی ! اندر سے چھڑی نکال دے ذرا !

بڑی لڑکی : (اٹھتے ہوئے) چھڑی ؟ وہ کس لیے چاہیے تجھے ؟

لڑکا : ڈیڈی کو سکوتر رکشا سے اتار کر لانا ہے ! اُن کی طبیعت کافی خراب ہے !

بڑی لڑکی : ڈیڈی لوٹ آئے ہیں ؟

مرد نمبر چار : تو ... آہی گیا ہے وہ آخر !

لڑکا : (اس کی طرف دیکھ کر مرجھاتے ہوئے لہجے میں) ہاں ! آہی گئے ہیں !

(مرد نمبر چار کے چہرے پر بے چینی اور درد کی لکیریں ابھر آئی ہیں اور اس کی آنکھیں عورت سے مل کر جھک جاتی ہیں۔)

عورت ایک کرسی کی پیٹھ تھامے چپ کھڑی رہتی ہے، جسم میں حرکت دکھائی دیتی ہے تو صرف سانس کے آنے جانے کی)

(بڑی لڑکی سے) جلدی سے نکال دے چھڑی کیوں کہ....

بڑی لڑکی : (اندر کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے) ابھی دے رہی ہوں !
(جا کر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے)

کتنی ! دروازہ کھول جلدی سے !

چھوٹی لڑکی : (اندر سے) نہیں کھولوں گی دروازہ !

بڑی لڑکی : تیری شامت تو نہیں آتی ہے ؟ کہہ رہی ہوں کھول جلدی سے !

چھوٹی لڑکی : آنے دوناشامت ! دروازہ نہیں کھلے گا !

بڑی لڑکی : (زور سے کھٹکھٹاتی ہے) کتنی !

(اچانک ہانڈہ رک جاتا ہے۔ باہر سے ایسی صدا سنائی دیتی ہے،

جیسے پاؤں پھسل جانے سے کسی نے دروازے کا سہارا لے کر اپنے

کو بچایا ہو)

مرد نمبر چار : (باہر کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے) یہ کون پھسلا ہے ڈیوڑھی میں ؟

لڑکا : (اس سے آگے آتا ہے) ڈیڈی ہوں گے ! اتر کر چلے آتے ہوں گے ایسے ہی !

(دروازے سے نکلتا ہے)

آرام سے ڈیڈی ! آرام سے

مرد نمبر چار : (ایک نظر عورت پر ڈال کر دروازے سے نکلتا ہے) سنبھل کر مہندر نا تھ ! ————— سنبھل کر..... !

(روشنی محسوس ہو کر عورت اور بڑی لڑکی تک ہی رہ جاتی ہے۔ عورت

ٹکٹکی باندھ کر باہر کی طرف دیکھتی ہے۔ آہستہ سے کرسی پر بیٹھ جاتی

ہے۔ بڑی لڑکی ایک بار اس کی طرف دیکھتی ہے پھر باہر کی طرف ! ہلکا

ماتمی سنگیت ابھرتا ہے جس کے ساتھ ان دونوں پر بھی روشنی مدھم پڑنے

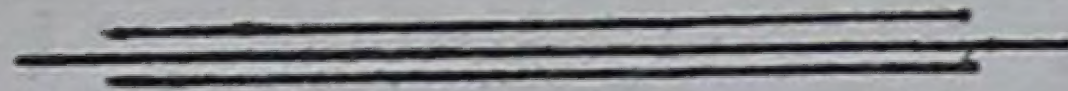
لگتی ہے۔ تبھی لگ بھگ اندھیرے میں لڑکے کا بازو تھامے مرد نمبر ایک

کا دھندلایا سایہ اندر آتا ہوا دکھائی دیتا ہے

لڑکا: (جیسے بیٹھے گلے سے) دیکھ کر ڈیڑی! — دیکھ کر....

(ان دونوں کے آگے بڑھنے کے ساتھ سنگیت اور زیادہ نمایاں اور اندھیرا

اور گہرا ہوتا جاتا ہے)



ALLAMA IQBAL LIBRARY



225478

KASHMIR UNIVERSITY

Iqbal Library

Acc. No 225478

Dated 23/12/2008



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**